إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

www.KitaboSunnat.com

قرآنا عجبا

مختصر سوال وجواب کی صورت میں

وَإِذَا سَمِعُوا - 7

نگہت ہاشمی

ALNOOR-PUBLICATIONS
النور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

قرآناً عجباً

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

وَإِذَا سَمِعُوا - 7

نگہت ہاشمی

AL NOOR PUBLICATIONS

النور

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : قُرْآنًا عَجَبًا (پارہ: 7)

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مئی 2020ء

طبع دوم : نومبر 2021

طبع سوم : نومبر 2023

تعداد : 1100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 59-C2، فیروز پور لنک روڈ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-37500049, 042-37500048

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ: www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

پرنٹنگ اینڈ ڈیزائننگ

دارالسلام قرآن پرنٹنگ کمپلیکس، کوٹ عبدالمالک انٹرچینج، لاہور

+92-321-8484569 | +92-300-1001345

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض ناشر

الحمدلله رب العٰلمين والصلاة والسلام علی النبي الكريم وعلی آله وصحبه أجمعين.

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے اور بہترین انجام متقین کے لیے ہے۔ قارئین کرام! ہمیں جو زندگی عطا کی گئی وہ نہایت مختصر ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: ؎ آ کے بیٹھے بھی نہ تھے کہ نکالے بھی گئے

دلی تمنا ہے کہ زندگی گزارنے کی جو مہلت ملی ہے، اس میں ایسا کام کر جاؤں کہ جب اس جہان سے چلی جاؤں، اگلی زندگی کے انتظار میں قبر میں رکھ دی جاؤں تو میری کتابِ زندگی، میرا نامہ اعمال بند نہ ہو، ایسی نیکیوں کے لیے کھلا رہے جو باقی رہنے والی زندگی کے کام آئیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ» ''لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ وہ ہے جو لوگوں کے لیے نفع مند ہو۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ: 906)

دنیا کا سب سے قیمتی علم ''قرآن مجید'' کا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ» ''تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو قرآن مجید کو خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔'' (صحیح البخاری: 5027)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں اور سب سے بڑا تعاون ''طالب علم'' کے لیے آسانیاں پیدا کرنا ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کو عام فہم انداز میں پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔ جہاں آسان الفاظ کا انتخاب ضروری ہے، وہیں اس کے مضامین کو عام فہم اسلوب میں پیش کرنا بھی ضروری ہے۔

تفسیر «قرآنًا عجبًا» میں سوال و جواب کے انداز میں ایسے نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے جن پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تفسیر میں سوال اٹھا کر اور جواب کو سادگی کے ساتھ مختلف نکات میں بانٹ کر جو آسانی پیدا کر دی گئی ہے اس کی وجہ سے معزز قارئین کے لیے قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے میں سہولت پیدا ہوگی۔ **وللہ الحمد!**

اللہ تعالیٰ کا پیغام «قرآنًا عجبًا» کی صورت میں ''گھر گھر تک، دنیا بھر تک'' پہنچانا چاہتے ہیں اور اجر کی امید بھی اسی سے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رسی ''قرآن مجید'' کو ہر ہاتھ میں تھمانا چاہتے ہیں جس کا ایک سرا بندے کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا ہمارے ''رب'' کے ہاتھ میں ہے۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کی رسی کو خود تھام کر دوسروں کو نہیں تھمائیں گے؟

قرآن سیکھیں ____ دوسروں کو سکھائیں　　　　خود پڑھیں ____ دوسروں کو پڑھوائیں

ایک آیت روزانہ گھر والوں میں بیٹھ کر، کسی آفس میں، کسی بھی مقام پر پڑھنا مشکل نہیں۔ ذوق ہو تو زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ آئیے! بے مثال زندگی کے لیے آج ہی سے اس کا آغاز کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دعاؤں کی طلب گار: **فائزہ خان** (مینیجنگ ڈائریکٹر النور پبلیکیشنز)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

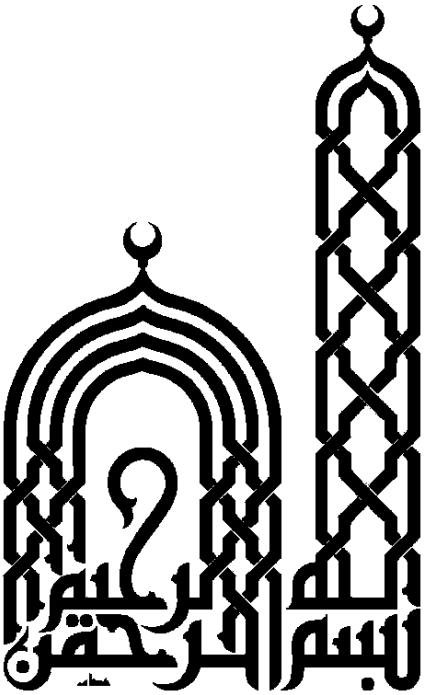

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ

''اور جب وہ سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی ہوتی ہیں

مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا

اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے،

مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾

چنانچہ ہمارا نام گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے'' (83)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت نجاشی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

(مختصر ابن کثیر: 465/1)

سوال 2: قرآن مجید سن کر حق پا لینے والوں پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَا سَمِعُوْا ... مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ﴾ ''اور جب وہ سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا'' قرآن مجید دلوں پر اثر کرتا ہے تو دل اس کے آگے جھک جاتے ہیں، حق کو سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں اور وہ ایمان لا کر کہتے ہیں کہ ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

(2) ﴿تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ﴾ ''آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی ہوتی ہیں'' قرآن حکیم سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں جو اپنے پاس نبی ﷺ کی بعثت اور جنت کی بشارت پاتے ہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ (٥٢) وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ (٥٣) اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (٥٤) وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۡ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۡ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ(۵۵)﴾ ''جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے وہ اُس پر ایمان لاتے ہیں۔اور جب وہ اُنہیں پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اُس پر ایمان لائے ہیں، یقیناً ہمارے رب کی جناب سے وہ حق ہے، یقیناً ہم تو اس سے پہلے ہی فرماں بردار ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں کہ انہیں اُن کا اجر دو مرتبہ دیا جائے گا اُس کے بدلے جو انہوں نے صبر کیا، اور وہ بُرائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں اور ہم نے اُنہیں جو رزق دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔اور جب وہ بے ہودہ بات سُنتے ہیں تو اس سے منہ موڑ جاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں، تمہیں سلام ہو، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔'' (القصص:52-55)

(4) جب کلام اللہ انسان کے لیے محض کتاب نہیں رب العالمین کی زندہ نشانی بن جائے تو آنکھیں آنسوؤں سے بہہ نکلتی ہیں۔

(5) جب کلام اللہ دل سے ٹکرائے اور پورے وجود کو ہلا دے تو آنکھیں آنسوؤں سے بہہ نکلتی ہیں۔

(6) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ڈر سے رونے والا جہنم میں داخل نہیں ہوگا یہاں تک کہ دودھ تھن میں واپس لوٹ جائے۔'' (ترمذی:1633) (7) ''سات طرح کے لوگ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں پناہ دے گا۔(ان میں) ایک وہ شخص بھی ہے جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔'' (بخاری:6479)

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے جو بار بار دہرائی جانے والی ہے، اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف نرم ہو جاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے تو اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔'' (الزمر:23)

(9) ﴿مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ﴾ ''اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے'' ان کے آنسو ان کی آنکھوں سے اس معرفت کی وجہ سے بہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اس کتاب میں پڑھا جاتا ہے، جو اس کے رسول کی طرف حق میں سے وحی کی گئی۔ (جامع البیان:6/7)

(10) حق کی پہچان کو حق شناسی (معرفت) کہتے ہیں۔حق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔اس کائنات کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صفات موجود ہیں۔غور وفکر کر کے ان صفات کو پالینا دراصل حق کو پہچان لینا ہے۔

(11)﴿يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا﴾ ''وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے'' یہ ان کے اعتقاد، اخلاص اور حق کے اعتراف پر صادر ہو رہا ہے۔(تفسیر قاسمی:336/6)

(12)﴿فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ''چنانچہ ہمارا نام گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے'' یعنی محمد ﷺ اور ان کی امت کے ساتھ لکھ لے۔(ابن ابی حاتم:1185/1)

(13)اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے پس تو ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ لے اور یہ محمد ﷺ کی امت کے لوگ ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کے رسولوں کی رسالت اور جو کچھ یہ رسول لے کر آئے ہیں اس کی صحت کی گواہی دیتے ہیں، نیز تصدیق وتکذیب کے ذریعے گزشتہ امتوں کی گواہی دیتے ہیں۔وہ عادل ہیں اور ان کی گواہی مقبول ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ ''اور اسی طرح ہم نے تمھیں امت وسط بنایا ہے کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔''(البقرہ:143)(تفسیر سعدی:720/1)

(14)یہ آیت عام ہے اور اس صفت کے ساتھ جو بھی متصف ہوں وہی اس کے مصداق بن سکتے ہیں۔(ابن کثیر)

سوال3: کلام اللہ کو سننے کا حق کیسے ادا ہو سکتا ہے؟

جواب: کلام اللہ کو سننے کا حق تب ادا ہو سکتا ہے جب:(1) کلام اللہ میں جو حق اور سچائی بیان کی گئی ہے انسان اس کو پہچان لے۔(2) کلام اللہ انسان کے دل ودماغ میں اتر جائے۔

(3)انسان کے اندر کلام اللہ ایسی تبدیلی پیدا کر دے کہ اس کی تمناؤں کا مرکز بدل جائے۔

(4) کلام اللہ سن کر اپنانے کے لیے کسی قسم کا تعصب اور مصلحت آڑے نہ آئے۔

(5) کلام اللہ کو سن کر انسان اپنے آپ کو حق کے ساتھ اس طرح شامل کر لے کہ اس سے الگ اپنی ہستی باقی نہ رہے۔

(6) کلام اللہ سن کر انسان حق کا گواہ بن جائے۔

(7) کلام اللہ وجود کے اندر ایسا زلزلہ برپا کر دے کہ آنکھیں آنسوؤں سے بہہ نکلیں۔

سوال4: قرآن حکیم سے سچائی پا لینے والے کے اندر کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:(1) قرآن حکیم سے سچائی کو پا لینے والے شدید تمنا رکھتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں حق کے گواہوں کی فہرست میں شامل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کردے۔(2)ان کے دل کے اندر شدید تڑپ پیدا ہوجاتی ہے کہ ہم اس لڑی میں پروئے جائیں جس میں ہر دور کے انبیاء،شہداء،صدیقین اور صالحین پروئے جاچکے ہیں اور جو زمین پر اس سچائی کو پھیلانے اور سچائی کو قائم کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔(3) وہ یہ دعائیں کرتے ہیں کہ یااللہ!اس امت میں داخل کردے جس پر قرآن کی گواہی ہے کہ وہ اپنی زبان سے،اپنے عمل سے اور اپنی کوشش کے ذریعے شہادت حق کا فریضہ ادا کررہی ہے اور لوگوں کی زندگیوں میں حق کو جاری وساری دیکھنا چاہتی ہے۔(4) حق پانے والے فریضہ شہادت حق ادا کرنے والوں میں شامل ہوجاتے ہیں۔

(5)حق پالینے والے اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہراتے ہیں کہ وہ اس امت میں داخل ہوگئے ہیں۔

(6)حق پالینے والے اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارا نام گواہ کے طور پر رجسٹر کرلیا جائے۔

سوال5: شہادت حق کا فریضہ کون ادا کرسکتا ہے؟

جواب: شہادت حق کا فریضہ وہ ادا کرسکتا ہے:(1)جس کے دل میں اللہ کے کلام کی سچائی اتر جاتی ہے۔

(2)جس کی زبان سچ کا اظہار کرنے لگتی ہے۔(3)جو صراط مستقیم پر چلنے کا پختہ ارادہ کرلیتا ہے۔

(4)جو دین کی سربلندی کے لیے شہادت حق کا فریضہ ادا کرنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے۔

(5)جو صالحین کے ساتھ مل کر کام کرنا اپنے لیے خوش نصیبی کا باعث سمجھتا ہے۔

(6)جو شہادت حق کی گواہی کو اللہ کا احسان سمجھتا ہے۔(7)جو صرف اسلام کے راستے پر چلنا چاہتا ہے۔

(8)جو آخرت میں بہترین جزا جنت کی صورت میں حاصل کرنا چاہتا ہے۔

﴿وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا

''اور ہمیں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس حق پر ہم ایمان نہ لائیں جو ہمارے پاس آیا ہے؟جب کہ ہم یہ حرص رکھتے ہیں

رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ﴾

کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ شامل کرلے''(84)

سوال1:﴿وَمَا لَنَا ... مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور ہمیں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس حق پر ہم ایمان نہ لائیں جو ہمارے پاس آیا ہے؟جب کہ ہم یہ حرص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ شامل کر لے' جب ہم ایمان لے آئیں گے اور حق کی اتباع کریں گے، تب ہمارا رب ہمیں صالح لوگوں کے زمرے میں ضرور شامل کرے گا، تب کون سی چیز ہمیں ایمان لانے سے روک سکتی ہے؟ کیا یہ چیز ایمان لانے میں جلدی کرنے اور ایمان لانے سے پیچھے نہ رہنے کی موجب نہیں؟ (تفسیر سعدی:720/1)

سوال 2: حق پر یقین آ جانے کے بعد قبولیت حق کے راستے میں رکاوٹ نہیں رہ جاتی، کیسے، وضاحت کریں؟

جواب: (1) حق سن کر اور اس پر یقین کر کے قبولیت کے راستے میں رکاوٹ نہیں رہ جاتی۔

(2) انسان کو یہ لالچ ہوتا ہے کہ رب دعائیں قبول کرے اور درجات بلند کرے۔اس وجہ سے حق کو قبول کرنے میں رکاوٹ نہیں رہتی۔

سوال 3: انسان میں صالحین میں شامل ہونے کی تمنا کب پیدا ہوتی ہے؟

جواب: انسان میں صالحین میں شامل ہونے کی تمنا تب پیدا ہوتی ہے (1) جب انسان قرآن کی سچائی کی طرف توجہ کر کے اسے پالیتا ہے۔(2) جب انسان صحیح طرز عمل اختیار کرتا ہے۔

(3) جب انسان جان و مال سے شہادت حق کا فریضہ انجام دیتا ہے۔

(4) جب انسان حق کے معاملے میں سرکشی کے رویے دیکھتا ہے تو صالح لوگوں کو پالینے اور ان کے ساتھ مل کر فریضہ شہادت حق کو ادا کرنے کی قدر و قیمت کا احساس ہوتا ہے۔

سوال 4: صالحین میں شمولیت کس طرح اختیار کی جاسکتی ہے؟

جواب: (1) صالحین کے بارے میں کھوج لگا کر صالحین میں شمولیت اختیار کی جاسکتی ہے۔(2) صالحین کے کاموں میں دلچسپی لے کر صالحین میں شمولیت اختیار کی جاسکتی ہے۔

(3) صالحین کے ساتھ ان کے کاموں میں تعاون کر کے صالحین میں شمولیت اختیار کی جاسکتی ہے۔

(4) صالحین کے سامنے اپنی خدمات پیش کر کے صالحین میں شمولیت کا راستہ استوار کیا جاسکتا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے یہ کام آسان ہو جاتا ہے۔

سوال 5: صالح لوگوں میں شامل ہونے کا کیا فائدہ ہوتا ہے؟

جواب: (1) صالح لوگوں میں شامل ہو کر فریضۂ شہادت حق ادا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

(2) صالح لوگوں میں شامل ہو کر اپنی زندگی میں تبدیلی لانا اور نیکی پر جمے رہنا آسان ہو جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) صالحین میں شامل ہو کر مخالفتیں برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

(4) صالحین میں شامل ہو کر خاندانی اور معاشرتی تبدیلیوں کا راستہ آسان ہو جاتا ہے۔

﴿فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ

''سو اللہ تعالیٰ انہیں اس بات کے بدلے میں جو انہوں نے کہا ایسے باغات دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں،

وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہ نیک عمل کرنے والوں کی جزا ہے'' (85)

سوال 1: ﴿فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ ... جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''سو اللہ تعالیٰ انہیں اس بات کے بدلے میں جو انہوں نے کہا ایسے باغات دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یہ ان کے ایمان میں اخلاص اور ان کے قول کی سچائی کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سوال کا جواب دیا اور ان کی طمع سچی ثابت ہوئی۔ اس طرح جس کا ایمان خالص ہوتا ہے اور یقین سچا ہوتا ہے اس کو جنت کا بدلہ ملتا ہے۔ (تفسیر قرطبی: 154/3)

(2) ﴿بِمَا قَالُوْا﴾ ''اس بات کے بدلے میں جو انہوں نے کہا'' جو انہوں نے اپنے عقیدے میں سے ظاہر کیا۔ (تفسیر منیر: 6/4)

(3) ﴿وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور یہ نیک عمل کرنے والوں کی جزا ہے'' یہ بدلہ ہے نیکوکاروں کا، یہ آیت کریمہ ان عیسائیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو محمد ﷺ پر ایمان لے آئے تھے۔ مثلاً نجاشی اور دیگر ایمان لانے والے عیسائی۔ اس طرح ان کے اندر ایسے لوگ پائے جاتے رہیں گے جو دین اسلام کو اختیار کریں گے اور ان پر اپنے دین کا بطلان واضح ہوتا رہے گا، یہ لوگ یہودیوں اور مشرکین سے اسلام کے زیادہ قریب ہیں۔ (تفسیر سعدی: 721/1)

(4) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین شخص ایسے ہیں جن کے لیے دوگنا ثواب ہے: (i) وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو، اپنے نبی پر ایمان لایا ہو اور (پھر) محمد ﷺ پر بھی ایمان لائے۔

(ii) مملوک غلام، جب کہ وہ اللہ کے حق کو اور اپنے مالک کے حق کو ادا کرتا رہے۔

(iii) وہ شخص جس کے پاس اس کی لونڈی ہو، اس نے اسے ادب سکھایا، عمدہ تربیت کی اور اسے اچھی اور اعلیٰ تعلیم دی، پھر اسے آزاد کر دیا اور اس سے نکاح کر لیا، پس اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔'' (بخاری: 97)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: محسن کون ہوتا ہے؟

جواب: (1) محسن وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی خالص توحید کو مانتا ہے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا۔

(2) محسن وہ ہوتا ہے جو حق کو دل کی گہرائیوں سے قبول کرتا ہے۔ (3) محسن وہ ہوتا ہے جو حق کا اظہار کرتا ہے۔

(4) محسن وہ ہوتا ہے جو اسلام لانے میں تاخیر نہیں کرتا۔ (5) محسن وہ ہوتا ہے جو صالحین میں شامل ہونے کی دعائیں کرتا ہے۔ (6) محسن وہ ہوتا ہے جو صالحین کے ساتھ مل کر حق کی شہادت دیتا ہے۔

(7) محسن وہ ہوتا ہے جو صالحین سے محبت رکھتا ہے۔

سوال 3: اس آیت میں جنت کو قول کا بدل قرار دیا گیا ہے، اس قول کی ان کی زندگی میں کیا حیثیت تھی، وضاحت کریں؟

جواب: وہ قول ان کی پوری زندگی کا نمائندہ تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام سے سچائی کو پالیا اور سچائی ان کے اندر اتر گئی۔ انہوں نے حق کو پالیا تو ان کی تمنا اور توجہ کا مرکز بدل گیا۔ انہوں نے حق کے ساتھ اپنے آپ کو اس طرح شامل کر لیا کہ ان کی الگ حیثیت باقی نہیں رہی اور وہ حق کے گواہ بن گئے۔ یہ حق کی گواہی ان کا قول تھا۔ قرآن ان کے لیے کتاب نہیں بلکہ رب العالمین کی زندہ نشانی بن گیا۔ قرآن ان کے سامنے لفظوں کی صورت میں آیا تھا لیکن اس نے پوری ذات کو ہلا دیا۔ انہوں نے اپنے ذاتی تجربے کو لوگوں کے سامنے بیان کیا کہ ''ہم کیوں نہ اللہ پر ایمان لائیں جب کہ ہمارے پاس حق آ گیا ہے اور ہمیں یہ امید بھی ہے کہ ہمارا رب ہمیں صالحین میں شامل کر دے گا۔''

ع 11 9 1

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، وہی لوگ دوزخ والے ہیں'' (86)

سوال: کفر کرنے کو والوں کیا وعید دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ ... الْجَحِيْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) کفر کرنے والوں کو جہنم کی وعید دی گئی ہے، رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا'' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کیا۔ (جامع البیان: 9/7)

(2) یعنی جو سچائی کو سنتے ہیں مگر اس پر توجہ نہیں کرتے۔

(3) جو سچائی کو سنتے ہیں اور سرکشی اختیار کرتے ہیں۔

(4) جو صالحین میں شامل ہونا اپنے لیے توہین سمجھتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) حق کو نہ ماننے کی وجہ اپنی بڑائی کا احساس ہوتا ہے۔ جن کے دلوں میں تکبر چھپا ہوتا ہے وہ حق کو نہیں مانتے۔

(6) ﴿وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ﴾ ''اور ہماری آیات کو جھٹلایا'' اس سے مراد ہے کہ انہوں نے اس کی کتاب کی آیات کو جھٹلایا۔ (جامع البیان: 9/7)

(7) ﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾ ''وہی لوگ دوزخ والے ہیں'' اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، یہی لوگ جہنمی ہیں، کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور حق کو واضح کرنے والی آیات کی تکذیب کی۔ (تفسیر سعدی: 721/1)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری یہ (دنیا کی) آگ، جسے ابن آدم جلاتا ہے، یہ جہنم کی آگ سے ستر واں حصہ ہے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ کی قسم! یا رسول اللہ ﷺ! (انسانوں کو جلانے کے لیے تو دنیا کی) یہی آگ کافی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لیکن وہ تو دنیا کی آگ سے انہتر درجے زیادہ گرم ہے اور اس کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔'' (بخاری: 3265)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاک چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں اور نہ ہی حد سے بڑھو

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا'' (87)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: (1) امام ترمذی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں جس وقت گوشت کھاتا ہوں تو عورتوں کے لیے ہیجان پیدا ہو جاتا ہے اور شہوت کا غلبہ ہو جاتا ہے، اس لیے میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام کر لیا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جو چیزیں اس نے تمہارے لئے حلال کی ہیں ان میں سے لذیذ چیزیں اپنے اوپر حرام مت کرو۔ (تفسیر ابن عباس: 363/1)

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ آیت ان صحابہ کے بارے میں اتری جنہوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ہم اپنے اعضائے مخصوص کاٹ ڈالیں گے، دنیا کی لذتوں پر لات ماردیں گے اور عیسائی درویشوں کی طرح زندگی بسر کریں گے۔ جب نبی کریم ﷺ کو خبر ملی تو آپ ﷺ نے بلا کر پوچھا تو انہوں نے اقرار کر لیا۔ فرمایا: ''لیکن میں روزے رکھتا بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں، رات کو نماز پڑھتا ہوں اور سو بھی جاتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جس نے میری سنت پر عمل کیا وہ میرا ہے اور جس نے میری سنت چھوڑ دی وہ میرا نہیں۔'' (ابن ابی حاتم)

(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول ﷺ کے ساتھ جہاد میں جایا کرتے تھے اور ہمارے ساتھ ہماری بیویاں نہیں ہوتی تھیں۔ چنانچہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ ہم خصی نہ ہو جائیں؟ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرما دیا، تاہم بعد ہمیں اس بات کی اجازت دے دی کہ (محض) کپڑا (وغیرہ) مہر میں دے کر کسی عورت سے نکاح کر لیں، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ ''اے ایمان والو! ان پاک چیزوں کو حرام نہ بناؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں۔ اور نہ ہی حد سے بڑھو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (بخاری:4615)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے جس کو حلال کیا ہے اس کو حرام نہ ٹھہراؤ، اس حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے ایمان والو!'' اس آیت کے خصوصی مخاطبین صحابہ رضی اللہ عنہم اور عمومی طور پر سارے اہل ایمان ہیں۔

(2) ﴿لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ ''ان پاک چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ماکولات و مشروبات میں سے جو چیزیں حلال ٹھہرا رکھی ہیں، انہیں حرام نہ ٹھہراؤ کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں جو اس نے تمہیں عطا کی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرو کیونکہ اس نے تمہارے لیے ان نعمتوں کو حلال ٹھہرایا اور اس کا شکر ادا کرو۔ کفران نعمت، عدم قبول اور ان کی تحریم کا اعتقاد رکھتے ہوئے ان نعمتوں کو نہ ٹھکراؤ۔ ورنہ تم کفران نعمت اور اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کے ساتھ حلال کو حرام اور ناپاک قرار دینے کے مرتکب بھی ٹھہرو گے اور یہ حد سے تجاوز ہے۔ (تفسیر سعدی:721/1)

(3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں۔'' (البقرہ:172)

(4) رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ شہد پینے کے متعلق فرما دیا تھا کہ اب ہرگز نہیں پیوں گا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذیل نازل فرمائی:﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾''اے نبی! آپ اس چیز کو حرام کیوں کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر حلال کیا ہے؟''(التحریم:1)جس طرح حلال کو حرام کر لینا منع ہے اسی طرح حرام کو حلال کر لینا منع ہے۔ حلال وحرام مقرر فرمانے کا اختیار اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔سورۃ النحل میں ارشاد ہے:﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ﴾''اور جن کے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹ گھڑتی ہیں،ان کے بارے میں مت کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو۔''(سورۃ النحل:116)(تفسیر انوار البیان:2/167)

(5)سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ میں فرمایا:''آگاہ رہو!میرے رب نے مجھ کو حکم کیا سکھلاؤں تم کو جو تم کو معلوم نہیں ان باتوں میں سے جو اللہ تعالیٰ نے آج کے دن مجھ کو سکھلائی ہیں،میں جو مال اپنے بندے کو دوں وہ حلال ہے اس کے لیے(یعنی جو شرع کی رو سے حرام نہیں ہے وہ حلال ہے گو لوگوں نے اس کو حرام کر رکھا ہو جیسے سائبہ اور وصیلہ اور بحیرہ اور حام وغیرہ جن کو مشرکین نے حرام کر رکھا تھا)اور میں نے اپنے سب بندوں کو مسلمان بنایا(یا گناہوں سے پاک یا استقامت پر اور ہدایت کی قابلیت پر،اور بعض نے کہا:مراد وہ عہد ہے جو دنیا میں آنے سے پیشتر لیا تھا﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى﴾(الاعراف:172))پھر ان کے پاس شیطان آئے اور ان کے دین سے ان کو ہٹا دیا(یا ان کے دین سے روک دیا)اور جو چیزیں میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں وہ حرام کیں اور ان کو حکم کیا میرے ساتھ شرک کرنے کا جس کی میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔''(مسلم:7207)

(6)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین حضرات نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے گھروں کی طرف آپ ﷺ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے۔جب انہیں رسول اللہ ﷺ کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا نبی ﷺ سے کیا مقابلہ!آپ ﷺ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا۔تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کر لوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔پھر نبی ﷺ تشریف لائے اور ان سے پوچھا کہ کیا تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟سن لو اللہ تعالیٰ کی قسم!میں اللہ رب العالمین سے تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں،میں تم سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں،رات میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔جس نے میرے طریقے سے بے رغبتی کی وہ مجھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سے نہیں ہے (یعنی اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔)'' (صحیح بخاری:5063)

(7) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص کو کھڑے دیکھا۔ نبی ﷺ نے اس کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ابواسرائیل نامی ہیں، انہوں نے نذر مانی ہے کہ کھڑے ہی رہیں گے، بیٹھیں گے نہیں، نہ کسی چیز کے سایہ میں بیٹھیں گے اور نہ کسی سے بات چیت کریں گے اور روزہ رکھیں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ان سے کہو کہ بات کریں، سایہ کے نیچے بیٹھیں اٹھیں اور اپنا روزہ پورا کرلیں۔'' (صحیح بخاری:6704)

(8) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گناہ کی نذر ماننا درست نہیں اور اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔'' (ابوداؤد:111/2)

(9) ﴿وَلَا تَعْتَدُوْا﴾ ''اور حد اعتدال سے نہ بڑھو'' یعنی اپنے اوپر حد سے زیادہ تنگی کرنا کہ مباح چیزیں حرام کرلینا۔ حد سے بڑھنے کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں (i) جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے انہیں عقیدتاً حرام بنالینا جیسے نکاح نہ کرنا کہ عبادت میں خلل آتا ہے۔ (ii) حد سے بڑھنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ جسم کو جتنی غذا کی ضرورت ہے اس سے کم کھائیں یا جن چیزوں میں رغبت ہو ان کو کھانے سے پرہیز کریں اس وجہ سے کہ جتنا جسم کمزور ہوگا اتنی ہی روح کو تقویت ملے گی۔ (iii) حد سے بڑھنے کی تیسری صورت زیادہ کھانا اور اپنی ذات پر ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا﴾ ''اور کھاؤ اور پیو اور تم حد سے نہ گزرو۔'' (الاعراف:31) ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا﴾ ''اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے۔'' (الفرقان:67) (iv) حد سے بڑھنے کی چوتھی صورت یہ ہے کہ چیز اصلاً حلال ہو لیکن کمائی کا ذریعہ حرام بنالیا جائے مثلاً سود، خیانت، چوری، ڈاکہ اور ناجائز طریقے سے حاصل کیا گیا مال وغیرہ۔ (v) اللہ تعالیٰ نے عدل کا اصول مقرر کیا ہے کہ نہ زیادتی کرو اور نہ تنگی۔

(10) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا'' رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے تو بلاشبہ اس نے خود پر ہی ظلم کیا ہے۔'' (الطلاق:1)

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو حرام کب ٹھہرایا جاتا ہے؟

جواب: (1) جب اللہ تعالیٰ اور بندے کے تعلق میں کمزوری آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور بندے کا تعلق زندہ تعلق ہے مگر جب یہ تعلق کمزور پڑتا ہے تو لوگ اس تعلق کو اندر سے مضبوط کرنے کی بجائے باہر سے سہارے تلاش کرنا شروع کردیتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں، ان ہی میں سے دنیا کی لذتوں کو چھوڑنا بھی ہے جسے رہبانیت کہتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو تب حرام ٹھہرایا جاتا ہے جب مادی چیزوں سے دوری کو اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر گوشت نہ کھانا، راتوں کو نہ سونا، گھروں کو چھوڑ کر درویشی کی زندگی اختیار کرنا وغیرہ۔

(3) اسلام کے مطابق جس کو اپنے لیے حرام ٹھہرانا چاہیے وہ گناہ ہے۔

سوال 4: اسلام میں حلال وحرام ٹھہرانے کا حق کسے حاصل ہے؟

جواب: (1) اسلام حلال وحرام ٹھہرانے کو اللہ تعالیٰ کے خصوصی حقوق میں سے ایک حق قرار دیتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ رازق ہے تو رزق میں سے حلال وحرام مقرر کرنا بھی اسی کا کام ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ انسان کا خالق ہے اس لیے یہ اس کا حق ہے کہ اپنی پیدا کردہ چیزوں میں سے بعض کو حلال اور بعض کو حرام ٹھہرادے۔ (4) اللہ تعالیٰ مالک ہے یہ اس کا حق ہے کہ اپنی ملکیت میں جس طرح چاہے استعمال کی آزادی دے۔ جو شخص بھی کسی کی ملکیت میں دست درازی کرتا ہے، ظلم کرتا ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کسی کو حلال وحرام ٹھہرانے کا حق کیوں نہیں دیتا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے طیب چیزوں کو حلال قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اس لیے پاکیزہ چیزیں حرام ٹھہرانے کا حق نہیں دیتا کہ یہ چیزیں حرام ٹھہرانے کی خواہش رکھنے والے کے لیے بھی مفید ہیں اور زمین پر زندگی کے تسلسل کے لیے بھی مفید ہیں۔

(2) حلال اور طیب کو حرام ٹھہراتے ہوئے زندگی کی نشوونما رکتی ہے، ترقی رکتی ہے، تسلسل ختم ہوجاتا ہے اور زندگی کی تجدید نہیں ہوتی۔ (3) اگر حلال کو حرام کرنے میں بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کو حلال ہی نہ کرتے۔ دین تو اللہ تعالیٰ نے خیر، بھلائی اور بہتری کو بروئے کار لانے کے لیے بھیجا ہے۔ (4) اگر طیبات میں کوئی خرابی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خود ضرور بچاتا۔

(5) پاک چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے ہی تو پیدا کی ہیں پھر انہیں حرام ٹھہرانے کا حق انسان کو کیسے دیا جاسکتا ہے؟

سوال 6: اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی مومن کو زیادتی کرنے سے کیسے روکتی ہے؟

جواب: (1) مومن کو غصہ آتا ہے اور اس کا دل چاہتا ہے کہ ہر چیز برباد کردے مگر اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا خوف اسے تخریبی کارروائی سے روک لیتا ہے۔

(2) مومن کا دل چاہتا ہے کہ بے قید زندگی گزارے لیکن اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا خوف اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کا پابند بنالے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) مومن کو دنیا میں کوئی نعمت ملتی ہے مثلاً صحت، دولت، کوئی عہدہ اور کامیابی مگر وہ اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کے ڈر کی وجہ سے غرور میں مبتلا نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے احسان کا اعتراف کرتا ہے۔

سوال 7: وہ کون سے رویے ہیں جو مومن کو رب سے جوڑتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی اور اس کی پکڑ کا ڈر۔

(2) اللہ تعالیٰ کے احسان کا اعتراف جو تواضع میں ڈھل جاتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے مومن کو رب کی قربت ملتی ہے۔

سوال 8: مادی چیزوں سے دوری پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پکڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ مادی چیزوں کے بارے میں انسان سے کیسا رویہ مطلوب ہے؟

جواب: مادی چیزوں سے ذہنی اور قلبی دوری مطلوب ہے۔ مادی چیزوں سے جسمانی دوری مطلوب نہیں ہے۔

﴿وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو حلال پاکیزہ چیزیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان لانے والے ہو'' (88)

سوال 1: حلال رزق استعمال کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَكُلُوْا ... مُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو حلال پاکیزہ چیزیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ'' اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو رزق عطا فرمایا ہے اسے حلال طیب ہونے کی حالت میں استعمال کرو۔

(2) ﴿كُلُوْا﴾ کے امر و اجازت کا دائرہ صرف کھانے کی چیزوں تک محدود نہیں، کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، سواری، مکان غرض برتنے کی ساری ہی چیزیں اس کے اطلاق میں داخل ہیں۔ (تفسیر ماجدی: 961/1)

(3) ﴿وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان لانے والے ہو'' اللہ تعالیٰ پر ایمان تقویٰ کو واجب کرتا ہے کیونکہ تقویٰ کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

(4) اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت اور اس کے نواہی سے اجتناب میں اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ۔

سوال 2: تقویٰ سے مومن کے اندر کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اطاعت کے کام کرنا اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے روکے ہوئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے رکنا تقویٰ ہے۔تقویٰ کی وجہ سے مومن اللہ تعالیٰ کی ذات سے جڑا رہتا ہے،اس کے اندر خدا ترسی پیدا ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچنے لگ جاتا ہے،حرام سے رکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کا پابند رہتا ہے۔

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ

''اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تمہاری گرفت نہیں کرے گا لیکن وہ ان قسموں پر تمہاری گرفت کرے گا جنہیں تم نے پختہ کیا ہوگا

فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ

چنانچہ اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے پہنانا ہے

اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا

یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، چنانچہ جو یہ نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا ہیں۔یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا

حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

بیٹھو۔اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اللہ تعالیٰ اس طرح اپنے احکامات تمہارے لیے بیان کرتا ہے تا کہ تم شکر ادا کرو'' (89)

سوال 1: لغو قسموں سے کیا مراد ہے اور ایسی قسموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم کیا ہے،اس کی وضاحت ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمْ ... الْاَيْمَانَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تمہاری گرفت نہیں کرے گا''

لغو قسموں سے مراد ہے: (i) بے معنی قسمیں۔(ii) ایسی قسم جس میں دل کا پختہ ارادہ شامل نہ ہو۔(iii) زبان پر اللہ کی قسم کا لفظ جاری ہو جائے۔(iv) غیر شعوری طور پر قسم کھا لینا لغو یمین ہے۔اللہ تعالیٰ ایسی قسموں پر کوئی مؤاخذہ نہیں کرتا۔

(2) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قرآن کریم کی یہ آیت ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ﴾ ایسے آدمی کے بارے میں اتری، جو (بات بات پر بغیر ارادہ قسم کے) کہتا ہے، اللہ کی قسم، کیوں نہیں اللہ کی قسم! (بخاری: 4613)

(3) ﴿وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ﴾ ''لیکن وہ ان قسموں پر تمہاری گرفت کرے گا جنہیں تم نے پختہ کیا ہوگا'' اللہ تعالیٰ اس سچی قسم پر مؤاخذہ کرتا ہے جو ارادتاً کھائی جائے۔ایسی قسم پر کفارہ واجب ہے۔

سوال 2: قسم کا کفارہ کیا ہے،اس کی وضاحت ﴿فَكَفَّارَتُهٗٓ ... تَشْكُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ﴾''چنانچہ اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے''قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے خواہ وہ بقدر ضرورت کماتے ہوں یا بالکل غریب ہوں۔

(2)﴿اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ﴾''اوسط درجے کا جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: محتاجوں کو وہ کھانا دو جو تمہارے گھر کے کھانے میں درمیانے درجے کا ہو۔(مختصر ابن کثیر)

(3)﴿اَوْ كِسْوَتُهُمْ﴾''یا انہیں کپڑے پہنانا ہے''یعنی دس مسکینوں کو کپڑے پہنانا۔

(4)﴿اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ﴾''یا ایک غلام آزاد کرنا ہے''یعنی ایک غلام آزاد کرنا۔

(5)﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ﴾''چنانچہ جو یہ نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا ہیں''یعنی استطاعت نہ رکھنے والے کے لیے تین روزے رکھنا۔

(6)﴿ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ﴾''یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا بیٹھو''اس سے مراد ہے کہ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھالو۔یہ ان کو مٹا دیتا ہے اور گناہ کو ختم کر دیتا ہے۔(ابن کثیر)

(7)﴿وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ﴾''اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو''اللہ تعالیٰ کے نام پر جھوٹے اور کثرت سے حلف اٹھانے سے اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔

(8)جب تم حلف اٹھا ہی لو پھر ٹوٹنے سے اس کو بچاؤ سوائے اس کے کہ قسم توڑنے میں کوئی بھلائی ہو۔

(9)قسم کی کامل حفاظت یہ ہے کہ انسان بھلائی پر عمل کرے اور اس کی قسم بھلائی کے راستے کی رکاوٹ نہ بنے۔(تفسیر سعدی:723/1)

(10)سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جب تم کسی کام پر قسم کھاؤ اور اس کے علاوہ دوسرے کام کو بہتر سمجھو تو بہتر کام کرلو اور قسم کا کفارہ ادا کردو۔''(بخاری:6622)

(11)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''نہ اپنے باپوں کی قسم کھاؤ، نہ اپنی ماؤں کی قسم کھاؤ اور نہ اپنے شریکوں کی قسم کھاؤ، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی قسم نہ کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی قسم بھی نہ کھاؤ مگر اس حال میں کہ تم سچے ہو۔''(ابوداؤد:3248،نسائی:3800)

(12)﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾''اللہ تعالیٰ اس طرح اپنے احکامات تمہارے لیے بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو''اللہ تعالیٰ نے حلال وحرام کو بیان کرنے والی اور احکامات کو کھول کھول کر بیان کرنے والی آیات پر اپنا شکر ادا کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(13) اللہ تعالیٰ نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ میں نے تمہیں وہ کچھ سکھایا ہے جو تم نہیں جانتے تھے اس لیے شکر ادا کرنا واجب ہے۔

(14) اللہ تعالیٰ نے شریعت کے احکامات کی معرفت اور وضاحت کی وجہ سے شکر ادا کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

سوال 3: شکر گزاری سے مومن کے اندر کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب: (1) شکر گزاری دراصل اللہ تعالیٰ کے انعامات کا اعتراف کرنے سے مومن کے اندر پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف کرنے سے مومن مغرور نہیں ہوتا۔

(2) مومن شکر گزاری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا احسان مند رہتا ہے اور اس طرح اس کے اندر تواضع پیدا ہوتی ہے۔

(3) غرور و تکبر سے بچنا، اللہ تعالیٰ کا احسان مند رہنا، تواضع اور شکر گزاری مومن کو رب سے جوڑ دیتی ہے۔

(4) مومن کو ان رویوں سے رب کی قربت ملتی ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ شراب اور جوا، اور شرک کے لیے نصب کی گئی چیزیں اور قسمت آزمائیں

عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

سب گندے شیطانی کام ہیں، چنانچہ تم ان سے اجتناب کرو تاکہ تم فلاح پاؤ" (90)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: امام احمد نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ شراب پیتے تھے اور جوئے کا مال کھاتے تھے تو لوگوں نے رسول اکرم ﷺ سے ان دونوں چیزوں کے بارے میں دریافت کیا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾ الخ۔ تو لوگوں نے کہا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر ان چیزوں کو حرام نہیں کیا، بلکہ بڑے گناہ کو بیان کیا ہے، چنانچہ حسب سابق سب لوگ شراب پیتے رہے۔ اسی دوران مہاجرین میں سے ایک شخص نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی تو قرأت میں گڑبڑ کی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس سے سخت حکم نازل فرمایا کہ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ﴾ سے ﴿مُّنْتَهُوْنَ﴾ تک۔ اس آیت کے نزول پر صحابہ کرام بولے، اے ہمارے پروردگار! ہم باز آ گئے۔ اس کے بعد کچھ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس حرمت سے پہلے بہت لوگ شہید ہو گئے اور اپنے بستروں پر انتقال فرما گئے اور وہ شراب بھی پیتے تھے اور جوئے کا مال بھی کھاتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے اور اب اس کو اللہ تعالیٰ نے گندی باتیں شیطانی کام فرمادیا ہے (تو اس کا معاملہ کیا ہوگا)؟ (تفسیر ابن عباس:366/1)

سوال 2: شراب، جوے، شرک کے لیے نصب کی گئی چیزوں اور قسمت آزما تیروں سے اجتناب کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ ... تُفْلِحُونَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو" اللہ تعالیٰ نے مومن کو اس کے ایمان کی یاد دلائی ہے۔ ایمان دل کے اندر اترا ہوا ہو تو کوئی گھٹن، کوئی خلجان باقی نہیں رہ جاتا۔

(2) ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ﴾ "بلاشبہ شراب" ہر وہ چیز خمر ہے جو عقل کو ڈھانپ لے یعنی عقل پر نشے کا پردہ ڈال دے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔" (مسلم:5219)

(3) (الف) شراب انسان کے اندر سے لطیف انسانی احساسات کو ختم کر دیتی ہے۔ اور انسان کے اندر حد سے بڑھی ہوئی بے حسی پیدا کر دیتی ہے۔ (ب) شرابی دوسروں کے دکھ درد کو محسوس نہیں کرتا۔ (ج) جو لوگ بے حس ہو جاتے ہیں وہ دوسرے کی عزت کو عزت نہیں سمجھتے۔ ایسے لوگ دوسروں کو ناحق ستانے میں، ظلم ڈھانے میں اور بے انصافی کرنے میں آخری حد تک شیر ہو جاتے ہیں۔

(4) ﴿وَالْمَيْسِرُ﴾ "اور جوا" وہ تمام مقابلے جن میں دونوں پارٹیوں کی طرف سے جیتنے والے کے لیے عوض مقرر کیا گیا ہو، مثلاً گھڑ دوڑ وغیرہ۔

(5) (الف) جوا انسان کی بے غرضی کو ختم کرتا ہے۔ (ب) جوا انسان کے اندر حد سے بڑھی ہوئی خود غرضی پیدا کرتا ہے۔ (ج) جواباز دوسرے انسانوں کے لیے صرف استحصال چاہتا ہے۔

(د) جواباز بہت سارے انسانوں کو لوٹ کر اپنے لیے بڑی کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے۔

(6) ﴿وَالْأَنْصَابُ﴾ "اور شرک کے لیے نصب کی گئی چیزیں" اس سے مراد وہ بت وغیرہ ہیں جن کو نصب کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بجائے ان کی عبادت کی جاتی ہے۔

(7) (الف) شرک کے لیے نصب کی گئی چیزیں اللہ تعالیٰ سے بے وفائی اور غیر اللہ سے وفا کی نشانیاں ہیں۔ (ب) یہ چیزیں انسان میں ذہنی انتشار پیدا کرتی ہیں۔ (ج) یہ چیزیں انسان کو اس کے مقام سے گراتی ہیں۔ کسی اور کے نام کی نذریں اور قربانیاں انسان کے اندر کھوٹ لے آتی ہیں۔ (د) یہ چیزیں انسان کو غیروں کا غلام بناتی ہیں۔ (و) یہ چیزیں انسانوں کے اندر خوف بھر دیتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8)﴿وَالْاَزْلَامُ﴾ ''اور قسمت آزماتیر'' جن کے ذریعے لوگ اپنی قسمت کا حال معلوم کرتے ہیں۔

(9)(الف) اس سے مراد فال گیری اور قرعہ اندازی کے وہ طریقے ہیں جن میں غیر اللہ سے مدد طلب کرنے کا عقیدہ شامل ہوتا ہے۔(ب) قسمت آزما تیر انسان کو توہم پرست بناتے ہیں۔(ج) یہ انسان کو حقیقت پسند نہیں رہنے دیتے۔ بے حس، خود غرض، بے وفا اور توہم پرست انسان آپس کی بے اعتمادی کا شکار ہوتے ہیں، ایک دوسرے سے شکایتیں کرتے ہیں۔اور ان کے اندر دشمنیاں پروان چڑھتی ہیں۔

(10) اللہ تعالیٰ نے ان چار چیزوں سے روکا ہے، اور ان کے مفاسد سے آگاہ کیا ہے جس کی وجہ سے ان سے اجتناب کرنا ممکن ہے۔

(11)﴿رِجْسٌ﴾ یہ تمام کام گندے ہیں جن کی گندگی سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

(12)﴿مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ﴾ ''شیطانی کام ہیں'' یہ تمام کام شیطانی اعمال ہیں جن سے بچنا اس لیے واجب ہے کہ شیطان انسان کا دشمن ہے اور دشمن کی سازشوں سے اور ان اعمال سے بچنے کی کوشش کی جاتی ہے جن میں ملوث کر کے دشمن ہلاک کرنا چاہتا ہے۔اپنے کھلے دشمن سے دور رہنے کے ساتھ ساتھ ان اعمال سے اور ان میں پڑنے سے بچنا چاہیے۔

(13) یہ اعمال بغض اور عداوت پیدا کرتے ہیں خاص طور پر شراب اور جوا۔شراب سے ہوش وحواس چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات شراب نوشی کرنے والے ایک دوسرے کو قتل تک کر ڈالتے ہیں اور جوئے میں بغیر کسی مقابلے کے جیتنے والا بہت سا مال حاصل کر لیتا ہے جو بغض اور عداوت کا سبب بنتا ہے۔

(14)﴿فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''چنانچہ تم ان سے اجتناب کرو تا کہ تم فلاح پاؤ'' ان اعمال سے اجتناب کیے بغیر فلاح ممکن نہیں۔فلاح مطلوبہ چیز کے حصول میں کامیابی اور جس چیز سے انسان خوف کھاتا ہے اس سے نجات کا نام ہے اور شراب، جوا، آستانے اور قسمت آزما تیر فلاح کے راستے کی رکاوٹ ہیں۔

(15) یہ چاروں اعمال دل کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے، اس کی یاد سے روک دیتے ہیں اور جسم کو نماز سے دور کر دیتے ہیں حالانکہ ذکر اور نماز کے لیے ہی انسان کو پیدا کیا گیا اور ان ہی سے فلاح اور سعادت ممکن ہے۔

(16) شراب اور جوا انسان کو غافل کر دیتے ہیں۔انسان کا دل ان کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے تو اسے ہوش نہیں رہتا کہ وہ کہاں ہے؟ کون سا گناہ اس سے بڑھ کر ہے جو انسان کو ناپاک کر دے اور اسے ناپاک لوگوں میں شامل کر دے؟ کون سا گناہ اس سے بڑھ کر ہے جو شیطانی کاموں اور اس کے مکر وفریب کے جال میں پھنسا دے؟ پھر اشرف المخلوقات یعنی انسان جس کو فرشتوں سے سجدہ کروایا گیا وہ شیطان کا اس طرح فرماں بردار بن جائے جیسے مویشی چرواہے کے فرماں بردار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور مطیع ہوتے ہیں۔شیطان اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کی فلاح کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔شیطان اہل ایمان میں بغض اور دشمنی کے بیج بوتا ہے،انہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے روکتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ ''تو کیا تم باز آنے والے ہو؟''

سوال 3:اللہ تعالیٰ نے گندے شیطانی کاموں سے روکنے کے لیے مومن کو کیسے تیار کیا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے گندگی اور شیطانیت کے خلاف ابھارا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کی کامیابی کے لیے گندگی کو چھوڑنے کو ضروری قرار دے کر مومن کو فیصلہ کن موڑ پر لا کھڑا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان دنیا میں ساری قربانیاں کامیابیوں کے لیے ہی تو دیتا ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ جب گندگی چھوڑنے کو ہی ایمان اور فلاح کے لیے ضروری قرار دے دیتا ہے تو مومن یہ سارے کام چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ فلاح اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ ان چیزوں سے اجتناب نہ کیا جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ

''بلاشبہ شیطان یہی ارادہ رکھتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے

وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾

اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے،تو کیا تم باز آنے والے ہو؟''(91)

سوال 1:شراب کب حرام ہوئی؟

جواب:(1)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:شراب تین بار حرام ہوئی۔جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ شراب پیتے تھے اور جوے کا مال کھاتے تھے۔آپ ﷺ سے لوگوں نے شراب اور جوے کے بارے میں پوچھا تو﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ ۭ قُلِ الْعَفْوَ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (البقرہ:219) نازل ہوئی تو لوگوں نے سمجھا کہ شراب اور جوا حرام نہیں ہوا کیونکہ آیت میں ہے:﴿وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ ''ان میں لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں'' چنانچہ یہ لوگ شراب پیتے رہے۔ایک دن ایک مہاجر نے نماز پڑھائی اور قرأت میں گڑبڑ کی پھر﴿يٰٓاَيُّهَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم نماز کے قریب بھی نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشے میں ہو یہاں تک کہ تم جان لو جو کچھ تم کہتے ہو'' (النساء:43) نازل ہوئی۔ پھر بھی لوگ شراب پیتے رہے۔ بعض دفعہ نماز کا وقت ہوتا اور کوئی شخص نشے میں چور ہوتا۔ پھر اس سے بھی سخت آیات نازل ہوئیں۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (90) اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (91)﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ شراب اور جوا، اور شرک کے لیے نصب کی گئی چیزیں اور قسمت آزمائی تیر سب گندے شیطانی کام ہیں، چنانچہ تم ان سے اجتناب کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ بلاشبہ شیطان یہی ارادہ رکھتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو؟'' (المائدہ:91,90) اور صاف طور پر شراب کی ممانعت آ گئی۔ (مختصر ابن کثیر:1/468)

(2) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شراب کے بارے میں وضاحت چاہتے تھے چنانچہ البقرہ والی آیت نازل ہوئی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر سنائی گئی۔ ان کی تشفی نہ ہوئی تو دعا کی کہ اے اللہ اور وضاحت فرما چنانچہ سورۃ النساء والی آیت نازل ہوئی۔ پھر حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة کے بعد موذن کہتا: ﴿لَا يَقْرَبَنَّ الصَّلَاةَ سَكْرَانُ﴾ نشے والا نماز میں حاضر نہ ہو۔ جب یہ آیت بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر سنائی گئی تو پھر انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! شراب کے بارے میں شفا بخش بیان نازل فرما دے۔ پھر المائدہ والی آیت نازل ہوئی اور انہیں بلا کر سنائی گئی۔ جب وہ ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ پر پہنچے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بولے: ﴿انتهينا انتهينا﴾ ہم باز آئے، ہم باز آئے۔ (ترمذی، نسائی، ابوداؤد)

(3) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (حرمت نازل ہونے کے بعد) جو شراب بہائی گئی تھی وہ ''فضیخ'' کی تھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ مجھ سے ابوالنعمان نے اس زیادتی کے ساتھ بیان کیا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا، میں صحابہ کی ایک جماعت کو سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر شراب پلا رہا تھا کہ شراب کی حرمت نازل ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو حکم دیا اور انہوں نے اعلان کرنا شروع کیا۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: باہر جا کے دیکھو یہ آواز کیسی ہے۔ بیان کیا کہ میں باہر آیا اور کہا کہ ایک منادی اعلان کر رہا ہے کہ ''خبردار ہو جاؤ شراب حرام ہو گئی ہے'' یہ سنتے ہی انھوں نے مجھ سے کہا کہ جاؤ اور شراب بہا دو۔ راوی نے بیان کیا، مدینے کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔ راوی نے بیان کیا کہ ان دنوں ''فضیخ'' شراب استعمال ہوتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھی۔ بعض لوگوں نے شراب کو جو اس طرح بہتے دیکھا تو کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں نے شراب سے اپنا پیٹ بھر رکھا تھا اور اسی حالت میں انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔ بیان کیا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی "جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے رہتے ہیں، ان پر اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو انہوں نے کھا لیا۔" (صحیح بخاری:4620)

سوال 2: شراب کو کیوں حرام قرار دیا گیا، دلائل دیں؟

جواب: (1) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو مجھ پر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔" میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: "حق تعالیٰ نے شراب، جوے، شطرنج اور غبیرا کو حرام فرمادیا اور ہر نشے والی چیز حرام ہے۔" (مسند احمد:171/2)

(2) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہر نشہ لانے والی چیز خمر یعنی شراب ہے اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے اور جو شخص دنیا میں شراب پیئے گا اور اس حال میں مر گیا کہ شراب پیتا رہا اور توبہ نہ کی تو آخرت میں شراب نہیں پیئے گا اور جنت کی شراب سے محروم ہوگا اگر جنت کا داخلہ نصیب ہو گیا۔" (مسلم:168/3)

(3) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک شخص یمن سے آیا اس نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہمارے علاقے میں ایک شراب ہے جو جوار سے بنائی جاتی ہے لوگ اسے پیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: "کیا وہ نشہ لاتی ہے؟" سوال کرنے والے نے عرض کیا کہ ہاں وہ نشہ لاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ﴾ "نشہ لانے والی ہر چیز حرام ہے" پھر فرمایا: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ عہد فرما لیا ہے کہ جو شخص نشہ لانے والی چیز پیئے گا اللہ تعالیٰ اسے طینۃ الخبال سے پلائے گا۔" صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! طینۃ الخبال کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "دوزخیوں کے جسموں کا نچوڑ ہے۔" (ابوداؤد:62/2، مسلم)

(4) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو چیز زیادہ مقدار میں نشہ لائے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔" (ابوداؤد:3681)

(5) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے لعنت کی شراب پر اور اس کے پینے والے پر اور اس کے پلانے والے پر اور اس کے بیچنے والے اور اس کے خریدنے والے پر اور شراب بنانے والے پر اور بنوانے والے پر اور جو شراب کو کسی کے پاس لے جائے اس پر اور جس کے پاس لے جائے اس پر بھی۔" (ابوداؤد: 3674)

(6) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے وہ ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو۔'' (بیہقی)

(7) ایک حدیث میں ارشاد ہے: ﴿اَلْخَمْرُ جُمَّاعُ الْاِثْمِ﴾ کہ شراب تمام گناہوں کو جمع کیے ہوئے ہے۔ (مشکوۃ المصابیح:44)

(8) شراب ہر برائی کی کنجی ہے۔ سیدنا ابودردا رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ مجھے میرے دوست سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی: ''کسی بھی چیز کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرنا اگر چہ تیرے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور تجھے جلا دیا جائے اور قصداً نماز نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے قصداً نماز چھوڑ دی اس سے اللہ کا ذمہ بری ہو گیا اور شراب مت پینا کیونکہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔'' (مشکوۃ المصابیح:51/1)

(9) جو لوگ شراب نہ چھوڑیں ان سے قتال کیا جائے۔ سیدنا دیلم حمیری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم ٹھنڈی سرزمین میں رہتے ہیں اور سخت محنت کرتے ہیں اور صورت حال یہ ہے کہ ہم گیہوں کی شراب بنا لیتے ہیں جسے استعمال کر کے ہم محنت کے کاموں پر اور اپنے شہروں کی ٹھنڈک پر قوت حاصل کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا: ''وہ نشہ لاتی ہے؟'' میں نے عرض کیا: جی ہاں وہ نشہ لاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس سے پرہیز کرو۔'' میں نے عرض کیا کہ لوگ اسے چھوڑنے والے نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر اسے نہ چھوڑیں تو تم ان سے قتال کرو یعنی جنگ کرو۔'' (ابوداؤد:3683)

(10) جواری اور شرابی جنت سے محروم رہیں گے۔ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ماں باپ کو تکلیف دینے والا اور جوا کھیلنے والا اور احسان جتانے والا اور جو شخص شراب پیا کرتا ہے یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے۔'' (دارمی:31/2)

(11) شراب، خنزیر اور بتوں کی بیع حرام ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے موقع پر یہ فرماتے ہوئے سنا: ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے شراب اور مردار اور خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام قرار دیا ہے۔'' (بخاری:298/1)

(12) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک مشک شراب کی تحفہ لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو؟'' اس نے کہا: نہیں، تب اس نے کان میں دوسرے سے بات کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو نے کیا بات کی؟'' وہ بولا: میں نے کہا بیچ ڈال اس کو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اس کا پینا حرام کیا ہے اس نے اس کا بیچنا بھی حرام کیا ہے۔'' یہ سن کر اس شخص نے مشک کا منہ کھول دیا اور جو کچھ اس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں تھا سب بہہ گیا۔(صحیح مسلم:1579)

سوال3: شراب کے نقصانات کیا ہیں؟

جواب: شراب کے کثیر نقصانات ہیں: (الف) شخصی نقصان یہ ہے کہ انسان کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔

(ب) اجتماعی نقصان یہ ہے کہ بغض اور عداوت کے بیج بوئے جاتے ہیں۔

(ج) دینی نقصان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے روک دیتی ہے۔

(د) مالی نقصان یہ ہے کہ مال نفع کے لیے نہیں نقصان کے لیے خرچ ہوتا ہے۔

سوال4: شیطان شراب اور جوے کے ذریعے کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّمَا... مُّنْتَهُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾ ''بلاشبہ شیطان یہی ارادہ رکھتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے'' شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے اہل اسلام میں بغض اور عداوت پھیل جائے۔

(2) ﴿الْخَمْرِ﴾ ''شراب'' شراب سے شیطان اپنے منصوبے میں ایسے کامیاب ہوتا ہے کہ (الف) شراب سے انسان کا فہم ختم ہو جاتا ہے۔ (ب) شراب سے گوشت اور خون کا نقصان ہوتا ہے۔ (ج) شراب سے انسانی جذبات میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ (د) شراب سے انسان کے میلانات میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔

(و) شراب کی وجہ سے انسان کو جو مالی نقصان ہوتا ہے اس کی وجہ سے دلی بغض اور عداوت پیدا ہوتی ہے۔

(3) ﴿وَالْمَيْسِرِ﴾ ''اور جوے کے ذریعے'' جوے سے شیطان اپنے منصوبے میں ایسے کامیاب ہوتا ہے کہ (الف) جوے کی وجہ سے انسان کی عقل ماری جاتی ہے۔ (ب) جوے میں جو ہارتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ اس کی دولت دوسرا اڑا رہا ہے جب کہ وہ دولت سے محروم ہے، شکست خوردگی کا یہ احساس اس کے دل میں بغض اور عداوت پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔

(ج) اگرچہ جوے باز بظاہر دوست نظر آتے ہیں مگر ان کے دل نفرت سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔

(4) ﴿وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ﴾ ''اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے'' شیطان یہ بھی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے اہل اسلام کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے۔

(5) شراب اور جوا اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روکتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے لیے تخلیق کیا ہے اور ہماری زندگی کا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مقصد عبادت ہے تاکہ ہمارے دل اللہ تعالیٰ سے جڑ جائیں۔ شراب اور جوا دلوں کو غافل کرتے ہیں۔ دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے، اس کی یاد سے اور دل اور بدن نماز سے دور ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا: ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ ''تو کیا تم باز آنے والے ہو؟''

سوال 5: شیطان کے مقاصد بتانے کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) جب انسان یہ جان لیتا ہے کہ شیطان بغض اور دشمنی پیدا کرنا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روکنا چاہتا ہے تو مومن کا دل جاگ اٹھتا ہے، اس کا احساس تیز ہو جاتا ہے اور وہ فیصلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

(2) جب اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں کہ کیا تم باز آنے والے ہو؟ تو مومن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ والا جواب دیتا ہے کہ ہم باز آ گئے، ہم باز آ گئے۔

سوال 6: انسان شراب کیوں پیتا ہے؟

جواب: (1) کچھ وقت کے لیے حقیقی دنیا سے اپنے آپ کو الگ کرنے کے لیے۔

(2) خیالی دنیا اور تصورات میں گھومنے کے لیے۔ (3) حقیقی زندگی سے فرار کا راستہ اختیار کرنے کے لیے۔

سوال 7: اسلام حقیقی زندگی سے فرار کی اجازت کیوں نہیں دیتا؟

جواب: (1) اسلام چاہتا ہے کہ انسان حقائق کا سامنا کریں، حقائق کا مقابلہ کریں اور حقائق میں زندہ رہیں۔

(2) اسلام چاہتا ہے کہ انسان اپنی زندگی کی بنیاد حقائق پر رکھیں۔

(3) اسلام چاہتا ہے کہ انسان کی زندگی محض خیالی دنیا اور تصورات پر قائم نہ ہو، یہ بیمار طرز زندگی ہے۔

(4) اسلام چاہتا ہے کہ انسان کا ارادہ کمزور نہ پڑے، انسان کا ارادہ آزاد ہو۔ اس کے لیے وہ دل کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے کہ دیکھو کہیں ارادہ کمزور نہ ہو جائے، یہی عزم کی کمزوری تو تمہارے باپ میں آئی تھی اور وہ عہد کو بھول گئے تھے، اب تم نہ بھولنا۔

(5) اسلام ارادے کو اہمیت دیتا ہے اور انسان کے ارادے پر کوئی قوت اثر انداز نہیں ہونے دینا چاہتا۔

(6) شراب سے انسان کے ارادے میں کمزوری آتی ہے۔ انسان حقیقی دنیا سے فرار چاہتا ہے اس لیے اسلام شراب پر پابندی عائد کرتا ہے۔

سوال 8: اسلام نشہ آور چیزوں پر کیوں پابندی عائد کرتا ہے؟

جواب: (1) اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان بیدار رہے، ہر لمحے اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھتا رہے، اللہ تعالیٰ سے رابطہ مضبوط رکھے اور اس کے لیے اسلام دل کے اندر اترتا ہے، بند دروازے کھولتا ہے اور بتاتا ہے کہ نشہ آور چیزوں سے انسان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوش غائب ہو جاتی ہے۔

(2) اسلام انسان پر فرائض عائد کرتا ہے، جن کی ادائیگی کے لیے ہوش مند ہونا ضروری ہے جبکہ شراب ہوش غائب کر دیتی ہے۔

(3) اسلام انسان کو صرف اپنی ذات اور اپنی لذتوں کے اندر غرق رہنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام چاہتا ہے کہ انسان اپنے نفس کے حقوق ادا کرے، اہل وعیال کے حقوق ادا کرے، اپنے معاشرے کے حقوق ادا کرے اور پوری انسانیت کے حقوق ادا کرے، انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے، ہدایت دے۔ اس وجہ سے اسلام چاہتا ہے کہ انسان ہوش مند رہے، ہر وقت بیدار رہے، لذت اور شہوت کا غلام نہ بن جائے جب کہ شراب انسان کو مدہوشی میں نہا دیتی ہے اور وہ کوئی فرض ادا کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ اس لیے اسلام ہر نشہ آور چیز پر پابندی عائد کرتا ہے کہ یہ انسان کو انسان نہیں رہنے دیتی۔

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا

''اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور ان کی نافرمانی سے بچو، پھر اگر تم نے منہ موڑا

عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾

تو جان لو کہ بلاشبہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف کھول کر پہنچا دینا ہے'' (92)

سوال: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے حکم کی وضاحت ﴿وَاَطِيْعُوا ... الْمُبِيْنُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ایک ہی چیز کا نام ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے وہ رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اور جو رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 726/1)

(2) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے سارے احکامات کی تعمیل کی جائے۔

(3) یعنی ظاہری اور باطنی اعمال واقوال، حقوق اللہ اور حقوق مخلوق سے متعلق واجب اور مستحب اعمال بجا لائے جائیں اور (اطاعت) اس امر کو متضمن ہے کہ ان امور سے اجتناب کیا جائے جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے منع کیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 726/1) (4) ﴿وَاحْذَرُوْا﴾ ''اور ان کی نافرمانی سے بچو'' یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی سے ڈرو کیونکہ یہ نافرمانی خسارے کا باعث ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ''پھر اگر تم نے منہ موڑا تو جان لو کہ بلاشبہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف کھول کر پہنچا دینا ہے'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے منہ موڑنے والوں کو یہ دھمکی دی گئی ہے کہ جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور جس چیز سے تمہیں روکا گیا ہے اگر تم اس کی تعمیل سے منہ موڑو گے تو رسول اللہ ﷺ نے تو تبلیغ کر دی، فرض ادا کر دیا اور آپ کے معاملے سے فارغ ہو گئے ہیں اب اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے گھیر لیا تو رسول اللہ ﷺ عذاب کو دور نہیں کر سکتے۔

(6) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت نہ کر کے اپنا نقصان کرو گے کہ اللہ تعالیٰ تو سرکشوں کو سزا دینے والا ہے۔

(7) رسول ﷺ نے پیغام پہنچا کر اپنا فرض ادا کر دیا اب اگر تم سیدھے راستے پر چلو گے تو تمہارا فائدہ ہے اور اگر تم برائیاں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا محاسبہ کرے گا۔

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا

''جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں ان پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ کھا چکے جب وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر گئے

وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ

اور وہ ایمان لائے اور انہوں نے نیکیاں کیں پھر وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اور وہ ایمان لائے پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہی رہے

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

اور انہوں نے نیکیاں کیں اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' (93)

ع 12 7 2

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: جب شراب کی تحریم، ممانعت کی تاکید اور اس کی بابت سخت حکم نازل ہوا تو بہت سے اہل ایمان کی خواہش تھی کہ وہ اپنے مومن بھائیوں کے بارے میں جانیں جو حالت اسلام میں فوت ہوئے اور شراب کی تحریم سے قبل وہ شراب پیا کرتے تھے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ﴾ ''جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں ان پر اس میں کوئی گناہ نہیں۔'' (تفسیر سعدی: 727/1)

سوال 2: حلال وحرام کے احکامات آنے سے قبل جن مسلمانوں نے کوئی حرام چیز استعمال کی اس کے بارے میں اسلام کا موقف کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿لَيْسَ ... الْمُحْسِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)حلال وحرام کے احکامات آنے سے قبل جن مسلمانوں نے کوئی حرام چیز استعمال کی اس کے بارے میں اسلام کا مؤقف یہ ہے کہ جب تک کسی چیز کو حرام نہ کیا گیا ہو وہ حرام نہیں ہوتی۔

(2)حلال وحرام کے احکامات کا اطلاق ماضی پر نہیں ہوتا۔

(3)احکامات کے آنے سے پہلے سزا نہیں ہوتی نہ دنیا کی، نہ آخرت کی۔جو لوگ احکامات آنے سے پہلے وفات پا گئے تو ان پر کسی قسم کا مؤاخذہ نہ ہوگا۔اس لیے کہ انہوں نے حرام چیز استعمال نہیں کی، وہ تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے، گناہوں سے بچتے رہے، نیک کام کرتے رہے۔اس لیے ان کو سزا نہیں ملے گی۔

(4)﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا﴾''جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں ان پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ کھا چکے''یعنی شراب اور جوے کے حرام ہونے سے پہلے جو وہ کھاتے پیتے تھے اس کے بارے میں ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

(5)﴿اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾''جب وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر گئے اور وہ ایمان لائے اور انہوں نے نیکیاں کیں''یعنی اس شرط کے ساتھ کہ وہ گناہوں کو چھوڑیں اور اللہ تعالیٰ پر ایسا پختہ اور صحیح ایمان رکھیں جس کی وجہ سے اعمال صالح کا صدور ممکن ہوتا ہے پھر اس پر ہمیشہ قائم رہیں۔ایمان اس وقت تک کافی نہیں جب تک اس پر مستقل مزاجی سے ہمیشہ قائم نہ رہیں۔ایمان پر دوام اور نیک اعمال پر موت آئے مومن سے یہی مطلوب ہے۔

(6)﴿ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا﴾''پھر وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اور وہ ایمان لائے''یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اس سے بچتے رہے اور ایمان اور تقویٰ پر ثابت قدم رہے۔

(7)﴿ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا﴾''پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہی رہے اور انہوں نے نیکیاں کیں''پھر وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اور یہ خوف انہیں احسان کے درجے تک لے گیا اور یہ احسان وہ عمل ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض نہیں کیا۔

(8)﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾''اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے''اللہ تعالیٰ نوافل کے ذریعے قرب چاہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ان اعمال کو وہ پسند کرتا ہے۔(جامع البیان:39/7)

سوال3:اس آیت میں تقویٰ کی تین بار تکرار کی گئی ہے، حکمت واضح کریں؟

جواب:(1)پہلے مقام پر ایمان، عمل صالح اور تقویٰ کا ذکر کیا گیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اعمال کی اصل قدر و قیمت انسان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے اندر کے شعور کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہاں تقویٰ سے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم کو قبول کرنا اس کی تصدیق کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا ہے۔

(2) دوسرے مقام پر تقویٰ اور ایمان کا ذکر کیا گیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اندر کے شعور کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہر وقت جڑا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تصدیق اندر کے چھپے ہوئے شعور کے ترجمان ہوتے ہیں۔ یہاں تقویٰ سے مراد تصدیق پر ثبات ہے اور احکامات کو تبدیل کرنے کو چھوڑ دینا ہے۔

(3) تیسرے مقام پر تقویٰ اور احسان کا ذکر کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اعمال میں حسن اور اندر کے شعور کے درمیان ایک رابطہ ہوتا ہے۔ اعمال کی ظاہری صورت پر اس کے اجر کا دارومدار نہیں اس کی نیت پر ہے اور نیت کا تعلق باطنی شعور سے ہے، اسی شعور کا نام تقویٰ ہے۔ یہاں پر تقویٰ سے مراد احسان اور نوافل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ (جامع البیان: 39/7) حقیقت یہ ہے کہ تقویٰ پر ہی سارے اعمال کا دارومدار ہے۔ تقویٰ سے ہی نیت درست ہوتی ہے۔ تقویٰ سے ہی ثابت قدمی آتی ہے۔ تقویٰ سے ہی اللہ تعالیٰ کی قربت ملتی ہے۔ تقویٰ سے ہی اعمال میں حسن پیدا ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ بہت پسند کرتا ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ تمہیں شکار میں سے کسی چیز سے ضرور آزمائے گا کہ تمہارے ہاتھ اور تمہارے

وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ

نیزے اس تک پہنچتے ہوں گے، تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ اس سے بن دیکھے کون ڈرتا ہے؟ پھر اس کے بعد جس نے

فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

زیادتی کی تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے'' (94)

سوال: مومنوں کی شکار سے آزمائش کی جائے گی، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ... اَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' اے وہ لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول کی تصدیق کی ہے۔(جامع البیان:42/7)ایمان والوں کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کا امتحان لے۔

(2)﴿لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ﴾''اللہ تعالیٰ تمہیں شکار میں سے کسی چیز سے ضرور آزمائے گا''اللہ تعالیٰ تمہارا شکار کے ذریعے امتحان لے گا جو بڑا امتحان نہیں ہے۔

(3)﴿تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ﴾''کہ تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے اس تک پہنچتے ہوں گے''یعنی شکار تمہارے ہاتھ اور نیزوں کے اختیار میں ہے۔مجاہد نے کہا:ہاتھ کے اختیار میں چھوٹا شکار ہے اور نیزے کے اختیار میں بڑا شکار۔(جامع البیان:42/7)اگر اختیار نہ ہوتا تو آزمائش نہ ہوتی۔

(4)اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شکار تمہارے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں ہوگا یعنی سہولت سے مارا جاسکتا ہے۔آزمائش تو وہیں ہوتی ہے جہاں انسان اپنے پاؤں پر کھڑا نہ رہ سکے۔

(5)شکار اہل عرب کی تفریح اور معاش کا سامان تھا اس لئے ان کی آزمائش شکار سے کی گئی ہے۔

(6)﴿لِيَعْلَمَ اللّٰهُ﴾''تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے''یعنی اس طرح جان لے جو سب پر ظاہر بھی ہو جائے اور جس پر ثواب یا عذاب بھی ہو۔

(7)﴿مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ﴾''کہ اس سے بن دیکھے کون ڈرتا ہے''اللہ تعالیٰ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کون ہے جو بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی نافرمانی سے رک جاتا ہے اور کون ہے جو شکار سامنے آنے پر شکار کر لیتا ہے۔

(8)اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون پوشیدہ اور ظاہر میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾''جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں یقیناً ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔''(الملک:12)

(9)مسلمانوں کے ضمیر کے اندر رکھے گئے اصولوں کی پرکھ ہے،یہ ایک مضبوط بنیاد ہے جس پر اسلام کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔انسان اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتا لیکن جب وہ ایمان لاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا یقین اس کے اندر موجود ہوتا ہے۔اسی یقین کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔انسان کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے،وہ دیکھتا ہے،وہ باخبر ہے اور وہ ہر چیز پر نگران ہے۔یہ یقین اس کے اندر بڑی تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔

(10)مومن کے اندر اللہ تعالیٰ کے غائبانہ یقین کی حقیقت جتنی گہری جم جاتی ہے وہ اتنا ہی بلند ہو جاتا ہے اس طرح اس کی فطری قوتیں آزاد ہو جاتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(11)ایک انسان اگر ہر چیز کو اپنے حواس سے سمجھنا چاہتا ہے تو اس کی سمجھ کا دائرہ سکڑ جاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو حیوانی سطح پر لے آتا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان دل کا یقین حاصل کریں۔

(12)اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے لیکن وہ علم پر نہیں پکڑتا۔ اس کی پکڑ اور گرفت ان باتوں پر ہوتی ہے جو واقع ہو جائیں۔ اس لیے ایسے شکار سے مسلمانوں کو آزمایا گیا جو ان کے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں ہو لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اس کی اطاعت کرتے ہوئے شکار سے رک جائیں۔

(13)﴿فَمَنِ اعْتَدٰى﴾ ''پھر جس نے زیادتی کی'' جو تم میں سے اللہ تعالیٰ کی حد سے تجاوز کرے اور اسے اپنے لیے حلال کر لے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرا دیا۔

(14)﴿بَعْدَ ذٰلِكَ﴾ ''اس کے بعد'' اس کے بعد کہ دلائل سے حق اور باطل کو واضح کر دیا ہے۔

(15)﴿ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے'' پس اس کے لیے انتہائی دردناک عذاب ہے جس کا وصف اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بیان نہیں کر سکتا، کیونکہ حد سے تجاوز کرنے والے اس شخص کے لئے کوئی عذر نہیں۔ اعتبار اس شخص کا ہے جو لوگوں کی عدم موجودگی میں غائبانہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، رہا لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے خوف کا اظہار کرنا تو یہ کبھی کبھی لوگوں کے خوف کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ تب اس پر کوئی ثواب نہیں۔ (تفسیر سعدی: 1/728)

(16)اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شکار سے روکا ہے اور کامیابی کے لئے سارے مواقع دیئے ہیں اب کوئی سزا کا راستہ اختیار کرے تو اس کا انجام دردناک سزا کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: 2/16)

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم حالت احرام میں ہو تو شکار کو نہ مار ڈالو اور تم میں سے جو بھی جان بوجھ کر اسے مار ڈالے تو اس

مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ

کا بدلہ اس کی مانند جانور ہے جو اس نے مارا ہے، اس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے، یہ کعبہ پہنچنے والی قربانی ہے

الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ

یا کفارے میں مسکینوں کا کھانا ہے یا اس کے برابر روزے ہیں تا کہ وہ اپنے کام کا مزہ چکھے جو کچھ گزر چکا اللہ تعالیٰ نے اسے

عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاف کر دیا اور جس نے دوبارہ یہی کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بڑے انتقام والا ہے" (95)

سوال 1: حالت احرام میں شکار کا کیا حکم ہے، اس کی وضاحت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ... حُرُمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) حالت احرام میں شکار حرام ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شکار کو نہ مارڈالو جب تم حالت احرام میں ہو" یعنی جب حج یا عمرے کے لیے احرام باندھ لو تو شکار نہ کرو۔

(2) اس حکم میں شکار سے پہلے کے امور بھی شامل ہیں مثلاً شکار کی نشاندہی کرنا اور شکار میں تعاون کرنا۔

(3) اس حکم میں شکار کھانا بھی شامل ہے یعنی احرام کی حالت میں محرم شکار نہیں کھا سکتا۔

(4) شکار پر پابندی عام حالت میں نہیں ہے۔ (5) شکار کی پابندی عظیم عبادت کی تعظیم کے لیے ہے۔

(6) یہ حکم حلال جانوروں کے بارے میں ہے۔

(7) چند چیزوں کو حالت احرام میں مارنا مستثنیٰ ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پانچ موذی جانور ایسے ہیں جنھیں حرم میں قتل کیا جا سکتا ہے، کوا، چیل، بچھو، چوہیا اور باؤلا کتا۔" (بخاری: 3314، مسلم: 2861)

سوال 2: حالت احرام میں جان بوجھ کر شکار کرنے کا بدلہ کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ قَتَلَهُ ... عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا﴾ "اور تم میں سے جو بھی جان بوجھ کر اسے مار ڈالے" جو جان بوجھ کر حالت احرام میں شکار کر لے تو اس پر بدلہ ہے۔

(2) ﴿فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ﴾ "تو اس کا بدلہ اس کی مانند جانور ہے جو اس نے مارا ہے" یعنی اس پر مارے ہوئے مویشی کے مطابق بدلہ ہے۔ شکار کے بارے میں یہ دیکھ کر کہ کس جانور سے مشابہت رکھتا ہے اونٹ سے، گائے سے یا بکری سے، اسی کے مطابق مویشی صدقہ کیا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبوتر کے شکار پر بکری، شترمرغ کے شکار پر اونٹنی اور نیل گائے پر گائے ذبح کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

(3) ﴿يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ﴾ "اس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے" وہ لوگ فیصلہ کریں گے جو عادل ہوں اور جانوروں کی مشابہت کی بھی سمجھ رکھتے ہوں۔

(4) ﴿هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ﴾ "کعبہ پہنچنے والی قربانی ہے" شکار کے بدلے کا جانور کعبہ تک پہنچایا جائے گا اور اسے حرم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ذبح کیا جائے گا۔

(5)﴿اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ﴾ ''یا کفارے میں مسکینوں کا کھانا ہے'' مویشیوں میں سے جو بھی مشابہت رکھنے والا جانور ہوگا اس کے مطابق مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا۔ کوئی جانور نہ ملنے کی صورت میں دو منصف مساکین کے کھانے کے بارے میں فیصلہ کریں گے۔ یہ کھانا شکار کی قیمت کے برابر ہونا چاہیے۔ علماء کہتے ہیں کہ جزا یوں پوری ہوگی کہ اس مشابہت رکھنے والے جانور کی قیمت کے برابر غلہ خریدا جائے گا اور ہر مسکین کو گیہوں یا کسی دوسری جنس میں سے ایک مد یا نصف صاع دیا جائے گا۔ روایت میں ہے جب محرم نے ہرن کو مار ڈالا تو اس پر ایک بکری ہے جو مکہ میں ذبح کی جائے گی، اگر نہ پائے تو چھ مسکین کا کھانا ہے اور اگر نہ پائے تو تین روزے ہیں۔ اگر کسی نے اونٹ کو قتل کیا تو اس کے ذمہ ایک گائے ہے، اگر نہ پائے تو بیس مسکینوں کا کھانا دینا اور اگر یہ بھی نہ پائے تو بیس روزے۔ اگر شتر مرغ یا گورخر وغیرہ مارا ہے تو اس پر ایک اونٹنی ہے، اگر نہ ملے تو تیس مسکینوں کا کھانا ہے اور اگر نہ پائے تو تیس دن کے روزے۔ (تفسیر ابن کثیر: 19/2)

(6)﴿اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا﴾ ''یا اس کے برابر روزے ہیں'' یا ایک مسکین کو کھانا کھلانے کے بدلے میں ایک روزہ رکھے۔

(7)﴿لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ﴾ ''تاکہ وہ اپنے کام کا مزہ چکھے'' تاکہ وہ اپنے کیے کا مزہ چکھے۔ حرمت کی توہین کے بارے میں اسلام کا رویہ سخت ہے۔ کفارے سے ہی معافی کی صورت نکل سکتی ہے۔

(8) کفارے کے وجوب کا حکم اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی سزا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 47/1)

(9)﴿عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ﴾ ''جو کچھ گزر چکا اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا'' اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے گناہ جو گزر چکے انہیں معاف فرما دیا۔ لیکن انہیں معاف ہیں جو اسلام میں خلوص سے عمل کرتے ہیں، شریعت کے پابند ہیں اور گناہ نہیں کرتے۔ (مختصر ابن کثیر: 471/1)

(10)﴿وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ﴾ ''اور جس نے دوبارہ یہی کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا'' جو اسلام لانے کے بعد جاہلیت جیسا کام کرے گا یعنی دوبارہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا۔

(11)﴿وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے'' اللہ تعالیٰ عزیز ہے یعنی اپنے کام پر پوری طرح غالب ہے۔ اس پر نافرمان غالب نہیں آ سکتا۔

(11)﴿ذُو انْتِقَامٍ﴾ ''بڑے انتقام والا ہے'' وہ اپنے روکنے کے بعد گناہ کرنے والے کو سزا دیتا ہے۔ (تفسیر منیر: 58/4)

(12) محمد بن اسحاق نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لینے والا ہے جو کفر کرے، علم اور اس میں معرفت کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو کچھ اس کے پاس آیا ہے۔ (ابن ابی حاتم: 1210/4)

﴿اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ

''تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے، جو تمہارے لیے اور قافلوں کے لیے سامان زندگی ہے اور جب

صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾

تک تم حالتِ احرام میں ہو تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ جس کی طرف تم سب کو اکٹھا کیا جائے گا'' (96)

سوال 1: حالت احرام میں دریائی شکار کا کیا حکم ہے، اس کی وضاحت ﴿اُحِلَّ لَكُمْ ... تُحْشَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ﴾ ''تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے'' یعنی سمندر یا دریا سے تازہ تازہ شکار کرنا یا سوکھی یا مری ہوئی مچھلی جو سمندر یا دریا کے ساحل پر آ جائے وہ حالت احرام میں بھی حلال ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 472/1)

(2) ﴿صَيْدُ الْبَحْرِ﴾ ''سمندر کا شکار'' سمندر کے شکار سے مراد اس کے زندہ جانور ہیں۔ ﴿وَطَعَامُهٗ﴾ اور اس کے کھانے سے مراد سمندر میں مرنے والے سمندری جانور ہیں۔

(3) یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مرے ہوئے بحری جانور بھی حلال ہیں۔ (تفسیر سعدی: 730/1)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم سمندر کا سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا پانی لے جاتے ہیں، اگر ہم اس سے وضو کر لیں تو پیاسے رہ جائیں گے، کیا ایسی صورت میں ہم سمندر کے پانی سے وضو کر سکتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿هُوَ الطَّهُوْرُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهٗ﴾ ''اس کا پانی بذات خود پاک اور دوسرے کو پاک کرنے والا ہے، اور اس کا مردار حلال ہے۔'' (ابوداود: 83، ترمذی: 69)

(5) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿اُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ، فَاَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالْحُوْتُ وَالْجَرَادُ، وَاَمَّا الدَّمَانِ فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ﴾ ''ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کر دیئے گئے ہیں: رہے دونوں مردار تو وہ مچھلی اور ٹڈی ہے، اور رہے دونوں خون تو وہ جگر (کلیجی) اور تلی ہے۔'' (ابن ماجہ: 3314)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿مَتَاعًا لَّكُمْ﴾ ''تمہارے لیے سامان زندگی ہے'' یعنی بستی والوں کے لیے،اس سے مراد مقیم لوگ ہیں۔ لوگو! تمہارے نفع اور خوراک کے لیے ہیں۔﴿وَلِلسَّيَّارَةِ﴾ ''اور قافلوں کے لیے'' یعنی مختلف شہروں اور جنسوں کے لوگوں کے لیے جو مسافر ہوں۔(جامع البیان:75/7)

(7)﴿وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا﴾ ''اور جب تک تم حالت احرام میں ہو تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا'' تم پر خشکی کا شکار حرام ہے جب تک محرم ہو۔اگر محرم جان بوجھ کر حالت احرام میں شکار کر لے گا تو گناہ گار ہوگا اور تاوان بھرے گا اور اگر غلطی سے شکار کرے گا تو صرف تاوان بھرے گا اور اسے وہ شکار حرام ہوگا کیونکہ اس کے حق میں شکار گویا مرا ہوا جانور ہے۔(مختصر ابن کثیر:473/1)

(8)سمندری حیوانات کے شکار اور ان کے استعمال کی اجازت دی گئی تو حالت احرام میں بری شکار حرام ہونے کی دوبارہ تاکید کی گئی تاکہ ذہنوں سے بات محو نہ ہو۔

(9)یہاں لفظ ''شکار'' سے یہ مسئلہ اخذ کیا جاتا ہے کہ یہ ضروری ہے کہ شکار کیا ہوا جانور جنگلی ہو کیونکہ پالتو اور گھریلو جانور پر شکار کا اطلاق نہیں ہوتا۔نیز یہ ایسا جانور ہو جس کا گوشت کھایا جاتا ہو کیونکہ جس جانور کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو اس کا شکار نہیں کیا جاتا نہ اس پر شکار کا اطلاق کیا جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:730/1)

(10)اگر کسی غیر محرم نے شکار کیا ہو اور وہ محرم کو ہدیہ کے طور پر دے دے تو اگر غیر محرم نے محرم کو ہدیہ دینے کی نیت سے ہی شکار کیا ہو تو محرم کے لیے اسے کھانا جائز نہیں۔سیدنا صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مقام ابواء یا ودان میں ایک نیل گائے پیش کی تو آپ ﷺ نے اس کے ہدیے کو لوٹا دیا اور جب اس کے چہرے کو (پژمردہ ہوتے ہوئے) ملاحظہ کیا تو فرمایا: ''دراصل ہم نے ہدیہ اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں۔''(بخاری:1825 مسلم:2845)

(11)اگر غیر محرم نے شکار محرم کو دینے کی نیت سے نہ کیا ہو تو محرم کے لیے اسے کھانا جائز ہے۔سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حلال تھے محرم نہیں تھے،انھوں نے ایک نیل گائے کو شکار کیا،ان کے دیگر ساتھی محرم تھے تو انھوں نے اس شکار کے کھانے میں توقف کیا اور اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم میں سے کسی نے اس شکار کی طرف اشارہ کیا تھا،یا اسے شکار کرنے میں کوئی مدد دی تھی؟'' صحابہ نے جواب دیا،نہیں،اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تب تم اسے کھا سکتے ہو'' اور خود رسول اللہ ﷺ نے بھی اسے تناول فرمایا۔(بخاری:1824،مسلم:2851)

(12)﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' یعنی جس چیز کا اس نے حکم دیا ہے اس پر عمل کر کے اور جس چیز سے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے روکا ہے اس سے رک کر ڈر جاؤ یعنی تقویٰ اختیار کرو۔

(13)﴿اَلَّذِیْٓ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ ''جس کی طرف تم سب کو اکٹھا کیا جائے گا'' اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس سب انسانوں کے اکٹھے ہونے کا علم دیا ہے اور اس علم کی مدد سے تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ مومن تقویٰ اختیار کرنے کی جزا کو ذہن میں حاضر رکھے اور دنیا میں صحیح روش اختیار کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہی تمام نیک کاموں کی بنیاد بنتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے خدا خوفی کے جذبات کو ابھارا ہے۔

(14) انسانی زندگی میں تبدیلی لانے والی دوسری بڑی چیز لوٹ جانے کا احساس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنے احکامات کی پابندی کے لئے لوٹ جانے کو اور حساب کتاب کو یاد کروا کر توجہ اس جانب دلائی ہے کہ اس معاملے کو ہلکا نہ سمجھو۔

سوال 2: حرم کے اندر اور حالت احرام میں پابندیاں لگائی گئی ہیں، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) دنیا انسانوں کے لئے کشمکش کا میدان ہے۔ انسان ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے کوششیں کرتے ہیں، ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔ تمام زندہ مخلوق میں یہ جنگ جاری رہتی ہے۔ اسلام انسانوں کو امن کے دن، امن کا خطہ اور امن کی حالت فراہم کرتا ہے۔ امن کے دن حرام مہینے ہیں، امن کا خطہ ''حرم'' ہے اور امن کی حالت، حالت احرام ہے۔

(2) اس کی وجہ سے انسانوں کو خوف کی بجائے اطمینان ملتا ہے۔ تمام لوگ امن، اطمینان اور سلامتی کے ساتھ رہتے ہیں۔

(3) انسان کو محض امن کا ذہنی تصور نہیں دیا عملی طور پر اس کا نمونہ دکھا کر یہ ثابت کیا کہ اسلام ہی دنیا کو امن دے سکتا ہے۔ اسلام کے سائے تلے ہی انسان اطمینان کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

سوال 3: حالت احرام کی پابندیوں سے کیا سکھانا مطلوب ہے؟

جواب: جو حکم احرام کی حالت میں جانوروں کے بارے میں دیا گیا ہے وہی روزمرہ کی زندگی میں عام انسانوں سے مطلوب ہے۔

﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ

''اللہ تعالیٰ نے حرمت والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے اور حرمت والے مہینوں کو بھی اور قربانی کے جانوروں کو بھی

وَالْقَلَآئِدَ ۭ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

اور پٹے ڈالے گئے جانوروں کو بھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ تم جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے

وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جو زمین میں ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے" (97)

سوال 1: اللہ تعالیٰ نے کعبہ، حرمت والے مہینوں، قربانی کے جانوروں اور پٹہ ڈالے گئے جانوروں کو لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے، اس کی وضاحت ﴿جَعَلَ اللّٰهُ ... وَالْقَلَآئِدَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ﴾ "اللہ تعالیٰ نے حرمت والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے" کعبہ (جس کے حروف اصلی ک، ع، ب ہیں) عربی زبان میں اوپر کو اٹھے ہوئے چوکور گھر کو کہتے ہیں۔ کعبہ کی جگہ نشیب میں ہے اور کعبہ دور سے اٹھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ جب کعبہ بنایا گیا تھا اس وقت اس کے چاروں طرف مسجد حرام بنی ہوئی نہیں تھی اس لیے دور سے اٹھا ہوا اور زمین سے ابھرا ہوا نظر آتا تھا، اس ارتفاع کی وجہ سے اس کا نام "کعبہ" رکھا گیا۔ (تفسیر انوار البیان: 2/186)

(2) ﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ﴾ "اللہ تعالیٰ نے حرمت والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے" یعنی اس کی تعظیم کے قیام کے ساتھ ان کا دین اور دنیا قائم ہیں۔ کعبہ کے ساتھ ان کے اسلام کی تکمیل ہوتی ہے۔ ان کے بوجھ ہلکے ہوتے ہیں۔ اس گھر کا قصد کرنے سے زیادہ نوازشیں اور احسانات حاصل ہوتے ہیں۔ اسی کعبہ کے سبب سے اموال خرچ کیے جاتے ہیں اور اس کی خاطر بڑے بڑے اہوال میں گھسا جاتا ہے۔ اسی محترم گھر میں دور دور سے مختلف رنگ و نسل کے مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے مدد لیتے ہیں۔ مصالح عام میں ایک دوسرے سے مشورہ کرتے ہیں۔ ان کے درمیان ان کے دینی اور دنیاوی مفادات کے ضمن میں روابط استوار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ﴾ "تاکہ وہ اپنے منافع کے لئے حاضر ہوں اور چند معلوم دنوں میں چوپائے مویشیوں پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کریں جو اس نے انہیں عطا فرمائے سو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور تنگ دست محتاج کو بھی کھلاؤ۔" (الحج: 28) اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اس محترم گھر کو لوگوں کے لیے اجتماعی زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا، بعض علماء کہتے ہیں کہ ہر سال بیت اللہ کا حج کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر تمام لوگ حج چھوڑ دیں تو تمام وہ لوگ گناہ گار ٹھہریں گے جو حج کرنے کی قدرت رکھتے ہیں بلکہ اگر تمام لوگ حج چھوڑ دیں تو ان کی اجتماعی زندگی کا سہارا ختم ہو جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ (تفسیر سعدی: 1/731)

(3) ﴿وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ﴾ "اور حرمت والے مہینوں کو بھی" یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)اللہ تعالیٰ نے عربوں کے دلوں میں چار مہینوں کا احترام بٹھایا تھا۔اس کے ان پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ (i)وہ جاہلی دور میں بھی ان کا احترام کرتے تھے۔(ii)ان مہینوں میں وہ کسی کو ڈراتے نہیں تھے۔(iii)ان مہینوں میں وہ خون کا بدلہ بھی نہیں لیتے تھے۔(iv)ان مہینوں میں اپنے باپ، بھائی اور بیٹے کے قاتل کو بھی پاتے تو اذیت نہ دیتے۔ (v)ان مہینوں میں لوگ تجارتی سفر کرتے اور رزق حلال تلاش کرتے۔

(vi)ان مہینوں میں لوگ آزادی سے کھلے پھرتے تھے۔

(5)﴿وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ﴾ ''اور قربانی کے جانوروں کو بھی اور پٹے ڈالے گئے جانوروں کو بھی'' اللہ تعالیٰ نے قربانی کے جانور اور پٹہ ڈالے گئے جانوروں کو لوگوں کی گزراوقات کا ذریعہ بنایا۔لوگ ان جانوروں سے فائدے بھی اٹھاتے ہیں اور ثواب بھی حاصل کرتے ہیں۔

(6)ان چیزوں کو بھی اس نے اسی طرح نظام بنا دیا ہے جیسا کہ کعبہ کو اس نے نظام بنایا ہے،ان سب کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے پر زیادتی کرنے سے رک جاتے ہیں جب کہ ان کے پاس کوئی اور روکنے والا نہ ہو،اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو دین کے نشانات اور بندوں کے امور کے مصالح بنا دیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے کعبہ،حرمت والے مہینے،قربانی اور ان جانوروں کو جن کے گلے میں پٹے بندھے ہوں،ان عربوں کے لیے جو ان کی تکریم و تعظیم کرتے تھے،اس سربراہ کے قائم مقام بنا دیا ہے جو اپنے پیروکاروں کے امور کی نگہداشت کرتا ہو۔(المصباح المنیر :406/1)

سوال2:امن وسلامتی کے اقدامات سے کیا مطلوب ہے؟

جواب:(1)انسان کی تربیت کہ انسان بلند ہو کر ملاء اعلیٰ سے معاملہ کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔

(2)پسی ہوئی،خوف زدہ اور مصیبت زدہ انسانیت جان لے کہ امن کے لیے ایمان لانا ضروری ہے۔

سوال3:کعبہ کے حرم اور زندگی کے قیام کا ذریعہ بنانے سے،ماہ حرام،قربانی کے جانور اور قلادوں کی معاونت سے اللہ تعالیٰ کیا بتانا چاہتے ہیں،اس کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا ... شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

''اس کی وجہ یہ ہے کہ تم جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' کعبہ کے حرم اور زندگی کے قیام کا ذریعہ بنانے سے،ماہ حرام،قربانی کے جانور اور قلادوں کی معاونت سے اللہ تعالیٰ دراصل یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا علم ہے جس نے تمہاری دینی اور دنیاوی مصلحتوں کا لحاظ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھا اور یہ گھر بنایا۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان جان لیں کہ ''جائے امن'' قرار دینے والا انسانوں کے حالات سے بھی باخبر ہے اور اسے آسمانوں اور زمین کے اندر کی ہر چیز کا علم ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان جان لیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کے مزاج سے، اس کی نفسیات سے آگاہ ہے۔ وہ ان کی زندگیوں کو جانتا ہے اور انہیں ایسا قانون دیتا ہے جو ان کے نفسیاتی اور مزاجی تقاضوں، ان کی ضروریات اور ان کے میلانات کے مطابق ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان جان لیں کہ وہ انسانوں کی تمام ضروریات کا لحاظ رکھتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان جان لیں کہ اس نے شریعت کو انسانی فطرت کے عین مطابق رکھا ہے تاکہ شریعت اور فطرت میں مکمل ہم آہنگی ہو جائے۔

(5) اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسانوں کو شریعت کے بارے میں شرح صدر حاصل ہو جائے تاکہ انہیں اللہ تعالیٰ کا کمال اور جمال محسوس ہو تاکہ وہ سکون میں آجائیں۔

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً سخت سزا دینے والا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (98)

سوال 1: ﴿اِعْلَمُوْٓا ... غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِعْلَمُوْٓا﴾ ''جان لو'' یعنی اس علم کو ہمیشہ اپنے دلوں میں بٹھائے رکھو۔

(2) ﴿اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اللہ تعالیٰ یقیناً سخت سزا دینے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نافرمانی کرنے والوں کو دنیا و آخرت میں یقیناً سخت سزا دینے والا ہے۔

(3) ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ '' اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' تمہارے دلوں میں یہ حقیقت ہمیشہ بیٹھی رہے، تمہیں ہمیشہ یہ معلوم رہے، کبھی یہ علم معدوم نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بخش دینے والا ہے، ان پر رحم فرمانے والا ہے جو گناہوں کی بخشش کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف اور اس سے بخشش اور ثواب کی امید اس علم کے ثمرات ہیں اور تم خوف اور امید کے تقاضوں کے مطابق عمل کرتے رہو۔

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر مومن کو اللہ تعالیٰ کی تیار کردہ سزا (عذاب) کا علم ہو جائے تو کوئی جنت کی طمع نہ کرے اور اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت (کی وسعت) کا علم ہو جائے تو کوئی اس کی جنت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ناامید نہ ہو۔'' (مسلم:6979)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سزا کے ڈراوے کے ساتھ اپنی مغفرت اور رحمت کا شعور دلایا ہے، حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ جو مومن اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرتے ہیں وہ مطمئن ہو جائیں کہ اللہ تعالیٰ بہترین جزا دینے والا منصف ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ مومن یہ جان لیں کہ اپنے اعمال ہی کام آنے والے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ مومن کے ذہن میں اس حقیقت کو تازہ کرتے ہیں کہ اگرچہ وہ بظاہر دکھائی نہیں دیتا مگر وہ زندہ ہے، موجود ہے، حکم دیتا ہے، مومنوں کی نگرانی کرتا ہے، ان کے اعمال کا حساب رکھتا ہے، ان کو جزا دیتا ہے اور ان کو سزا دیتا ہے۔ یہ شعور انسان کو اس قابل بناتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا سچا بندہ بن کر رہ سکے۔

﴿مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ﴾

''رسول پر پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بھی تم ظاہر کرتے ہو اور جو بھی تم چھپاتے ہو'' (99)

سوال: رسول کی ذمہ داری پہنچا دینا ہے، اس کی وضاحت ﴿مَا عَلَى الرَّسُوْلِ ... تَكْتُمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ﴾ ''رسول پر پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں'' رسول کا کام اللہ تعالیٰ کے پیغام کو آگے پہنچانا ہے۔ نبی ﷺ نے اپنی ذمہ داری پوری کی۔ اس کے سوا دیگر معاملات میں آپ ﷺ کو کوئی اختیار نہیں۔ (تفسیر سعدی:732/1) (2) پیغام پہنچ جانے کے بعد اگلا معاملہ اللہ تعالیٰ اور بندے کا ہے۔

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دسویں تاریخ کو رسول کریم ﷺ نے منیٰ میں خطبہ دیا، (یعنی ذوالحجہ کی دسویں تاریخ) خطبہ میں آپ ﷺ نے پوچھا: لوگو! آج کون سا دن ہے؟ لوگ بولے: یہ حرمت کا دن ہے، آپ ﷺ نے پھر پوچھا: اور یہ شہر کون سا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ حرمت کا شہر ہے، آپ ﷺ نے پوچھا: یہ مہینہ کون سا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ حرمت کا مہینہ ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''بس تمہارا خون، تمہارے مال اور تمہاری عزت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت، اس شہر اور اس مہینہ کی حرمت ہے،'' اس کلمہ کو آپ ﷺ نے کئی بار دہرایا اور پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا: ''اے اللہ! کیا میں نے (تیرا پیغام) پہنچا دیا، اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا۔'' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! محمد ﷺ کی یہ وصیت اپنی تمام امت کے لیے ہے کہ حاضر (اور جاننے والا) غائب (اور ناواقف لوگوں) کو (اللہ تعالیٰ کا پیغام) پہنچا دیں۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''دیکھو میرے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بعد ایک دوسرے کی گردن مار کر کافر نہ بن جانا۔'' (صحیح بخاری:1739)

(4)﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بھی تم ظاہر کرتے ہو اور جو بھی تم چھپاتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے علم کا شعور دلایا ہے کہ تم انسانوں سے چھپا سکتے ہو مجھ سے نہیں چھپا سکتے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے علم کے مطابق تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

﴿قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

''آپ کہہ دیں ناپاک اور پاک برابر نہیں اور اگر چہ ناپاک کی کثرت تمہیں اچھی لگے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ

يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ع 13/7/3

اے عقل والو! تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ'' (100)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے شراب کی حرمت کا ذکر کیا تو ایک بدو کھڑا ہوا، اس نے کہا: میں تو اس کی تجارت کرتا ہوں میں نے اس پر سے مال حاصل کیا ہے۔ اگر میں وہ مال اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے لگاؤں تو کیا مجھے وہ نفع دے گا؟ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ پاک کے سوا قبول نہیں کرتا۔'' اپنے رسول کی تصدیق کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ﴿قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (تفسیر منیر:4/76)

سوال 2: خبیث اور طیب برابر نہیں، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... تُفْلِحُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ﴾ ''آپ کہہ دیں ناپاک اور پاک برابر نہیں'' ہر چیز میں اچھے اور برے برابر نہیں ہو سکتے، اعمال اور اموال میں ردی اور عمدہ برابر نہیں ہو سکتے۔ نفع اور نقصان، بناؤ اور بگاڑ ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح حرام و حلال اور ظالم و عادل برابر نہیں ہو سکتے۔ (تفسیر مراغی:3/32)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ ''کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں کی مانند بنا دیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ ان کا جینا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور مرنا برابر ہو جائے؟ بہت برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔" (الجاثیہ:21)

(3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے حرام کا مال جمع کیا پھر اس سے صدقہ کر دیا تو اس کو صدقہ کا کوئی اجر نہیں ملے گا بلکہ اس پر اِس (حرام مال کمانے) کا وبال ہوگا۔" (صحیح الترغیب:752، 880، 1719)

(4) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے گناہ کے ذریعہ (یعنی حرام) مال کمایا، اور اس مال سے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا، یا صدقہ خیرات کیا، یا اس مال میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا، تو یہ تمام کا تمام (خرچ کیا ہوا مال) جمع کر کے جہنم میں اس کے ساتھ پھینک دیا جائے گا۔" (صحیح الترغیب للالبانی:1721)

(5) ﴿وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ﴾ "اور اگر چہ ناپاک کی کثرت تمہیں اچھی لگے" ناپاک چیز کی کثرت اپنے مالک کو کوئی فائدہ نہیں دیتی بلکہ دین و دنیا میں اسے نقصان دیتی ہے۔ (6) انسان ظاہری ساز و سامان کی کثرت کو اہمیت کا حامل سمجھتا ہے۔ جب انسان کے دل پر اللہ تعالیٰ کا خوف اور نگرانی قائم ہو جاتی ہے تو وہ ناپاک کے مقابلے میں پاک کو اختیار کرتا ہے۔

(7) ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ "چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اے عقل والو! تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ" اللہ تعالیٰ نے پوری عقل اور کامل رائے کے حامل لوگوں کو حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کے خطاب کا رخ ان لوگوں کی طرف ہے۔ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی پرواہ کی جاتی ہے اور ان ہی میں خیر کی امید ہوتی ہے اور ان کو آگاہ فرمایا کہ فلاح تقویٰ پر موقوف ہے جو اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی میں اس کی موافقت کا نام ہے۔ جس نے تقویٰ اختیار کیا اس نے پوری فلاح پالی۔ جس نے تقویٰ کو ترک کر دیا، اس کے نصیب میں خسارہ آیا اور نفع سے محروم رہ گیا۔ (تفسیر سعدی:732/1)

(8) کامیاب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے خوف کے تحت زندگی کا رویہ متعین کرے نہ کہ مادی مصلحتوں اور دنیاوی اندیشوں کے تحت۔

سوال 2: اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تقویٰ ہی امت کے لئے کامیابی کی کلید ہے، وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو خیر امت قرار دیا تاکہ وہ اسلامی نظام کی امانت کو انسانوں کی زندگیوں میں قائم کرے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے اس امت کو جاہلیت کے اثرات سے پاک کر کے اسلام کی سربلندی تک پہنچانے کے لئے عقائد اور تصورات درست کرنا چاہے، عادات درست کرنی چاہیں، سچائی قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کرنی چاہی تاکہ پوری زندگی کو اسلامی اقدار کے مطابق درست کریں۔

(3) اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا غائبانہ شعور دیا ہے۔ یہ یقین کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے، موجود ہے، وہ بندوں کی نگرانی کرتا ہے، ہماری تمام حرکات سے باخبر ہے، یہ احساسات انسان کے اندر تقویٰ پیدا کرتے ہیں اور یہ احساسات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسان کو سیدھے راستے پر گامزن کرتے ہیں۔ امت نے جو کردار ادا کرنا ہے، ساری انسانیت کی جو اصلاح کرنی ہے اور اصلاح کا جو سسٹم رائج کرنا ہے اس کے لئے یہ زندہ یقین ضروری ہے۔ اسی سے کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہارے لیے

وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۭ

ناگوار گزریں اور اگر تم ان کے بارے میں سوال کرو جب قرآن نازل کیا جا رہا ہو تو وہ تمہارے لیے ظاہر کر دی جائیں گی۔

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾

اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے'' (101)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: (1) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار خطبہ ارشاد فرمایا کہ میں نے اس طرح کا خطبہ کبھی نہیں سنا تھا۔ آپ ﷺ نے اس خطبے میں یہ بھی فرمایا تھا: ''اگر تم اسے جان لو جسے میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ سن کر اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا اور زار قطار رونے لگے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ میرے والد کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا باپ فلاں ہے۔'' چنانچہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ (المائدۃ:101) (بخاری:4621)

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ بعض لوگ رسول اللہ ﷺ سے مذاقاً سوالات کیا کرتے تھے۔ کوئی شخص یوں پوچھتا کہ میرا باپ کون ہے؟ کسی کی اگر اونٹنی گم ہو جاتی تو وہ یہ پوچھتے کہ میری اونٹنی کہاں ہوگی؟ ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ کہ ''اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار گزرے۔'' یہاں تک کہ پوری آیت پڑھ کر سنائی۔ (بخاری:4622)

سوال 2: مومنوں کو بے فائدہ سوالات کرنے سے منع کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ...

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہارے لیے ناگوار گزریں'' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ادب سکھایا ہے کہ بے فائدہ سوالات نہ کرو، اس لیے انہیں ایمانی معاہدہ یاد دلایا ہے۔﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ اے لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے۔ (تفسیر مراغی:34/3)

(2)﴿لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ ''ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہارے لیے ناگوار گزریں'' اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ایسے سوالات کرنے سے روکا ہے جن کو اگر بیان کر دیا جائے تو وہ ان کو برے لگیں مثلاً رسول اللہ ﷺ سے لوگوں نے اپنے آباء کے جنت یا جہنم میں ہونے کے بارے میں سوال کیے اگر آپ ﷺ جواب دیتے تو انہیں تکلیف ہوتی اور ایسے امور کے بارے میں سوال کیے جن سے کوئی شرعی شدت ظاہر ہوتی اور امت حرج میں مبتلا ہو جاتی۔ اس لیے لایعنی سوالات کرنے سے منع کیا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے سوالات کرنے سے اس لیے روکا ہے کہ ہو سکتا ہے کوئی حرج واقع ہو، جواب کے ذریعے ایسے فرائض عائد ہو جائیں جن پر عمل کرنا ممکن نہ ہو، ایسا جواب آ جائے جو آپ کو پسند نہ ہو یا کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہو اور سوال کی وجہ سے تنگی ہو جائے۔

(4) نبی ﷺ نے کثرت سوال سے منع فرمایا ہے:﴿إِنَّ أَعْظَمَ الْمُسْلِمِينَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُحَرَّمْ، فَحُرِّمَ مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ﴾ ''مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کسی ایسی چیز کے متعلق پوچھا جو حرام نہیں تھی اور اس کے سوال کی وجہ سے وہ حرام کر دی گئی۔'' (بخاری:7289)

(5) سورۂ البقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:﴿اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ ''کیا تم چاہتے ہو کہ تم اپنے رسول سے ویسے ہی سوالات کرو جس طرح اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کیے گئے؟ اور جو کوئی کفر کو ایمان کے بدلے میں لے لے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔'' (البقرہ:108)

(6)﴿وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ﴾ ''اور اگر تم ان کے بارے میں سوال کرو جب قرآن نازل کیا جا رہا ہو تو وہ تمہارے لیے ظاہر کر دی جائیں گی'' یعنی ایسے وقت پر سوال کرنا جب وحی کے نزول کا امکان ہو، کسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسی چیز کو ظاہر کرنے کا سبب بن سکتا ہے جس کے بارے میں وحی خاموش ہو تو جس چیز کے بارے میں اللہ تعالیٰ خاموش ہے آپ بھی خاموش رہو۔ اگر سوال کے ساتھ ان چیزوں کا تعلق نہ ہو تو سوال پسندیدہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''سو اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔'' (النحل:43)

(7) ﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمایا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے درگزر کرتے ہوئے خاموشی اختیار فرمائی ہے۔ جس معاملے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے خاموشی اختیار کی ہے وہ معاف ہے اور مباحات کے زمرے میں آتا ہے۔

(8) سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿مَا أَحَلَّ اللّٰهُ فِي كِتَابِهِ فَهُوَ حَلَالٌ وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ فَاقْبَلُوا مِنَ اللّٰهِ عَافِيَتَهُ (وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا)﴾ ''جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا وہ حلال ہے، جو حرام کیا وہ حرام ہے اور جن چیزوں سے خاموشی اختیار کی ہے وہ معاف ہیں، تم اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی قبول کرو اور تیرا رب بھولنے والا نہیں ہے۔'' (سورہ مریم:64) (صحیحہ:2256)

(9) ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے جن کے لیے اس سے توبہ کی جائے۔

(10) ﴿حَلِيْمٌ﴾ ''نہایت بردبار ہے'' اللہ تعالیٰ حلیم ہے، وہ توبہ کرنے والے کو اپنے عفو وکرم اور رحمت سے معاف کر دیتا ہے اور سزا نہیں دیتا۔ (جامع البیان:93/7)

(11) اللہ تعالیٰ غفور ہے اس سے اس کی مغفرت طلب کرنی ہے۔ وہ رحیم ہے اس سے اس کی رحمت اور رضا طلب کرنی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

سوال 3: قرآن حکیم نے سوال کرنے کے کیا آداب بتائے ہیں؟

جواب: (1) شریعت کی تفصیلات نہ پوچھی جائیں۔

(2) غیبی امور کو غیب ہی رہنے دیا جائے، جس قدر علیم وخبیر رب خبر دے دے وہیں تک بات رہنے دی جائے۔

(3) فرضی مسائل نہ پوچھے جائیں۔ غیر ضروری سوالات سے حدود وقیود کو نہ بڑھایا جائے۔ جب کوئی مسئلہ درپیش ہو اس وقت سوال کیا جائے۔

(4) نئی نئی باتیں دریافت کر کے اپنے اوپر مزید مشکلات نہ ڈالی جائیں۔ ان امور کے بارے میں نہ پوچھا جائے جن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔

(5) لایعنی سوالات نہ پوچھے جائیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ﴾ ''آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو چھوڑ دے۔'' (ترمذی)

سوال 4: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس آیت پر کیسے عمل کیا؟

جواب: (1) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حقیقی واقعہ کے بغیر سوال کرنے والے پر لعنت بھیجتے۔

(2) سیدنا زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ پہلے دریافت کرتے کہ کیا ایسا واقعہ ہو چکا، اگر ہو چکا ہوتا تو اپنے علم کے مطابق بات کرتے اور اگر نہ ہوا ہوتا تو کہتے کہ تب بات کریں گے جب واقعہ ہو گا۔ (زہری، مسند داری)

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے اصحاب رسول سے زیادہ اچھے لوگ نہیں دیکھے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے وصال تک صرف 31 مسئلے پوچھے اور یہ قرآن مجید میں موجود ہیں۔

سوال 5: رسول اللہ ﷺ بے فائدہ علم سے بچنے کے لئے کیا دعا کیا کرتے تھے؟

جواب: ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ﴾ ''اے اللہ! میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے۔'' (ابن ماجہ: 250)

﴿قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ﴾

''بے شک تم سے پہلے کچھ لوگوں نے ان کے بارے میں سوال کیا، پھر وہ ان سے کفر کرنے والے ہو گئے'' (102)

سوال: بے فائدہ سوالات سے روکنے کی حکمت کی وضاحت ﴿قَدْ سَاَلَهَا ... كٰفِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''بے شک تم سے پہلے کچھ لوگوں نے ان کے بارے میں سوال کیا'' تم سے پہلے لوگوں نے بھی ایسے سوالات کیے تھے جن کا مقصد ہدایت حاصل کرنا نہیں تھا۔

(2) ﴿ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ﴾ ''پھر وہ اُن سے کفر کرنے والے ہو گئے'' یعنی پہلے لوگوں نے جب حرام چیزوں کے بارے میں سوال کیا اور انہیں جواب دیا گیا تو وہ ان پر ایمان نہیں لائے اس کی وجہ سے وہ کافر بن گئے۔

(3) یہ بنی اسرائیل کی طرف اشارہ ہے کیونکہ ان کا حال یہ تھا کہ اپنے انبیاء سے ایک چیز خواہ مخواہ کرید کرید کر دریافت کرتے اور جب وہ حرام قرار دی جاتی تو اس سے باز نہ آتے اور فرض قرار دی جاتی تو اس کو بجا نہ لاتے اس طرح دونوں حالتوں میں نافرمان ٹھہرتے، یہ ساری آفت بلاضرورت کثرت سوال سے آتی۔ ان کی اس روش کی متعدد مثالیں سورہ البقرہ میں گزر چکی ہیں۔ (ابن کثیر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) مسلمانوں کو ایسے سوالات سے روک دیا گیا جیسے کھانے کے بارے میں عیسائیوں نے کئے تھے اور پھر وہ ان کے منکر ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے منع کر کے فرمایا کہ کریدنہ کرو ورنہ اگر تمہاری کرید کی وجہ سے قرآن میں کسی حکم کے بارے میں سختی اتر آئی تو تمہیں ناگوار گزرے گا، وحی کا انتظار کرو، تمہارے دلوں میں جو سوالات کھٹک رہے ہیں، ان سب کا تسلی بخش جواب آجائے گا۔ (مختصر ابن کثیر: 475/1)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تک میں تم سے یکسور ہوں تم بھی مجھے چھوڑ دو (اور سوالات وغیرہ نہ کرو) کیونکہ تم سے پہلے کی امتیں اپنے (غیر ضروری) سوال اور انبیاء علیہم السلام کے سامنے اختلاف کی وجہ سے تباہ ہو گئیں۔ پس جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو تم بھی اس سے پرہیز کرو اور جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو بجالاؤ جس حد تک تم میں طاقت ہو۔'' (صحیح بخاری: 7288، صحیح مسلم: 3257)

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۡۢ بَحِيۡرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيۡلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيۡنَ

''اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی بحیرہ (کان پھٹی اونٹنی) اور نہ ہی سائبہ (سانڈ چھٹی ہوئی) اور نہ ہی وصیلہ (اوپر تلے بچے دینے والی) اور نہ ہی حام

كَفَرُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ ؕ وَاَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ﴾

(بچوں کا باپ اونٹ) مقرر کیا ہے، بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں، اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے'' (103)

سوال: بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کی کیا حقیقت ہے، اس کی وضاحت ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ... لَا يَعۡقِلُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۡۢ بَحِيۡرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيۡلَةٍ وَّلَا حَامٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی بحیرہ (کان پھٹی اونٹنی) اور نہ ہی سائبہ (سانڈ چھٹی ہوئی) اور نہ ہی وصیلہ (اوپر تلے بچے دینے والی) اور نہ ہی (بچوں کا باپ اونٹ) مقرر کیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کی مذمت کی ہے جنہوں نے دین میں کئی نئی باتیں گھڑ لی تھیں اور انہوں نے ان چیزوں کو حرام ٹھہرایا تھا جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرایا تھا۔ انہوں نے اپنی رائے سے کچھ مویشی جانور حرام کر لیے تھے ان ہی کا تذکرہ اس آیت میں ہے۔

(2) بحیرہ وہ اونٹنی تھی جس کے کان پھاڑ دیئے جاتے، اس پر سواری کرنا حرام سمجھتے اور اسے مقدس سمجھتے تھے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اونٹنی کے جب پانچ بچے ہوتے تو پانچواں اگر نر ہوتا تو اسے ذبح کر ڈالتے اور اس کا گوشت صرف مرد کھاتے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورتوں پر حرام جانتے اور اگر مادہ ہوتی تو اس کے کان کاٹ کر اس کا نام بحیرہ رکھتے۔ (تفسیر ابن کثیر: 28,27/2)

(3) سائبہ: (الف) اونٹنی، گائے یا بکری بوڑھی ہو جاتی تو اسے سائبہ کہا جاتا تھا۔ اسے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا نہ اس پر بوجھ لادا جاتا تھا، نہ اس پر سواری کی جاتی تھی اور نہ اس کا گوشت کھایا جاتا تھا۔ بعض لوگ نذر مان کر بھی اسے سائبہ بنا کر چھوڑ دیتے تھے۔

(ب) محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ جس اونٹنی کے پے در پے دس اونٹیاں پیدا ہوتیں اسے چھوڑ دیتے نہ سواری لیتے، نہ بال کاٹتے، نہ دودھ دوہتے، اور اسی کا نام سائبہ ہے۔ صرف مہمان کے لئے تو دودھ نکال لیتے ورنہ اس کا دودھ یونہی رکا رہتا۔ (تفسیر ابن کثیر: 28,27/2)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ وہ اپنی انتڑیوں کو جہنم میں گھسیٹ رہا تھا، یہ پہلا وہ شخص تھا جس نے جانوروں کو سائبہ بنانے کی رسم کی داغ بیل ڈالی تھی۔''

(بخاری: 4623، مسلم: 7193)

(5) وصیلہ: (الف) ایسی بکری کو کہتے تھے جس کا پہلا بچہ مادہ ہو اور دوسری بار بھی مادہ ہو یعنی دونوں کے درمیان اتصال ہو گیا ہو ایسی اونٹنی کو وہ بتوں کے نام پر ذبح کر دیتے تھے۔

(ب) وصیلہ وہ اونٹنی ہے جس کے پلوٹھے دو بچے اوپر تلے کے مادہ ہوں ان دونوں کے درمیان کوئی نر اونٹ پیدا نہ ہوا ہو۔ اسے بھی وہ اپنے بتوں کے نام وقف کر دیتے تھے۔

(6) حام: (الف) حام اس اونٹ کو کہتے تھے جس کے نطفے سے دس بچے پیدا ہوں۔ اس کے لیے وہ کہتے تھے کہ اس نے اپنی پیٹھ کو بچا لیا ہے۔ اس لیے وہ اسے چراگاہ اور پانی سے نہیں روکتے تھے۔ (احکام القرآن، جصاص)

(ب) حام: جس وقت اونٹ اپنی پوتی پر سوار ہوتا تو کہتے کہ اس کی پشت محفوظ ہو گئی ہے تو اسے ویسے ہی چھوڑ دیتے، نہ اس پر سواری کرتے اور نہ کچھ بوجھ لادتے تھے اور اسے پانی پینے اور چرنے سے نہیں روکتے تھے اور جو بھی اونٹ اس کے پاس آتا تو اسے بھگا دیتے تھے، پھر جس وقت وہ بوڑھا ہو جاتا تو اس کے کھانے میں مرد و عورت سب شریک ہو جاتے تھے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس نے ان میں سے کسی چیز کو حرام نہیں کیا ہے مگر عمرو بن لحی (مکہ کا ایک بڑا مشرک تھا) اور اس کے ساتھی اس کو اپنے اوپر حرام کرنے میں اللہ تعالیٰ پر افتراء پردازی کرتے ہیں اور یہ سب احکام خداوندی اور حلال و حرام سے ناواقف ہیں۔ (تنویر ابن عباس: 372,371/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ج) حام اس نر اونٹ کا نام تھا جس کی نسل سے کئی بچے ہو گئے ہوں پھر اسے بھی اپنے بزرگوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور کسی کام میں نہ لیتے تھے۔(ابن کثیر:27/2)

(7)﴿وَلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ﴾ ''بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں'' مشرکوں نے بغیر کسی دلیل کے ان جانوروں کو حرام قرار دیا تھا جو کہ اللہ تعالیٰ پر افتراء اور بہتان تھا۔

(8) مشرکین عرب کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات کے منکر نہ تھے، وہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا اعتراف بھی کرتے تھے، وہ اپنے لیے خود قوانین بنا کر یہ یقین رکھتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں، یہ ان کی جھوٹی تہمت تھی۔

(9)﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۭ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ تمہارا کیا خیال ہے جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اتارا ہے تم نے اس میں سے خود ہی کچھ حرام اور کچھ حلال بنا لیا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس کی اجازت دی ہے؟ یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو؟'' (یونس:59)

(10)﴿وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے'' اس لیے کہ اگر عقل مند ہوتے تو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہ باندھتے۔(11) اگر عقل مند ہوتے تو انہیں پتہ چل جاتا کہ ان کی یہ جھوٹی تہمت چل نہیں سکے گی۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اس کی طرف آؤ اور رسول کی طرف آؤ تو وہ کہتے ہیں ہمیں وہی کافی ہے جس پر

مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴾

ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا ہے، اور کیا اگر چہ ان کے آباء واجداد کچھ بھی نہ جانتے ہوں؟ اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہوں؟'' (104)

سوال 1: جب لوگوں کو قرآن وحدیث کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ کیا جواب دیتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ ... وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اس کی طرف آؤ اور رسول کی طرف آؤ'' جب لوگوں کو دین اور شریعت کی دعوت دی جاتی ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب کبھی انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ واجبات اور ممنوعات پر عمل کی دعوت دی جاتی ہے۔

(2)﴿قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا﴾ ''تو وہ کہتے ہیں ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا ہے'' تو وہ کہتے ہیں ہمارے لیے آباؤاجداد کا دین ہی کافی ہے۔ اگرچہ وہ دین باطل ہی کیوں نہ ہو، اگرچہ وہ دنیا میں بھی بے فائدہ ہو اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکتا ہو۔

(3) اس طرح لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے، اس کے طریقے کو چھوڑ کر انسانوں کی غلامی اختیار کر لیتے ہیں۔

(4)﴿اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور کیا اگرچہ ان کے آباء واجداد کچھ بھی نہ جانتے ہوں؟ اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہوں'' اللہ تعالیٰ نے آباؤاجداد کی غلامی ترک کروانے کے لیے انسانوں کے ضمیر کو جھنجھوڑا ہے کہ کیا باپ دادا ہی کی تقلید کریں گے اگرچہ وہ کچھ نہ جانتے ہوں یعنی صحیح علم نہ رکھتے ہوں؟ اگرچہ انہیں صحیح راستے کی خبر نہ ہو یعنی ہدایت کے راستے صراط مستقیم کو نہ جانتے ہوں اور نہ اس پر چلتے ہوں؟

(5) ایسے شخص کے لیے ہلاکت اور بربادی ہے جو قرآن وسنت کے علم کے بغیر ہدایت کے راستے کو چھوڑ دیتا ہے۔ وہ علم جو دل کو یقین سے بھر دینے والا تھا اسے چھوڑ کر شک اور گمراہی کے سوا کیا باقی رہ جاتا ہے؟

سوال 2: جب لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے ﴿تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ﴾ تو اس سے کیا فیصلہ ہو جاتا ہے؟

جواب: (1)﴿تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اس کی طرف آؤ اور رسول کی طرف آؤ'' جو لوگ اس دعوت کو قبول کر لیتے ہیں وہ مسلمان کہلاتے ہیں۔

(2) جو لوگ اس دعوت کو قبول نہیں کرتے وہ کافر ہوتے ہیں۔

(3) قرآن وحدیث کی دعوت قبول کرنے والوں اور نہ کرنے والوں کے درمیان کی کوئی صورت نہیں ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر اپنی جانوں کی حفاظت لازم ہے، جب تم ہدایت پا جاؤ تو جو گمراہ ہو وہ تمہیں نقصان نہیں

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

پہنچائے گا، تم سب نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، چنانچہ وہ تمہیں بتا دے گا جو بھی تم عمل کیا کرتے تھے'' (105)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: اصلاح نفس کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... تَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر اپنی جانوں کی حفاظت لازم ہے'' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے نفسوں کی اصلاح کرتے رہیں اور نیک اعمال میں سرگرم عمل رہیں۔

(2) مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کی اصلاح، اپنے آپ کو صراط مستقیم پر چلانے کی کوشش کرتے رہنے اور اپنے نفس کو کمال تک پہنچانے کو لازم کر دیا جب فرمایا: ﴿عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ﴾ ''تم پر اپنی جانوں کی حفاظت لازم ہے۔''

(3) جان کی حفاظت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے، حرام کاموں سے، لغو میں پڑنے سے، لہو ولعب کے کام کرنے سے، اپنی زندگی کے وقت، اپنی صلاحیتوں اور قوتوں کو بے فائدہ، بے کار کاموں میں ضائع کرنے سے بچالو۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس کی حفاظت کرو کیونکہ: ﴿اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا﴾ ''یقینا کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کے متعلق سوال ہوگا۔'' (بنی اسرائیل:36) جب حساب کتاب ہونا ہے تو اپنی زندگی کے وقت، اپنے مال، اپنی اولاد کو آگ لگنے سے بچالو جیسا کہ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔'' (التحریم:6) یہ حفاظت میں پہلی ذمہ داری ہے۔

(4) جان کی حفاظت کے سلسلے میں دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ ایسے اعمال کریں جو رب العزت سے قریب کر دیں یعنی نیک اعمال میں، ان کو سمجھنے اور ان کو انجام دینے میں مصروف رہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے تم نیک اعمال کی جلدی کرو۔ صبح کو آدمی ایمان دار ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو ایمان دار ہوگا اور صبح کو کافر ہو جائے گا، لوگ دین کو دنیا کے سامان کی خاطر فروخت کر دیں گے۔'' (ترمذی:2195) اعمال صالحہ میں مشغولیت سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔ اس مقصد کے لیے نیک لوگوں کی صحبت اور اجتماعی زندگی اختیار کریں۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ﴾ ''تم لوگ جماعت کو لازم پکڑو۔'' (ترمذی:2165)

(5) جان کی حفاظت کی تیسری ذمہ داری اپنے نفس کو کمال تک پہنچانا ہے یعنی جن کاموں کو انجام دینے کا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے ان کو انجام دینے کی کوشش کرتے رہنا، یعنی واجبات اور مستحبات میں سے ہر ایک کو انجام دینے کے عمل میں کمال حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ ''جب تم ہدایت پا جاؤ تو جو گمراہ ہو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا'' اگر تم نے اپنی اصلاح کر لی تو وہ شخص تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا جو راہ راست سے بھٹک گیا ہے اور دین قیم کے راستے کو اختیار نہیں کرتا۔ (تفسیر سعدی:735/1)

(7)''جب تم ہدایت پا گئے'' اس سے مراد فکری ہدایت بھی ہے یعنی جب تمہارے عقیدے کی اصلاح ہو گئی۔ جب آپ کو اپنے خالق، اپنے رسول، اپنے دین، اپنے مقام اور اپنی ذمہ داریوں کی سمجھ آ گئی اور بحیثیت مسلمان اپنی ذمہ داریوں میں ترجیحات کو سمجھنا شروع کر دیا۔ اس سے مراد عملی ہدایت بھی ہے یعنی اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کو قبول کرنے کے بعد انہیں ادا کرنا سیکھ لیا اور انہیں ادا کرنا شروع کر دیا مثلاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ واجبات میں نماز کی ادائیگی ہے، ارکان اسلام کی ادائیگی، حقوق و فرائض کی ادائیگی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی ہے۔ اس طرح مستحبات کی ادائیگی ہے۔

(8)﴿لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ﴾ ''جو گمراہ ہو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا'' یعنی اگر تم نے اصلاح کر لی تو جو دین کو نہیں سمجھتا جس نے نہ فکری ہدایت پائی، نہ عملی ہدایت پائی، نہ دین قیم کے راستے کو اختیار کیا وہ شخص آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا یعنی وہ آپ کی ذمہ داریوں کی ترجیحات کو نہیں بدل سکتا۔

(9) یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ چھوڑ دینے سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا کیونکہ خود بندے کی ہدایت بھی اس وقت تک تکمیل نہیں پاتی جب تک کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جو ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے اسے ادا نہیں کرتا۔ ہاں اگر وہ اپنے ہاتھ اور زبان سے برائی کا انکار کرنے پر قادر نہیں تو اپنے دل میں اس برائی کو برا سمجھے۔ تب کسی دوسرے کی گمراہی اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ (تفسیر سعدی:735/1)

(10) سیدنا قیس ابن ابی حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خطبے کے لیے کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا، لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر اپنی جانوں کا بچاؤ لازم ہے، تمہیں وہ شخص نقصان نہیں پہنچائے گا جو گمراہ ہے، جب تم ہدایت پا چکے'' اور تم اس سے غلط استدلال کرتے ہو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''بے شک لوگ جب کسی کو ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے۔'' اور اسی روایت میں ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کسی قوم میں کچھ لوگ برائی کریں اور دوسرے لوگ اسے ختم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور وہ اسے ختم نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوتاہی کی وجہ سے ان سب کو اپنے عذاب میں شامل کرے۔'' (ابوداؤد:4338)

(11)﴿اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا﴾ ''تم سب نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے'' یعنی تم سب نے اللہ تعالیٰ کے پاس اکٹھے ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوٹ جانے کے شعور سے مومن کو نیک عمل پر آمادہ کیا ہے۔

(12)﴿فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''چنانچہ وہ تمہیں بتادے گا جو بھی تم عمل کیا کرتے تھے'' یعنی تمہارے اچھے برے اعمال سے تمہیں آگاہ کردے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ احساس دلا کر کہ ''چنانچہ وہ تمہیں بتادے گا جو بھی تم عمل کیا کرتے تھے'' مومن کو اپنی نگرانی کا شعور دیا ہے۔ یوں یہ یقین زندگی میں صحیح رویہ اختیار کرنے کے لیے مومن کا مددگار ثابت ہوتا ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے درمیان وصیت کے وقت گواہی ہو جب تم میں سے کسی کی موت آجائے،

اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ

تم میں سے دو عادل آدمیوں کی یا غیروں میں سے دو گواہ ہوں، اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو پھر موت کی مصیبت

فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ۭ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ

تمہیں پہنچے، اگر تمہیں شک ہو تو دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک رکھو، پھر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم اس کے

اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ

بدلے کوئی قیمت نہیں لیں گے اگرچہ کوئی قرابت دار ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی گواہی کو ہم چھپائیں گے،

اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ﴾

بلاشبہ اس وقت ہم ضرور گناہ گاروں میں سے ہوں گے'' (106)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بنی سہم کا ایک شخص تمیم داری اور عدی بن بداء کے ہمراہ ایک سفر میں گیا تو سہمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس علاقہ میں فوت ہو گیا جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا جب یہ دونوں اس کا ترکہ لے کر واپس لوٹے تو سہمی کے وارثوں نے اس سے چاندی کا ایک پیالہ گم پایا جس پر سونے کا خول چڑھا ہوا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے (اس پیالے کے بارے میں) ان دونوں سے قسم لی، پھر وہی پیالہ مکہ سے مل گیا (تو جن سے یہ پیالہ ملا تھا انہوں نے دریافت کرنے پر بتایا کہ) ہم نے یہ تمیم اور عدی سے خریدا ہے تو سہمی کے وارثوں میں سے دو شخص کھڑے ہوئے اور انہوں نے قسم اٹھائی کہ ہماری گواہی ان کی گواہی سے زیادہ درست ہے کہ یہ پیالہ ان کے آدمی کا تھا۔ راوی کہتے ہیں ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ۭ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے درمیان وصیت کے وقت گواہی ہو جب تم میں سے کسی کی موت آجائے، تم میں سے دو عادل آدمیوں کی یا غیروں میں سے دو گواہ ہوں، اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو پھر موت کی مصیبت تمہیں پہنچے، اگر تمہیں شک ہو تو دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک رکھو، پھر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم اس کے بدلے کوئی قیمت نہیں لیں گے اگرچہ کوئی قرابت دار ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی گواہی کو ہم چھپائیں گے، بلاشبہ اس وقت ہم ضرور گناہ گاروں میں سے ہوں گے۔'' (المائدہ:106)(ترمذی:3060)

سوال 2: وصیت پر دو عادل آدمیوں کی گواہی کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ...عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' اے وہ لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات کو مان لیا۔ (2)﴿شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ﴾ ''تمہارے درمیان گواہی ہو'' گواہی کا نصاب۔

(3)﴿اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ ''جب تم میں سے کسی کی موت آجائے'' جب تم میں سے کسی پر موت کی علامات طاری ہو جائیں۔ (4)﴿حِيْنَ الْوَصِيَّةِ﴾ ''وصیت کے وقت'' یعنی وصیت کے موقع پر۔

(5)﴿اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ ''تم میں سے دو عادل آدمیوں کی'' تم میں سے دو عادل آدمیوں کی گواہی ہے یعنی اپنی وصیت تحریر کروانے کے بعد ہر ایک دو عادل اور معتبر گواہوں کی گواہی ثبت کروائے، یہ دو گواہ مسلمانوں میں سے ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 3: ذمیوں کو وصیت پر گواہ بنانے کی کیا شرائط ہیں، اس کی وضاحت ﴿اَوْ اٰخَرٰنِ۔۔۔الْاٰثِمِیْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ﴾ ''یا غیروں میں سے دو گواہ ہوں، اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو پھر موت کی مصیبت تمہیں پہنچے'' مومنوں کی عدم موجودگی کی صورت میں ذمیوں کو گواہ بنائے جانے کی دو شرائط ہیں: (i) سفر کا موقع ہو۔ (ii) مرنے والا وصیت کرنا چاہتا ہو۔ تو پھر ان دونوں کو گواہ بنایا جائے جیسا کہ تمیم داری اور عدی بن بداء کے واقعہ میں ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 478/1) یہ سخت ضرورت کے موقع پر ہے جب مسلمانوں میں سے گواہ موجود نہ ہوں۔

(2) ﴿تَحْبِسُوْنَهُمَا﴾ ''دونوں گواہوں کو روک رکھو'' اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے کہ ان دونوں کو روک لیا جائے۔

(3) ﴿مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ﴾ ''نماز کے بعد'' دونوں گواہ نماز کے بعد لوگوں کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے۔

(4) ﴿فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ﴾ ''پھر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں'' پھر وہ دونوں قسم کھائیں گے کہ جو کچھ انہوں نے کہا سچ ہے اور انہوں نے کچھ بھی تبدیل نہیں کیا۔

(5) ﴿اِنِ ارْتَبْتُمْ﴾ ''اگر تمہیں شک ہو'' یہ گواہی شک کی صورت میں لی جائے گی کیونکہ گواہوں کو سچا سمجھنے کی صورت میں قسم لینے کی ضرورت نہیں۔

(6) ﴿لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا﴾ ''کہ ہم اس کے بدلے کوئی قیمت نہیں لیں گے'' گواہ قسم کھاتے وقت یہ کہیں گے کہ اپنی قسموں کے بدلے میں دنیا کا فائدہ نہیں لیں گے یعنی دنیاوی فائدے کی خاطر قسم نہیں کھائیں گے۔

(7) ﴿وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾ ''اگرچہ کوئی قرابت دار ہی کیوں نہ ہو'' یعنی ہم رشتہ داروں کی وجہ سے رعایت نہیں کریں گے۔

(8) ﴿وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ﴾ ''اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی گواہی کو ہم چھپائیں گے'' یعنی ہم اسی طرح گواہی دیں گے جس طرح ہم نے سنی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی گواہی کو نہیں چھپائیں گے۔

(9) ﴿اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ﴾ ''بلاشبہ اس وقت ہم ضرور گناہ گاروں میں سے ہوں گے'' یعنی اگر ہم گواہی چھپائیں یا اس میں تبدیلی کریں تو یقیناً ہم گناہ گار ہوں گے۔

سوال 4: وصیت میں شک ہو جانے کی صورت میں کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے؟

جواب: (1) اگر میت کے گھر والوں یا اہل اسلام کو یہ شک ہو جائے کہ دو گواہوں نے جو گواہی دی ہے درست نہیں ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور وہ اپنا فرض ٹھیک طور پر ادا نہیں کر رہے تو گواہوں سے نماز کی ادائیگی کے بعد یا ان کی مذہبی عبادت کے بعد یہ حلف لیا جائے گا کہ وہ گواہی اپنے یا کسی اور کے مفاد کی خاطر نہیں دے رہے، وہ گواہی نہیں بیچیں گے خواہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں اور اگر وہ ایسا کریں تو گناہ گار ہوں گے۔ اس قسم کے بعد ان کی گواہی ثابت اور نافذ ہوگی۔

(2) اس حلف کے بعد اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ان دونوں نے حق تلفی کی ہے تو ان کی جگہ وارثان میں سے دو افراد اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں گے کہ ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے زیادتی نہیں کی۔ اس ثبوت اور حلف کے بعد پہلے دو گواہوں کی گواہی ختم ہو جائے گی اور دوسرے گواہوں کی شہادت نافذ ہوگی۔

﴿فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ

''پھر اگر معلوم ہو کہ وہ دونوں واقعتاً گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو جن کا حق مارا گیا ہے ان میں سے دوسرے دو افراد جو وصیت

اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا

کرنے والے کے قریب ترین ہوں، ان کی جگہ کھڑے ہوں، پھر وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہماری گواہی

وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

ان دونوں کی گواہی سے زیادہ مبنی برحق ہے اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی، بلاشبہ اس وقت ہم یقیناً ظالموں میں سے ہوں گے'' (107)

سوال: اگر یہ معلوم ہو جائے کہ گواہوں نے وصیت کے معاملے میں خیانت کی ہے تو کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ عُثِرَ ... لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا﴾ ''پھر اگر معلوم ہو کہ وہ دونوں واقعتاً گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں'' اگر یہ ثابت ہو جائے کہ گواہوں نے خیانت کی یا لیے ہوئے مال میں سے کچھ چرا لیا تو۔

(2) ﴿فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ﴾ ''ان میں سے دوسرے دو افراد جو وصیت کرنے والے کے قریب ترین ہوں، ان کی جگہ کھڑے ہوں'' یعنی جن لوگوں کا انہوں نے حق مارنا چاہا تھا ان میں سے ان کی جگہ دو اور گواہ کھڑے ہوں جو میت کے زیادہ قریبی ہوں یعنی میت کے اولیاء میں سے ہوں۔

(3) ﴿فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا﴾ ''پھر وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ مبنی برحق ہے'' وہ دونوں اس بات پر قسم کھائیں گے کہ ہماری گواہی پہلے گواہوں کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گواہی سے زیادہ صحیح ہے۔ یعنی یہ قسم کھائیں گے کہ انہوں نے جھوٹ بولا ہے اور وصیت تبدیل کی ہے۔

(4) ﴿وَمَا اعْتَدَیْنَآ﴾ ''اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی'' اور ہم نے گواہی میں زیادتی نہیں کی۔

(5) ﴿اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''بلاشبہ اس وقت ہم یقیناً ظالموں میں سے ہوں گے'' اگر ہم نے ظلم وزیادتی کی اور ہم نے ناحق گواہی دی یا گواہی کو چھپایا تو ہم ظالموں میں سے ہوں گے۔

﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ یَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌۢ بَعْدَ اَیْمَانِهِمْ ؕ

''یہی طریقہ قریب ترین ہے کہ لوگ اس طریقے پر گواہی دیں یا وہ ڈریں کہ دوسروں کی قسموں کے بعد ان کی قسمیں رد کر دی جائیں گی

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ﴾

اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور سنو اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' (108)

ع 14 8 4

سوال 1: گواہوں کے قسم کھانے اور گواہوں سے خیانت ظاہر ہونے پر گواہی کو میت کے اولیاء کی طرف لوٹانے کی حکمت کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى ... الْفٰسِقِیْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے وصیت پر گواہی، گواہوں کے قسم کھانے اور دونوں گواہوں سے خیانت ظاہر ہونے پر گواہی کو میت کے اولیاء کی طرف لوٹانے کی حکمت بیان فرمائی ہے۔ (2) ﴿ذٰلِكَ اَدْنٰٓى﴾ ''یہی طریقہ قریب ترین ہے'' یہی طریقہ بہت قریب ہے۔ (3) ﴿اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ﴾ ''کہ لوگ اس طریقے پر گواہی دیں'' یعنی جب دو گواہوں کی تاکید کے ذریعے گواہی کی تاکید کی جائے۔

(4) ﴿اَوْ یَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌۢ بَعْدَ اَیْمَانِهِمْ﴾ ''یا وہ ڈریں کہ دوسروں کی قسموں کے بعد ان کی قسمیں رد کر دی جائیں گی'' یعنی گواہ خوف کھائیں گے کہ ہماری قسموں کو قبول نہیں کیا جائے گا اور میت کے اولیاء سے گواہی لی جائے گی۔

(5) ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت سے ڈر جاؤ اور اس کے حکم کی مخالفت سے بھی بچ جاؤ یعنی جھوٹ اور خیانت کو چھوڑ دو۔ (تفسیر قاسمی: 416/6)

(6) ﴿وَاسْمَعُوْا﴾ ''اور سنو'' یعنی جو تمہیں کہا جاتا ہے اور جو تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اسے سنو، اس پر عمل کرو اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچاؤ۔

(7) ﴿وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' اللہ تعالیٰ اپنے رب کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اطاعت سے نکلنے والوں، مخالفت کرنے والوں، شیطان کی اطاعت کرنے اور رب کی نافرمانی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ (جامع البیان: 134/7)

(8) اللہ تعالیٰ کسی بھی گناہ کی وجہ سے اطاعت کے دائرے سے نکلنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اس میں جھوٹی قسم اور گواہی بھی شامل ہے۔ (فتح القدیر: 111/2)

سوال 2: گواہی کو ٹھیک ٹھیک قائم رکھنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے؟

جواب: (1) نماز کے بعد حلف دینا کیونکہ نماز کے بعد انسان کا ایمانی شعور بھی بیدار ہوتا ہے۔

(2) انسان اس بات سے ڈرتا ہے کہ مجمع عام میں قسم اٹھا رہا ہے اور اگر بات جھوٹی نکلی تو سخت شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔

(3) وارثوں کو حق دینا کہ اگر گواہی غلط ہو تو وہ اٹھ سکتے ہیں یہ ایک ایسی پابندی ہے کہ کوئی خیانت کرنے والا بھی خیانت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

سوال 3: کسی شخص کے مرنے کے بعد اس کا مال حقداروں تک پہنچانا ایک خاندانی معاملہ ہے، اس کو کیسے تربیت کا ذریعہ بنایا گیا؟

جواب: (1) مومنوں پر واضح کیا گیا کہ وہ معاملات میں رشتہ داری کا نہیں، حق کا لحاظ کریں گے۔ وہ یہ دیکھیں کہ حق کیا ہے؟ یہ نہیں کہ بات کس کی حمایت میں کی جا رہی ہے؟

(2) مومن ہر بات کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھے گا، لہٰذا وہ یہ خیانت نہیں کرے گا کہ اس نے اسے کس طرح دیکھا؟ اور اس کے حافظے نے اسے کیسے محفوظ کیا؟ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھتے ہوئے حق کو واضح کرے گا یعنی بات کو اس کی اصل حیثیت میں بیان کرے گا۔

﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ

''جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا: ''تمہیں کیا جواب ملا تھا؟'' وہ کہیں گے: ''ہمیں کچھ علم نہیں،

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾

بلاشبہ بہت زیادہ غیب جاننے والے آپ ہی ہیں'' (109)

سوال 1: انبیاء سے ان کی امتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿يَوْمَ ... اُجِبْتُمْ﴾ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ﴾''جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کرے گا''اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے۔(تفسیر قاسمی:422/6)

(2)﴿فَيَقُوْلُ﴾''تو وہ پوچھے گا''اللہ تعالیٰ اس دن سب رسولوں کو جمع کر کے پوچھیں گے۔

(3)﴿مَاذَآ اُجِبْتُمْ﴾''تمہیں کیا جواب ملا تھا؟''قیامت کے دن انبیاء سے پوچھا جائے گا کہ تمہاری قوم نے تمہاری دعوت پر کہاں تک لبیک کہا تھا؟ کیا انہوں نے تمہاری بات مان لی تھی یا ٹھکرا دی تھی؟

(4)یہ سوال رسولوں سے ان کی دعوت کے اثرات کے بارے میں کیا جائے گا۔(تفسیر منیر:109/4)

(5)علماء نے لکھا ہے کہ ﴿مَاذَآ اُجِبْتُمْ﴾ مجہول کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے یعنی ﴿مَاذَآ اُجِبْتُمْ﴾''تمہیں کیا جواب ملا تھا؟''اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ ان قوموں نے تمہیں کیا جواب دیا، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ انتہائی درجہ غضبناک ہوگا۔صحیح بخاری کی روایت ہے کہ میرا رب اس دن اتنا غضبناک ہوگا کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنا ہوا تھا اور نہ اس کے بعد۔(تیسیر الرحمن:379/1)

(6)رب العزت نے فرمایا:﴿فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ﴾''پھر یقیناہم اُن لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور یقیناہم رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔''(الاعراف:6)

سوال 2:اللہ تعالیٰ کے سوال پر رسول کیا جواب دیں گے، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا...عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾''وہ کہیں گے''رسول جواب دیں گے:﴿لَا عِلْمَ لَنَا﴾''ہمیں کچھ علم نہیں''اے ہمارے رب تجھے ہی علم ہے، تو ہی ہر چیز کو پوری طرح جاننے والا ہے، تو ہم سے زیادہ جانتا ہے۔

(2)﴿اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾''بلاشبہ بہت زیادہ غیب جاننے والے آپ ہی ہیں''یقیناتو ہی غیب اور حاضر کے سب معاملات کو جانتا ہے۔

(3)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''میں حوض پر تمہارا میر سامان ہوں گا تم میں سے بعض لوگ وہاں لائے جائیں گے، پھر مجھ سے دور ہٹا دیئے جائیں گے، میں کہوں گا:اے میرے رب! یہ تو میری امت کے لوگ ہیں۔جواب میں کہا جائے گا، آپ نہیں جانتے، انہوں نے آپ کے بعد کیسی کیسی بدعات شروع کر دیں۔''(صحیح بخاری:7049)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 3: حشر کے میدان میں رسول یہ کیوں کہیں گے: ﴿لَا عِلْمَ لَنَا﴾ ''ہمیں کچھ علم نہیں''؟

جواب: حشر کے میدان میں رسول ﴿لَا عِلْمَ لَنَا﴾ اس لیے کہیں گے کہ (1) وہ لوگوں کے دلوں کے حالات سے واقف نہیں ہوتے اس لیے وہ کہیں گے پوشیدہ حالات کا علم تو آپ ہی کو ہے۔

(2) رسول اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے حیا کرتے ہیں اس لیے وہ اس کے سامنے بات نہیں کریں گے جو علیم وخبیر ہے۔

(3) رسولوں کا یہ اعلان ثابت کرتا ہے کہ سچا، حاضر اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ

''جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میرے انعام کو یاد کرو جب میں نے

بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

روحِ پاک سے تمہاری مدد کی، تم لوگوں سے ماں کی گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی کلام کرتے تھے اور جب میں نے تمہیں کتاب وحکمت

وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْــَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا

اور تورات وانجیل کی تعلیم دی اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت جیسی بناتے تھے پھر تم اس میں پھونک

فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ

مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے حقیقی پرندہ بن جاتا تھا اور تم پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے تندرست کر دیتے تھے

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور جب تم میرے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تم سے روکے رکھا، جب تم ان کے پاس

مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

کھلی نشانیاں لے کر آئے تو ان میں سے ان لوگوں نے کہا جنہوں نے کفر کیا کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک کھلا جادو ہے'' (110)

سوال: اللہ تعالیٰ حشر کے میدان میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو کن انعامات کی یاددہانی کروائیں گے، اس کی وضاحت ﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ ... مُّبِيْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ﴾ ''جب اللہ تعالیٰ فرمائے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میرے انعام کو یاد کرو'' اللہ تعالیٰ حشر کے میدان میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ اپنے دل اور زبان سے ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے آپ علیہ السلام پر اور آپ علیہ السلام کی والدہ پر کی تھیں اور اپنے رب کا شکر ادا کرو کہ اس نے وہ نعمتیں عطا کیں جو دوسروں کو نہیں دی گئیں۔

(2) یہ آیت دلیل ہے کہ نعمت پر شکر ادا کرنا واجب ہے اور ماں پر انعام دراصل اولاد پر انعام ہے اور یہ کہ شکر قول، فعل اور اعتقاد سے ادا کیا جاتا ہے۔ (تفسیر قاسمی:428/6)

(3) ﴿اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾ ''جب میں نے روح پاک سے تمہاری مدد کی'' یعنی جب میں نے تجھے روح اور وحی کے ذریعے سے تقویت دی جس نے تجھ کو پاک کیا اور تجھ کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل اور اس کی طرف دعوت دینے کی قوت حاصل ہوئی اور بعض نے کہا کہ روح القدس سے مراد جبریل ہیں۔ بڑے بڑے سخت مقامات پر اللہ تعالیٰ نے جبریل کی ملازمت (ساتھ رہنے) اور ان کے ذریعے ثبات عطا کر کے جناب عیسیٰ علیہ السلام کی مدد فرمائی۔ (تفسیر سعدی:740/1)

(4) ﴿تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا﴾ ''تم لوگوں سے ماں کی گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی کلام کرتے تھے'' یہاں کلام کرنے سے مراد مجرد کلام کرنا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ کلام ہے جس سے متکلم اور مخاطب دونوں مستفید ہوں اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام کو اس عمر میں رسالت، بھلائیوں کی طرف دعوت اور برائیوں سے روکنے کی ذمہ داری عطا کر دی گئی اور دیگر اولوالعزم انبیائے مرسلین کو بڑی عمر میں یہ ذمہ داری عطا کی گئی تھی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تمام انبیائے کرام میں اس وجہ سے ممتاز ہیں کہ انہوں نے پنگوڑے میں کلام فرمایا: ﴿قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۖ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا (۳۰) وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۖ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (۳۱)﴾ ''بچے نے کہا: یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اور اس نے مجھے برکت والا بنایا جہاں بھی میں ہوں اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں۔'' (مریم:31,30) (تفسیر سعدی:740/1)

(5) ﴿وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ﴾ ''اور جب میں نے تمہیں کتاب کی تعلیم دی'' (i) اس سے مراد تمام آسمانی کتابیں ہیں خاص طور پر تورات کیونکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد تورات کے سب سے بڑے عالم سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تھے۔

(ii) اس سے مراد انجیل بھی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی تھی۔

(6) ﴿وَالْحِكْمَةَ﴾ (i) حکمت سے مراد شریعت کے راز اور اس کے فوائد، شریعت کی حکمتوں کی معرفت، دعوت اور تعلیم کا مشن اور تمام معاملات کا ان کی اہمیت اور مناسبت سے خیال رکھنا ہے۔ (ii) عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا: حکمت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مراد دین کی سمجھ ہے۔(ابن ابی حاتم:1240/4)

(7)﴿وَالتَّوْرٰىةَ﴾''اور تورات'' وہ کتاب ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اس میں شریعت اور اس کے احکامات ہیں۔ (تفسیر منیر:113/4)(8)﴿وَالْاِنْجِيْلَ﴾''اور انجیل'' سے مراد وہ کتاب ہے جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

(9)﴿وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ﴾''اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت جیسی بناتے تھے پھر تم اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے حقیقی پرندہ بن جاتا تھا'' یعنی جب تم میرے حکم سے پرندوں کی صورت بناتے تھے جس میں روح نہیں ہوتی تھی جب تم اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے حقیقی پرندہ بن کر اڑ جاتا تھا۔

(10)﴿وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ﴾''اور تم پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے تندرست کر دیتے تھے'' مجاہد نے کہا:﴿الْاَكْمَهَ﴾ اس شخص کو کہتے ہیں جو رات کو نہ دیکھ سکے، جب کہ دن میں دیکھتا ہو۔(ابن ابی حاتم:1241/4)

(11)﴿الْاَكْمَهَ﴾اس شخص کو کہتے ہیں جس کی بینائی ہو نہ آنکھ۔(تفسیر سعدی:740/1)

(12)سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک معجزے کے بارے میں وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ کوڑھی اور اندھے کو اچھا کر دیتے تھے جس سے بڑے بڑے طبیب بھی عاجز ہیں۔

(13)﴿وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ﴾''اور جب تم میرے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے کا ذکر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے، وہ انہیں آواز دیتے تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے قبروں سے نکل آتے تھے۔سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جب باذن اللہ مردے کو زندہ کرنا چاہتے تھے تو وضو کر کے دو رکعات نماز پڑھتے پھر اللہ تعالیٰ کو سات ناموں سے یاد کرتے تھے۔یا قدیر، یا خفی، یا دائم، یا وتر، یا احد، یا صمد اس کے بعد وہ مردوں کو آواز دیتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے قبروں سے نکل آتے تھے۔

(14)﴿وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ﴾''اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تم سے روکے رکھا'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کے پاس روشن دلائل لے کر آئے تو بنی اسرائیل نے انہیں جھٹلا دیا۔انہوں نے جادو کا الزام لگا کر ان کی دعوت ٹھکرا دی، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی سرتوڑ کوشش کی اور انہیں صلیب پر چڑھانے کی کوشش کی۔اس وقت اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو عیسیٰ علیہ السلام سے روک دیا، اور انہیں ان کے ناپاک ارادوں سے محفوظ رکھا اور ان کی سازشیں کامیاب نہ ہونے دیں۔سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کے دن یہ یاد دلایا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(15)﴿اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ''جب تم ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے'' کھلی نشانیوں سے مراد واضح معجزات ہیں۔(فتح القدیر:2/115)

(16)﴿فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''تو ان میں سے ان لوگوں نے کہا جنہوں نے کفر کیا کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک کھلا جادو ہے'' جب بنی اسرائیل کے پاس حق آ گیا جس کی روشن دلائل کے ساتھ تائید کی گئی تھی تو اس حق پر ایمان لانا واجب تھا لیکن انہوں نے حق کا انکار کیا اور کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

﴿وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا

''اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈال دیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ، انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے ہیں

وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ﴾

اور آپ گواہ رہیں کہ یقیناً ہم فرماں بردار ہیں'' (111)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر یہ بھی احسان تھا کہ حواریوں کو ان کا انصار بنا دیا، اس کی وضاحت ﴿وَاِذْ اَوْحَيْتُ...مُسْلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ﴾ ''اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈال دیا'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا ایک انعام یہ بھی تھا کہ اس نے آپ علیہ السلام کے چند پیروکار آپ علیہ السلام کے مخلص مددگار بنا دیئے تھے، یہاں بالاتفاق وحی سے مراد الہام ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے چند لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ وہ ان کے مخلص پیروکار اور فرماں بردار بن جائیں پھر انہوں نے اس الہام کی پیروی کی۔(مختصر ابن کثیر:1/481)

(2)﴿اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ﴾ ''کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ'' اللہ تعالیٰ نے حواریوں کے دلوں میں اپنے اوپر ایمان اور اپنے رسول سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان کو القاء کر دیا تھا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے حواریوں کے ایمان لانے کو اپنی نعمت قرار دیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حواریوں کے ایمان لانے میں جس چیز نے کردار ادا کیا وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کی گئی وحی تھی یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی مدد۔

(4) حواریوں کا شبہات میں مبتلا ہوئے بغیر یقین کر لینا دراصل اللہ تعالیٰ کی خاص مدد تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے انعام قرار دیا۔

(5)﴿قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ﴾ ''انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے ہیں اور آپ گواہ رہیں کہ یقیناً ہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرماں بردار ہیں'' حواریوں نے کہا: اے ہمارے رب ہم آپ کی وحدانیت کی اور آپ کے رسول سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں۔ آپ گواہ رہیں کہ ہم اس ایمان میں مخلص ہیں اور رحمٰن کی عظمت کے آگے جھکنے والے ہیں۔ (واضح البیر :291)

سوال 2: دعوت دینے والے کی پکار پر لبیک کہنا کیسے ممکن ہوتا ہے؟

جواب: دعوت کو قبول کرنا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوتا ہے۔

سوال 3: سچی دعوت کو پہچان لینے کے بعد بھی بہت سی رکاوٹیں باقی رہ جاتی ہیں جو انسان کو آگے نہیں بڑھنے دیتیں۔ ان رکاوٹوں کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) دعوت دینے والے کا عام انسان کی صورت میں نظر آنا۔

(2) یہ خوف کہ اسلام کی دعوت قبول کرنے کے بعد طرز زندگی بدل جائے گا۔

(3) یہ سوال کہ فلاں فلاں افراد جنہوں نے دعوت قبول نہیں کی، کیا انہوں نے اصل کامیابی نہیں پائی؟

﴿اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا

''جب حواریوں نے کہا: ''اے عیسیٰ ابنِ مریم! کیا آپ کا رب استطاعت رکھتا ہے کہ آسمان سے ہمارے لیے ایک خوان

مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

اتار دے؟'' عیسیٰ نے کہا: اگر تم مومن ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' (112)

سوال 1: حواریوں نے خوان نازل کیے جانے کا جو مطالبہ کیا، اس کی وضاحت ﴿اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ ... مِّنَ السَّمَآءِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ''جب حواریوں نے کہا: ''اے عیسیٰ ابنِ مریم! کیا آپ کا رب استطاعت رکھتا ہے کہ آسمان سے ہمارے لیے ایک خوان اتار دے'' عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے حواریوں یعنی ان کے مددگاروں نے مطالبہ کیا تھا کہ ایسا دسترخوان اتارا جا سکتا ہے کہ جس پر کھانا لگا ہوا ہو۔

(2) حواریوں کا مطالبہ اس بنیاد پر نہیں تھا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک تھا بلکہ یہ درخواست تھی جو انتہائی ادب اور احترام سے پیش کی گئی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال2: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے مطالبے سے ان کے ایمان کے بارے میں کیا حقائق جھلک رہے ہیں؟

جواب:(1) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواری جانتے تھے کہ وہ رب نہیں انسان ہیں۔

(2) وہ جانتے تھے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے نہیں بلکہ سیدہ مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں۔

(3) وہ جانتے تھے کہ رب وہی ہے جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر معجزات ظاہر کرتا ہے۔

(4) وہ جانتے تھے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام معجزات پر اختیار نہیں رکھتے اسی وجہ سے انہوں نے مطالبہ کیا کہ کیا آپ کا رب ہم پر خوان نازل کر سکتا ہے؟

سوال3: حواریوں کے مطالبے پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالَ﴾ "سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے کہا" حواریوں کے مطالبے پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں جواب دیا: ﴿اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ "اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ" یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور اس کی قدرت میں شک نہ کرو۔ (فتح القدیر:116/2)

(2) ﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ "اگر تم مومن ہو" مومن کا سرمایہ ایمان اور تقویٰ کو لازم پکڑنا ہے۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر آمادہ کرتا ہے۔ یہ تقویٰ ہے جس کی وجہ سے معجزات کا مطالبہ نہیں ہوتا۔

(3) رزق کا مطالبہ بظاہر کوئی عجیب بات نہیں کہ ہر ایک اللہ تعالیٰ ہی سے رزق پا رہا ہے لیکن ہر ایک کو اسباب کے پردے میں مل رہا ہے جب کہ حواریوں کا مطالبہ یہ تھا کہ بغیر ظاہری سبب کے رزق پائیں اس لیے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں ایمان یاد دلایا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرایا کہ یہ مطالبات ایمان کا نہیں انکار کا نتیجہ ہوا کرتے ہیں۔

سوال4: حواریوں اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان کیا فرق تھا؟

جواب:

حواری	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
1۔ حواریوں کے دل میں اللہ تعالیٰ نے بطور الہام ایمان کا القاء کر دیا تھا۔	1۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پورے شعور سے ایمان لائے تھے۔
2۔ حواری اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو گواہ ٹھہرایا تھا۔	2۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن پڑھ کر خود رسول ﷺ کی سچائی کی گواہی دی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

3۔حواری سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے بعد ایمان لائے۔انہوں نے معجزات کا مطالبہ کیا تا کہ دل مطمئن ہو جائیں اور وہ جان لیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سچے ہیں۔	3۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایمان لانے کے بعد ایک بھی معجزہ طلب نہیں کیا۔ایمان جب دل میں داخل ہوا تو وہ مطمئن ہو گئے۔انہوں نے کسی دلیل و برہان کا مطالبہ نہیں کیا۔

﴿قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا

''حواریوں نے کہا:''ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے ہم کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم جان لیں کہ

وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾

آپ نے ہم سے واقعی سچ ہی کہا ہے اور ہم اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں''(113)

سوال:﴿قَالُوْا نُرِيْدُ...مِنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا﴾''حواریوں نے کہا:''ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے ہم کھائیں''یعنی ہم اس کی برکت پائیں۔یہ دلیل ہے کہ وہ کھانے کے ضرورت مند تھے۔

(2)﴿وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا﴾''اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں''حواری دل کے اطمینان کے آخری درجے یعنی عین الیقین تک پہنچنا چاہتے تھے،جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا﴿وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ﴾''لیکن اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔''(البقرہ:260)

(3)حواری بھی دیگر انسانوں کی طرح علم،ایمان اور یقین میں اضافے کے ضرورت مند تھے۔

(4)﴿وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا﴾''اور ہم جان لیں کہ آپ نے ہم سے واقعی سچ ہی کہا ہے''حواری چاہتے تھے کہ ہم جان لیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ کہا ہے وہ حق ہے۔

(5)﴿وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾''اور ہم اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں''یعنی جب ہم گواہی دیں گے تو حجت قائم ہو جائے گی۔دلائل سے ثابت ہو جائے گا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

﴿قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا

''عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی:''اے اللہ ہمارے رب! آسمان سے ہم پر ایک خوان اتار جو ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے لیے

عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

عید ہو اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو رزق عطا کرنے والوں میں سے بہترین ہے''(114)

سوال 1: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے نزول خوان کے لیے جو دعا کی، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ﴾ ''عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کی بات سنی اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی۔ (2) ﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ''اے اللہ ہمارے رب! آسمان سے ہم پر ایک خوان اتار'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ! آسمان سے ہم پر بھرا ہوا خوان اتار دے۔ (3) ﴿تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ﴾ ''جو ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے لیے عید ہو اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے ایسا خوان نازل کرنے کی دعا کی کہ وہ وقت عید اور یادگار بن جائے، تاکہ اس معجزے کو یاد رکھا جائے اور اسے بھلایا نہ جائے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عیدیں اور عبادت کے دن مقرر فرمائے ہیں جو اس کی آیات کی یاد دلاتے ہیں اور انبیاء و مرسلین کی سنن اور ان کا سیدھا راستہ اور ان پر اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی طرف توجہ مبذول کرواتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 744/1)

(5) ﴿وَارْزُقْنَا﴾ ''اور ہمیں رزق عطا فرما'' یعنی اس مائدہ میں ہمارے لیے دنیاوی مصلحت بھی ہو۔

(6) یہ رزق دینی مصلحت بھی ہو یعنی نشانی کے طور پر باقی رہے۔

(7) ﴿وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ ''اور تو رزق عطا کرنے والوں میں سے بہترین ہے'' اس کے اختیار میں ہے وہ جو چاہے عطا کرے، جو چاہے رد کرے، اس کے ہاتھ میں دنیا و آخرت کا رزق ہے اس لیے وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ اس کی قوتیں بے مثال ہیں۔

سوال 2: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے کیا کچھ ظاہر ہو رہا ہے؟

جواب: (1) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعا انتہائی ادب کا اظہار کر رہی ہے۔

(2) اس دعا میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی عاجزی جھلک رہی ہے۔

(3) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی معرفت کا اظہار ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے اور وہ اس کے بندے ہیں۔

سوال 3: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کو دربار قیامت میں رکھ کر کیا سمجھانا مطلوب ہے؟

جواب: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یہ سمجھانا مطلوب ہے کہ جنہیں آپ اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہو، وہ دنیا میں بھی جانتا تھا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آخرت میں بھی گواہی دے گا کہ میں اللہ رب العالمین کا بندہ ہوں۔اس طرح عیسائیوں کے غلط رویوں کی اصلاح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

﴿قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”میں وہ خوان تم پر نازل کرنے والا ہوں، چنانچہ اس کے بعد تم میں سے جو شخص ناشکری کرے گا

ع 15 7 5

لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾

تو اس کو میں یقیناً ایسا عذاب دوں گا جو جہانوں میں سے کسی کو نہ دیا ہوگا“ (115)

سوال 1: رب العزت نے خوان نازل کرنے کی دعا قبول فرمائی لیکن ساتھ ہی وعید دی، اس کی وضاحت ﴿قَالَ اللّٰهُ ... مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں وہ خوان تم پر نازل کرنے والا ہوں“ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ وہ دسترخوان نازل کرے گا لیکن ساتھ ہی وعید سنائی۔

(2) ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ﴾ ”چنانچہ اس کے بعد تم میں سے جو شخص ناشکری کرے گا“ یعنی اے عیسیٰ (علیہ السلام) تمہاری امت میں سے جو اس کی تکذیب کرتے ہوئے عناد کا اظہار کرے گا۔ (المصباح المنیر: 423/2)

(3) ﴿فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ”تو اس کو میں یقیناً ایسا عذاب دوں گا جو جہانوں میں سے کسی کو نہ دیا ہوگا“ یعنی یہ عذاب دنیا میں بھی ہو سکتا ہے۔ (ابن کثیر)

(4) سورہ ابراہیم میں فرمایا: ﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾ ”اور جب تمہارے رب نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ یقیناً اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں ضرور ہی زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بلاشبہ بڑا سخت ہے۔“ (ابراہیم: 7)

(5) اللہ تعالیٰ نے وعید سنائی لیکن نازل کرنے کا ذکر نہیں فرمایا۔

(6) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قیامت کے دن بدترین عذاب تین قسم کے لوگوں کو ہوگا: (i) منافقوں کو (ii) مائدہ آسمانی کے بعد انکار کرنے والوں کو (iii) اور فرعونیوں کو۔ (تفسیر طبری: 182/7)

(7) مسند احمد میں ہے کہ قریشیوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ صفا پہاڑ کو ہمارے لیے سونے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کا بنا دیں تو ہم آپ ﷺ پر ایمان لائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بالکل سچا وعدہ ہے؟'' انہوں نے کہا: نہایت پختہ اور بالکل سچا۔ آپ ﷺ نے دعا کی، اسی وقت سیدنا جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے: ''اگر چاہیں تو میں کوہ صفا کو سونے کا بنا دیتا ہوں لیکن اگر پھر ان لوگوں نے کفر کیا تو پھر میں انہیں وہ عذاب دوں گا جو کسی کو نہ دیا ہو۔ اس پر بھی اگر آپ ﷺ کا ارادہ ہو تو میں ان کے لیے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھول دوں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''یا اللہ! معاف فرما۔ توبہ اور رحمت کا دروازہ ہی کھول دے۔'' (صحیحہ: 3388)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک کو رزق دیا جا رہا ہے مگر مومنین مسیح نے آسمان سے خوان نازل کرنے کا مطالبہ کیا تو انہیں سخت تنبیہ کی گئی، وضاحت کریں؟

جواب: (1) عام حالات میں انسانوں کو جو رزق ملتا ہے وہ اسباب کے پردے میں ملتا ہے، مومنین مسیح نے آسمان کا پردہ ہٹا کر رزق دینے کا مطالبہ کیا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت کے خلاف ہے اس لئے کہ اگر یہ پردہ ہٹا دیا جائے تو امتحان ختم ہو جاتا ہے اس لئے انہیں سخت تنبیہ کی گئی۔

(2) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں دیکھ کر ہی مانوں گا تو دراصل وہ یہ کہتا ہے کہ امتحان سے گزرے بغیر میں اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہو جاؤں گا حالانکہ اللہ کی سنت کے مطابق ایسا ہونا ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی سنت کی مخالفت میں مطالبے پر انہیں سخت تنبیہ کی گئی۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اس طرح کفر کرنے والوں کو عذاب الٰہی کا خوف دلایا ہے۔

﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ

''اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو

اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۤ بِحَقٍّ ۭ

اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بناؤ، وہ کہے گا: ''آپ پاک ہیں، میرا یہ کام نہ تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا،

اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ

اگر میں نے وہ کہا ہوتا تو یقیناً آپ کے علم میں ہوتا، آپ جانتے ہیں جو میرے نفس میں ہے اور میں وہ نہیں جانتا جو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾

آپ کے نفس میں ہے، بلاشبہ آپ ہی پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والے ہیں'' (116)

سوال 1: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے دن جو سوال کیا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿وَاِذْ قَالَ...مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بناؤ'' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سب کے سامنے جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے ایک ہے یوں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدہ مریم علیہا السلام کو معبود بنالیا تھا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم سے پوچھے گا کہ کیا تم نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو؟ حشر کے میدان میں اس سوال سے عیسائیوں کو انتہائی ندامت ہوگی۔

(2) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے دن انفرادی گواہی اس لیے لی جائے گی تا کہ

(i) عیسائیوں کے غلط عقیدہ آخرت کی تردید ہو سکے۔

(ii) یہ وضاحت ہو سکے کہ تمہارا اپنا عقیدہ بگڑا ہوا ہے۔

(iii) اس کے گھڑنے کا خمیازہ بھی خود ہی بھگتنا پڑے گا۔ (iv) حجت قائم ہو سکے۔

سوال 2: رب العزت کے سوال کا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جو جواب دیں گے، اس کی وضاحت ﴿قَالَ...الْغُيُوْبِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ سُبْحٰنَكَ﴾ ''وہ کہے گا: ''آپ پاک ہیں'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام برأت کا اظہار کرتے ہوئے فرمائیں گے کہ تو پاک ہے اور میں ایسے قبیح کلام سے تیری پاکی بیان کرتا ہوں۔

(2) ﴿مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ﴾ ''میرا یہ کام نہ تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا'' میرے لیے مناسب نہیں تھا نہ مخلوق میں سے کسی کا حق ہے کہ وہ معبود ہونے کا دعویٰ کرے یا اس کی دعوت دے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جواب میں بہترین بات ارشاد فرمائیں گے اور ادب کو پیش نظر رکھیں گے۔

(3) یہ ہستیاں اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عاجز اور اس کی محتاج مخلوق ہیں۔ ہر کوئی اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے ماتحت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ﴾ ''اگر میں نے کہا ہوتا تو یقینا آپ کے علم میں ہوتا'' یعنی آپ سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں۔ نہ میں نے ایسی بات کہی نہ میرے دل سے گزری نہ میں نے اسے چھپا کر رکھا۔

(5)﴿تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ﴾ ''آپ جانتے ہیں جو میرے نفس میں ہے اور میں وہ نہیں جانتا جو آپ کے نفس میں ہے'' آپ میرے دل کا حال بخوبی جانتے ہیں۔ جو مجھ سے ہو چکا آپ جانتے ہیں اور میں آپ کے دل کا حال نہیں جانتا۔

(6)﴿اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ ''بلاشبہ آپ ہی پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والے ہیں'' یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی جانب سے اپنے رب سے مخاطب ہوتے ہوئے کمال ادب کا مظاہرہ ہے چنانچہ آپ نے یہ نہیں کہا﴿لم اقل شيئًا من ذلك﴾ ''میں نے تو اس میں سے کچھ بھی نہیں کہا'' بلکہ آپ نے ایک ایسی بات کی خبر دی ہے جو آپ کی طرف سے ہر ایسی کہی جانے والی بات کی نفی کرتی ہے جو آپ کے منصب کے منافی ہو نیز یہ کہ ایسا کہنا امر محال ہے۔ آپ نے اپنے رب کی تنزیہہ بیان فرمائی اور علم کو غائب اور موجود کے جاننے والے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیا۔ (تفسیر سعدی: 745/1)

(7) غیب کی باتیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس میں انبیاء اور غیر انبیاء سبھی برابر ہیں۔ انبیاء کو بھی غیب کی وہی باتیں معلوم ہوتی تھیں جو بذریعہ وحی انہیں بتائی جاتی تھیں۔ (تیسیر الرحمن: 384/1)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے غلط عقیدے کی تردید کیسے کی؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے حساب کتاب کے دن میں ایک ایسے فرد سے جواب طلبی کی ہے جو جرم کا ذمہ دار نہیں ہے تاکہ پورا موقف اچھی طرح واضح ہو جائے اور انہیں شرمندگی ہو۔

(2) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی جانب سے جواب تردید کے لیے بہت کافی تھا کہ ''میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کہلوایا کہ ''اگر میں نے ایسی بات کی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا'' اس طرح اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر گواہ ٹھہراتے ہیں۔ یہ گواہی تردید کے لیے بہت اہم ہے۔ ''آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے دل میں ہے آپ تو ساری پوشیدہ حقیقتوں کے عالم ہیں'' یہ کہہ کر اپنی کم مائیگی اور اللہ کی عظمت اور اقتدار کا اعتراف کیا ہے جو الوہیت مسیح کی تردید کے لیے کافی ہے۔

(3) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کہلوایا گیا کہ میں نے وہی کچھ کیا ہے جو آپ نے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو جو میرا اور آپ کا رب ہے۔ یوں الوہیت مسیح کی جڑ کاٹ دی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) یہ کہہ کر ''جب آپ نے مجھے واپس بلالیا تو آپ نگران تھے'' عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی بندگی اور اللہ تعالیٰ کی ملکیت کی حقیقت کو ثابت کر دیا۔

سوال 4: سیدہ مریم علیہا السلام کی خدائی کا آغاز کب کیا گیا؟

جواب: سیدہ مریم علیہا السلام کو خدائی کا مقام عطا کرنا اور ان کی پوجا پاٹ کا عقیدہ عقیدہ تثلیث سے بھی بعد کی پیداوار ہے۔ عقیدہ تثلیث میں یہ خدا تھے: اللہ، عیسیٰ اور روح القدس اور یہ عقیدہ چوتھی صدی عیسوی میں سرکاری طور پر رائج ہوا۔ جب کہ سیدہ مریم علیہا السلام کے خدا ہونے کا عقیدہ پانچویں صدی عیسوی کی ایجاد ہے۔ سیدہ مریم علیہا السلام کو مادر خدا ہونے کے لقب سے نوازا گیا اور یہ عقیدہ اتنا عام ہوا کہ پہلے تین خداؤں پر چھا گیا۔ سیدہ مریم کو دیوی کا درجہ دے کر ان کے مجسمے اور تصویریں بنائی گئیں جو آج تک عیسائیوں کے گرجوں کی زینت بنی ہوئی ہیں اور عیسائی حضرات ان کے آگے سر نیاز خم کرتے ہیں۔ عیسائی حکومتوں کے قومی جھنڈے پر سیدہ مریم کی تصویر بنائی جاتی۔ دور نبوی میں جو ہرقل شاہ روم تھا اس کے جھنڈے پر بھی یہ تصویر موجود تھی اور جنگ کے دوران اسی کے وسیلہ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ (تیسیر القرآن: 595/1)

﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ

''میں نے ان سے اس کے سوا کوئی بات نہیں کہی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے

شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ

اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود تھا پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو ان پر تو ہی نگران تھا

وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾

اور تو ہر چیز پر گواہ ہے'' (117)

سوال 1: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے توحید پھیلائی، اس کی وضاحت ﴿مَا قُلْتُ ... شَهِيْدٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ﴾ ''میں نے ان سے اس کے سوا کوئی بات نہیں کہی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا'' یعنی میں تو تیرا بندہ ہوں میری مجال نہیں کہ آپ کے حکم کی خلاف ورزی کروں۔

(2) میں نے تو اسی کی تبلیغ کی جس کا آپ نے حکم دیا یعنی دنیا میں توحید پھیلائی۔

(3) ﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے'' یہ کہ تم

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ میں نے تو انہیں خالص دین کا حکم دیا تھا اور اس کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بنانے سے باز رہیں۔

(4) اس دعوت میں یہ بھی شامل تھا کہ میں تو اپنے رب کا محتاج ہوں۔ وہ جیسے تمہارا رب ہے ویسے ہی وہ میرا بھی رب ہے۔

(5) ﴿وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ﴾ ''اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود تھا'' میں ان پر گواہ رہا جب تک میں ان کے درمیان موجود رہا یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ کون اس پر قائم رہا اور کون قائم نہ رہ پایا۔

(6) انبیائے کرام جب اپنی دنیاوی عمر پوری کر کے عالم برزخ کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں تو انہیں اپنی امتوں کے احوال و اعمال کا پتہ نہیں ہوتا۔ (تیسیر الرحمن: 384/1)

(7) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا: ''اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کے پاس جمع کیے جاؤ گے، ننگے پاؤں، ننگے جسم اور بغیر ختنہ کے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ''جس طرح ہم نے اول بار پیدا کرنے کے وقت ابتداء کی تھی، اسی طرح اسے دوبارہ زندہ کر دیں گے، ہمارے ذمہ وعدہ ہے، ہم ضرور اسے کر کے ہی رہیں گے۔'' آخر آیت تک، پھر فرمایا: ''قیامت کے دن تمام مخلوق میں سب سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کپڑا پہنایا جائے گا۔ ہاں اور میری امت کے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا اور انہیں جہنم کی بائیں طرف لے جایا جائے گا۔ میں عرض کروں گا، میرے رب! یہ تو میرے امتی ہیں؟ مجھ سے کہا جائے گا، آپ کو نہیں معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد نئی نئی باتیں شریعت میں نکالی تھیں۔ اس وقت بھی میں وہی کہوں گا جو عبد صالح عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ہوگا کہ ''میں ان کا حال دیکھتا رہا جب تک میں ان کے درمیان رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا (جب سے) تو ہی ان پر نگران ہے'' مجھے بتایا جائے گا کہ آپ کی جدائی کے بعد یہ لوگ دین سے پھر گئے تھے۔'' (صحیح بخاری: 4625)

(8) ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ﴾ ''پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو ان پر تو ہی نگران تھا'' یعنی جب تو نے مجھے آسمان پر زندہ اٹھا لیا تو ان پر تو ہی نگران تھا۔ ان کے کھلے چھپے حالات کو تو ہی جاننے والا تھا۔ ان کے اقوال و افعال پر تو ہی گواہ ہے۔ (9) قتادہ رحمہ اللہ نے کہا ﴿كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ﴾ سے مراد الحفیظ ہے کہ تو ان پر حافظ اور ان کے معاملات کو جاننے والا اور ان پر گواہ تھا۔ (فتح القدیر: 120/2)

(10) ﴿وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ ''اور تو ہر چیز پر گواہ ہے'' یعنی میرے قول و فعل اور ان کے قول و فعل پر تو ہی گواہ ہے۔ (الاساس: 1547/3)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(11) اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے، وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے، دیکھنے والا ہے، اس لیے ہر چیز پر شاہد ہے۔

(12) اللہ تعالیٰ کا علم تمام معلومات کا احاطہ کیے ہوئے ہے، وہی ہے جو ہر سننے والی چیز کو سنتا ہے، اور ہر دیکھنے والی چیز کو دیکھتا ہے اور اپنے علم کے مطابق ہر خیر و شر کی جزا دے گا۔

سوال 2: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے اس اعتراف سے ''اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود تھا پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو ان پر تو ہی نگران تھا'' کیا حقیقت ذہن نشین کروائی گئی ہے؟

جواب: (1) مرنے کے بعد مرنے والوں کو دنیا کے حالات کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔

(2) غیب کا علم اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو بھی نہیں دیتا۔ (3) وہ جس کی عبادت کرتے رہے اس کو خبر تک نہ تھی۔

(4) اس حقیقت کو بھی روشناس کروایا کہ انسانوں کا رابطہ موت کے بعد دنیا سے منقطع ہو جاتا ہے لیکن اللہ رب العزت تو ہر وقت ہم پر نگران اور گواہ ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی نظروں کی شہادت کو محسوس کر کے اس کے روکے ہوئے سے بچ سکیں۔

﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''اگر تو ان کو سزا دے تو یقیناً وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو یقیناً تو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (118)

سوال: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ ... اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ﴾ ''اگر تو ان کو سزا دے'' اگر آپ انہیں ان کے کفر اور انکار پر عذاب دیں ﴿فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ﴾ ''تو یقیناً وہ تیرے ہی بندے ہیں'' وہ تیرے بندے ہیں جنہوں نے تجھے پہچان لیا پھر تیری آیات کا انکار کیا، تیری نافرمانی کی اور تیرے نبیوں کو جھٹلایا۔ آپ ان کے مالک ہیں، ان پر تصرف کا اختیار رکھتے ہیں جیسے آپ چاہیں۔ آپ پر کوئی اعتراض نہیں۔ ﴿لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ﴾ ''وہ جو کچھ کرتا ہے اُس کے بارے میں اُس سے سوال نہیں کیا جاتا اور ان سے ہی سوال کئے جاتے ہیں۔'' (الانبیاء: 23)

(2) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سارے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے کہیں گے اگر آپ برے کو سزا دیں تو آپ کا انصاف ہے اور اگر آپ اس کے انکار کے باوجود اس کو بخش دیں تو بادشاہت آپ کی ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں اور تجھ پر کوئی حد نہیں۔ اور تو عذاب اور ثواب دینے پر قوت والا، قدرت والا حکیم ہے۔ تو اپنی حکمت کے مطابق کام کرتا ہے۔ (تفسیر منیر: 127/4)

(3) اگر تو انہیں عذاب دے تو آپ نے ان کی طرف رسول بھیجے جنہوں نے لوگوں کو تیری توحید اور عبادت کا حکم دیا، پھر جو گمراہ ہوا سو گمراہ ہوا، اور جو انہوں نے کہا سو کہا، اور جس نے ان میں ہدایت پائی سو ہدایت پائی اور بے شک وہ تیرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بندے ہیں اور تو ان پر بے حد رحم والا ہے اور نہ میں اور نہ میرے علاوہ کوئی اور مخلوق تجھ سے زیادہ ان پر رحم کر سکتی ہے۔(تفسیر مراغی:52/3)

(4) یعنی تو اس سے بھی زیادہ رحم والا ہے جس قدر وہ اپنے آپ پر رحم کر سکتے ہیں۔ تو ان کے احوال زیادہ جانتا ہے، اگر وہ متکبر اور سرکش بندے نہ ہوتے تو تو انہیں کبھی عذاب نہ دیتا۔(تفسیر سعدی:746/1)

(5) ﴿وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ﴾ ''اور اگر تو انہیں بخش دے'' یعنی اگر آپ انہیں بخش دیں جو ان میں سے ایمان لائیں۔

(6) ﴿فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ﴾ ''تو یقینا تو سب پر غالب ہے'' آپ ان کو عذاب اور ثواب دینے پر قوت اور قدرت رکھنے والے ہیں۔

(7) ﴿الْحَكِيمُ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' اپنے کاموں میں حکیم ہے، اپنی حکمت سے عذاب اور ثواب دیتا ہے۔ (تفسیر منیر:125/4)

(8) اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کی مشیت میں کوئی دخل انداز نہیں ہو سکتا، وہ اپنے بندوں کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے، اس پر اعتراض کا کسی کو کوئی حق نہیں، اگر وہ عذاب دے تو وہ اس کے بندے ہیں، اور اگر معاف کر دے تو یہ کسی عاجزی کی وجہ سے نہیں اور نہ اس میں کوئی قباحت ہے اس لئے کہ وہ ثواب و عقاب دونوں پر قادر ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اور نہ اس کا کوئی کام غلط قرار دیا جا سکتا ہے۔(تیسیر الرحمن:384/1)

(9) تیری مغفرت تیری کامل قدرت اور غلبہ سے صادر ہوتی ہے۔ تیری مغفرت اور تیرا معاف کر دینا اس شخص کی مانند نہیں جو عاجزی اور عدم قدرت کی بنا پر معاف کر دیتا ہے۔ تو حکمت والا ہے جہاں کہیں تیری حکمت تقاضا کرتی ہے تو اس شخص کو بخش دیتا ہے جو تیری مغفرت کے اسباب لے کر تیری خدمت میں آتا ہے۔(تفسیر سعدی:746/1)

(10) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس آیت کی بڑی شان اور اس کے بارے میں ایک عجیب خبر ہے۔(تفسیر ابن کثیر:41/2)

(11) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ ساری رات صبح تک اسی ایک آیت کریمہ کو بار بار پڑھتے رہے تھے۔(سنن نسائی:1011)

(12) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صبح کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک ہی آیت کو نماز میں پڑھنے کا سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس آیت کو بار بار پڑھ کر میں نے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کی التجا کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے میری التجا قبول کر لی ہے۔ میری امت میں سے جو شخص بغیر شرک کی حالت کے مرے گا اس کو میری شفاعت نصیب ہو گی۔''(مسند احمد:156,170/5ح:21446,21551)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

''اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی نفع دے گی، ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ

رہی ہیں، اس میں ابدالآباد تک ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے،

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

یہی بہت بڑی کامیابی ہے'' (119)

سوال 1: روز قیامت سچ ہی نفع دے گا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ اللّٰهُ... ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی نفع دے گی'' اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندوں کی حالت کے بارے میں آگاہ فرما رہے ہیں کہ آج کے دن سچوں کو ان کی سچائی نفع دے گی۔

(2) اصحاب صدق سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے اعمال، اقوال اور نیات درست، صراط مستقیم پر قائم اور صحیح نہج پر ہیں۔ قیامت کے روز وہ اپنے صدق کا پھل پائیں گے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں پاک مقام میں ہر طرح کی کامل قدرت رکھنے والے بادشاہ کے پاس ٹھہرائے گا۔ (تفسیر سعدی: 746/1)

(3) ﴿لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا﴾ ''ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، اس میں ابدالآباد تک ہمیشہ رہنے والے ہوں گے'' حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: آج توحید پرستوں کو ان کی توحید بخشوا لے گی جس کی بدولت وہ جنت کی سدا بہار بہاروں سے لطف اندوز ہوں گے جن میں نہ ان کا دل اکتائے گا اور نہ وہاں سے ہٹائے جائیں گے۔ (مختصر ابن کثیر: 485/1)

(4) ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا﴾ ''اس میں ابدالآباد تک ہمیشہ رہنے والے ہوں گے'' وہ جنت میں باقی رہیں گے، انہیں وہ ابدی اور دائمی طور پر عطا کی جائے گی۔ اس میں ایسی نعمتیں ہیں جو ان سے منتقل نہیں کی جائیں گی اور نہ انہیں زوال آئے گا۔ وہ ان نعمتوں کے درمیان میں ہمیشہ رہیں گے۔ (جامع البیان: 152/7)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا'' اللہ تعالیٰ ان سے ان کی اطاعت کی وجہ سے راضی ہوا۔ ﴿وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے'' اور وہ اس کے ثواب کی وجہ سے اس سے راضی ہوئے۔(تفسیر منیر:125/4)

(6)رب العزت نے فرمایا:﴿وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضا سب سے بڑی ہے۔''(التوبہ:72)

(7)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' بلاشبہ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائیں گے کہ اے جنت والو! وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں اور تعمیل ارشاد کے لیے موجود ہیں اور خیر تمام تر آپ ہی کے قبضہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیا تم راضی ہو؟ وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہم کیوں کر راضی نہ ہوں حالانکہ آپ نے ہمیں وہ عطا فرمایا ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی نہیں دیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کیا میں تمہیں اس سے افضل چیز عطا نہ کردوں؟ وہ عرض کریں گے: اے رب! اس سے افضل کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ میں تم پر اپنی رضامندی نازل کرتا ہوں سو اس کے بعد کبھی بھی تم سے ناراض نہ ہوں گا۔''(بخاری:1121/2)

(8)﴿ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''یہی بہت بڑی کامیابی ہے'' ایک حدیث میں ہے پھر جنت والوں کے سامنے ان کے عزت وجلال والے رب کی تجلی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مانگو جو مانگو گے وہ دوں گا۔ جنتی اللہ تعالیٰ کی رضا مانگیں گے حکم ہوگا کہ میری رضا نے ہی تمہیں جنت دلائی ہے اور اسی کی وجہ سے تم قابل رشک مقام تک پہنچے ہو، مانگو جو مانگو گے وہی دوں گا، پھر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہی مانگیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تم سے راضی ہوں۔ فرمایا: یہ ایسی کامیابی ہے جس کا مقابلہ کوئی کامیابی نہیں کرسکتی۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ﴾ ''ایسی کامیابی کے لیے تو لازم ہے کہ عمل کرنے والے عمل کریں۔''(الصافات:61)(مختصر ابن کثیر:486/1)

(9)اور فرمایا:﴿وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾ ''اور اس میں رغبت رکھنے والوں کے لیے لازم ہے کہ مقابلہ کریں۔''(المطففین:26)

سوال 2: سچے لوگ کون ہوتے ہیں؟

جواب:(1) سچے لوگ وہ ہیں جن کا قول سچا ہو۔(2) جن کا دعویٰ سچا ہو۔(3) جن کی زبان کے ساتھ دل کی سچائی کی گواہی بھی ملتی ہو۔(4) جن کا عمل سچا ہو۔(5) جن کے رویے سچے ہوں۔(6) جو جھوٹ کے گواہ نہ بنتے ہوں۔(7) جو سچ کی گواہی دینے والے ہوں

سوال 3: صدق (سچائی) کا صلہ کیا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1) سچوں کے لئے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

(2) کبھی ان سے مقام چھینا نہیں جائے گا ہمیشہ رہیں گے۔

(3) اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی۔

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ عَلٰي

''آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، اور وہی ہر چیز پر پوری طرح

ع 16 5 6

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

قدرت رکھنے والا ہے''(120)

سوال1: اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے، اس کی وضاحت ﴿لِلّٰهِ ... قَدِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے'' اللہ تعالیٰ ہی آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ اپنے کونی و قدری، شرعی اور جزائی حکم کے ذریعے ہر چیز کی تدبیر کر رہا ہے۔

(3) اسی کا غلبہ و اقتدار، اسی کی قدرت و مشیت اور اسی کے تصرف سے سارا نظام کائنات چل رہا ہے۔ اس کی کوئی نظیر نہیں، اس کا کوئی مشیر نہیں، اس کی کوئی اولاد نہیں، وہ کسی کی اولاد نہیں، وہی ایک معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

(4) ﴿وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ ہر چیز اس کے حکم کی مطیع ہے۔ ہر چیز اس کے آگے مسخر ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ ''قدیر'' پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ خلق بھی اس کی، ملکیت بھی اسی کی، فیصلے بھی اسی کے، نافذ بھی وہی کرتا ہے۔ اسی کی قدرت، اسی کا تصرف اور اسی کا اختیار ہے۔ ہر چیز اس کی مشیت کی مطیع ہے۔

سوال2: سورہ المائدہ کا سبق کیا ہے؟

جواب:(1) زمین و آسمان پر اللہ تعالیٰ کی بادشاہت ہے۔

(2) ہم پر بھی اللہ تعالیٰ کی بادشاہت ہے۔ تمام موجودات پر اللہ تعالیٰ کا حکم چلے تو کائنات میں جو سب سے اشرف ہے اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا حکم چلے گا۔ (3) جب تک اللہ تعالیٰ کی حاکمیت پر ایمان نہ ہو ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(4) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر اختیار رکھتا ہے جو جی چاہے فیصلہ کرسکتا ہے۔

آیَاتُهَا 165 | -6 سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ - 55 | رُكُوْعَاتُهَا 20

سوال 1: سورۃ الانعام کب نازل ہوئی؟ اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب: (1) سورۃ الانعام مکی سورت ہے۔ اس کی 165 آیات اور 20 رکوع ہیں۔

(2) مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ چھٹی سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 55 نمبر کی سورت ہے۔

سوال 2: سورۃ الانعام کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب: سورۃ الانعام میں مویشی جانوروں کا ذکر ہے جیسے آیت نمبر 136 میں ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا﴾ (تفسیر منیر: 130/4)

سوال 3: سورۃ الانعام کا موضوع کیا ہے؟

جواب: سورۃ الانعام عقیدہ اور اصول ایمان کے موضوع پر ہے۔ یہ اپنے مقاصد اور اہداف کے اعتبار سے مدنی سورتوں سے مختلف ہے جیسے سورۃ البقرہ، آل عمران، النساء اور المائدہ پہلے گزر چکیں۔ اس میں مسلمانوں کی جماعت کی تنظیم کے لیے روزے، حج، سزاؤں اور خاندان کے احکامات نہیں دیئے گئے۔ اس میں قتال، دعوت اسلام پر خارجیوں سے جنگ وغیرہ کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح اس میں یہود و نصاریٰ اور منافقوں وغیرہ کا تذکرہ بھی نہیں ہے۔ یہ سب سے بڑے اور بنیادی معاملے اصول عقیدہ اور ایمان پر مشتمل ہے۔ (صفوۃ التفاسیر: 348/1)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۥ

”سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور روشنی کو بنایا،

ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ﴾

پھر بھی جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے رب کے ساتھ (دوسروں کو) برابر ٹھہراتے ہیں“ (1)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، اس کی وضاحت ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ... وَالنُّوْرَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات گرامی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اس لیے قابل تعریف ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا، زمین کو اپنے بندوں کے لیے جائے قرار بنادیا، اس نے اپنے بندوں کی رات دن کی منفعت کے لیے اندھیروں اور روشنی کو پیدا کیا۔ (المصباح المنیر :429/2)

(2) ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ "سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے" یہ زبان سے اللہ تعالیٰ کی صفات جلال و جمال اور عظمت و کمال کے ساتھ اس کی خصوصی حمد وثنا ہے۔

(3) ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ کامل حمد صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لیے ہے۔

(4) ﴿الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ "جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا" آسمان و زمین کی تخلیق اس کی کامل قدرت، وسیع علم، حکمت تامہ، رحمت عامہ اور خلق اور تدبیر کے کمال میں اس کی انفرادیت پر دلالت کرتی ہے۔

(5) آسمان و زمین کا مربوط نظام یہ پیغام دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے جو اس نظام کائنات کو چلا رہا ہے، وہ باکمال ہے اور اسے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔

(6) ﴿وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ﴾ "اور تاریکیوں اور روشنی کو بنایا" ﴿الظُّلُمٰتِ﴾ سے مراد حسی اندھیرے بھی ہیں جیسے رات کی تاریکی اور معنوی اندھیرے بھی ہیں مثلاً جہالت، شک، شرک، معصیت اور غفلت کے اندھیرے اور ﴿وَالنُّوْرَ﴾ اس سے مراد حسی روشنی بھی ہے جیسے دن کی روشنی اور معنوی روشنی بھی جیسے علم، یقین، ایمان اور اطاعت کی روشنی۔

(7) سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاُ الْمِيزَانَ﴾ "الحمد للہ کہنا میزان کو بھر دے گا۔" (مسلم:223)

(8) ﴿ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ﴾ "پھر بھی جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے رب کے ساتھ (دوسروں کو) برابر ٹھہراتے ہیں" وہ غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیتے ہیں پھر اس کے ساتھ ان کی عبادت کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:378,377)

(9) وہ عبادت اور تعظیم میں غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے مساوی قرار دیتے ہیں اگرچہ وہ کمالات میں ان کو اللہ تعالیٰ کا ہمسر نہیں سمجھتے اور وہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ہستیاں ہر لحاظ سے محتاج، فقیر اور ناقص ہیں۔ (تفسیر سعدی:748/1)

(10) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (٦١) اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (٦٢) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ”اور یقینا اگر آپ اُن لوگوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ پھر وہ کہاں بہکائے جا رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔ اور یقینا اگر آپ ان سے پوچھیں آسمان سے پانی کس نے نازل کیا؟ پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا؟ تو یقینا وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، آپ کہہ دیں: ”سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔“ بلکہ ان میں سے اکثر نہیں سمجھتے۔“ (العنکبوت: 61-63)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سورت کا آغاز اپنی حمد سے کیا ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتداء الحمد سے کی تا کہ ہر کافر و مسلم سامع کو یہ معلوم ہو جائے کہ تمام قسم کی تعریفیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور ان لوگوں پر حجت قائم ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہیں۔ (تیسیر الرحمن: 386/1)

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق سے اپنی حمد بیان کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی عبادت اور اخلاص کا مستحق ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا ۭ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ

”وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک وقت مقرر کر دیا اور ایک مقررہ وقت اسی کے پاس ہے

ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ﴾

پھر بھی تم شک کرتے ہو؟“ (2)

سوال 1: ﴿هُوَ الَّذِيْ ۔۔۔ اَجَلًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ﴾ ”وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا“ اللہ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ اسی نے تمہارے باپ آدم کو مٹی سے بنایا۔ تم ان کی اولاد ہو تو گویا تم مٹی ہی سے بنے۔

(2) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی خاک سے، جو تمام زمین سے چنیدہ تھی، بنایا۔ اسی لیے ہر جگہ کی مٹی ہونے کے اثر سے انسانوں کی نسل کے رنگ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اور طبیعتیں مختلف ہیں، کوئی گورا ہے، کوئی کالا تو کوئی سانولا۔ طبیعت کے لحاظ سے کوئی بدمزاج، سخت خو ہے تو کوئی نیک مزاج اور نرم خو۔" (ابوداؤد:4693، ترمذی:2955)

(3) ﴿ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا﴾ "پھر ایک وقت مقرر کر دیا" مدت مقرر کرنے سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں رہنے کے لیے مدت مقرر کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری موت کا بھی ایک مقرر وقت ٹھہرایا۔

(4) اس مدت کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے امتحان بنا دیا تا کہ وہ جان لے کون سب سے اچھے عمل کرنے والا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ﴾ "وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟ اور وہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔" (الملک:2)

سوال 2: اس آیت میں اللہ رب العزت نے آخرت کے آنے کی کیا دلیل دی ہے؟

جواب: اگر زمین سے غیر زمینی مخلوقات پیدا ہو سکتی ہیں تو بعد میں کیوں نہیں؟

سوال 3: قیامت کی تاریخ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاَجَلٌ ... تَمْتَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ﴾ "اور ایک مقررہ وقت اسی کے پاس ہے" مقررہ وقت سے مراد آخرت ہے۔ انسان اس دنیا سے آخرت میں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کے فنا ہونے کا بھی وقت مقرر کر دیا ہے جس کا علم اسی کو ہے۔ (2) اس آیت میں ﴿عِنْدَهٗ﴾ سے مراد قیامت کا علم اور مدت ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1/487)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا (۴۲) فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا (۴۳) اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا﴾ "وہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کو اس کے بتانے سے کیا تعلق؟ تیرے رب کے پاس اس (کے علم) کی انتہا ہے۔" (النازعات:42-44)

(4) ﴿ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ﴾ "پھر بھی تم شک کرتے ہو" یعنی تم اللہ تعالیٰ کے وعدوں، وعیدوں اور جزا و سزا میں شک کرتے ہو۔

﴿وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۭ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ

"اور وہی اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے اور وہی زمین میں بھی ہے، وہ تمہارا پوشیدہ اور تمہارا ظاہر جانتا ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ﴾

اور جو کچھ تم کماتے ہو وہ بھی جانتا ہے''(3)

سوال 1: اللہ تعالیٰ ہی زمین وآسمان میں معبود ہے، اس کی وضاحت ﴿وَهُوَ اللّٰهُ... تَكْسِبُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ﴾ ''اور وہی اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے اور وہی زمین میں بھی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین میں معبود ہے۔ (ایسر التفاسیر:378)

(2) اس سے مراد ہے کہ آسمان اور زمین والے اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے ہیں، اسی کی توحید کے قائل ہیں، اسی کو اللہ تعالیٰ کے نام سے پکارتے ہیں اور اسی سے رغبت، شوق اور ڈر سے دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ بجز کافر جنوں اور انسانوں کے کہ وہ غیر اللہ کو پوجتے ہیں۔ فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور وہی آسمانوں میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے اور وہی کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (زخرف:84) یعنی اللہ تعالیٰ ہی آسمان والوں اور زمین والوں کا معبود ہے۔ (مختصر ابن کثیر:487/1)

(3) آسمان والے یعنی مقرب فرشتے اور زمین والے یعنی انبیاء، مرسلین، صدیقین، شہداء اور صالحین سب اس کی عظمت کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔

(4) ﴿يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ﴾ ''وہ تمہارا پوشیدہ اور تمہارا ظاہر جانتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ سے تمہاری کوئی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں ہے۔ سو تمہارے رب ہی کا حق ہے کہ تم اس کی حمد کرو اور تم پر اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت واجب ہے۔ (جامع البیان:159/7)

(5) اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن اور تمہارے اعمال کو بھی جانتا ہے لہٰذا اس کی نافرمانی سے بچو اور ایسے اعمال میں رغبت کرو جو تمہیں اس کے قریب کر دیں اور اس کی رحمت کا مستحق بنا دیں اور ایسے اعمال سے بچو جو تمہیں اس سے اور اس کی رحمت سے دور کر دیں۔ (تفسیر سعدی:748/1)

(6) ﴿وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ﴾ ''اور جو کچھ تم کماتے ہو وہ بھی جانتا ہے'' یعنی خیر و شر اور صلاح و فساد کو وہ جانتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:378)

(7) وہ تمہارے سارے اعمال کو جانتا ہے یعنی ان کے خیر اور شر کو، وہ تمہیں اس کے مطابق جزا دے گا۔ (تفسیر منیر:138/4)

﴿وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اوران کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ان کے پاس نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں''(4)

سوال1: توحیدورسالت کی نشانیوں کے آنے پر مشرکوں کا کیا طرز عمل ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَا تَاْتِيْهِمْ ۔۔مُعْرِضِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ﴾''اوران کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ان کے پاس نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں''اللہ تعالیٰ نے تکذیب اور عناد سے کام لینے والے مشرکوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے انبیائے کرام کی صداقت کی کیسی ہی نشانی کیوں نہ آجائے، یہ اس سے اعراض ہی کریں گے اور اسے کوئی اہمیت نہیں دیں گے چنانچہ فرمایا:﴿اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ﴾''ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی''یہاں آیات سے مراد قرآن کریم کی آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے رسولوں پر ایمان اور قیامت کے دن کی ملاقات پر دلالت کرتی ہیں۔(ایسر التفاسیر:379)

(2) یہ وہ نشانیاں ہیں جو حق کو قبول کرنے اور اس کی اتباع کی دعوت دیتی ہیں۔

(3)﴿اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ﴾''مگر وہ اس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں''یعنی وہ ان آیات کو غور سے نہیں سنتے، ان کے دل کچھ اور کاموں میں مصروف ہیں اور انہوں نے پیٹھ پھیر لی ہے۔

سوال2: انسانوں نے حق سے منہ کس صورت حال میں موڑا؟

جواب:(1) انسانوں نے حق سے منہ اس حال میں موڑا جب کہ انسانوں کے پاس دلائل موجود تھے، نشانیوں کی کمی نہ تھی۔

(2) پیغمبروں کی دعوت کے ثبوت کے طور پر نشانیاں موجود تھیں۔

سوال3: حق سے منہ موڑنے والے انسانوں کے رویے کیا تھے؟

جواب:(1) دلائل ہونے کے باوجود مان کر نہ دینا۔(2) باطل پر اڑے رہنا۔(3) حق سے دشمنی رکھنا۔

﴿فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا

''پس یقیناً انہوں نے حق کو جھٹلا دیا جب وہ ان کے پاس آیا چنانچہ جلد ہی ان کے پاس وہ خبریں بھی آئیں گی

مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾

جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے''(5)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: حق کو جھٹلانے کی وجہ سے مشرکوں کو جو وعید دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَقَدْ كَذَّبُوْا ... يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ﴾ ''پس یقیناً انہوں نے حق کو جھٹلا دیا جب وہ ان کے پاس آیا'' حق جب ان کے پاس آیا تو انہوں نے اس کو جھٹلا دیا حالانکہ حق اس کا استحقاق رکھتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے اور حق بھیجنے اور اس کے سمجھنے اور پیروی کو آسان کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے۔

(2) یہاں حق سے مراد قرآن اور وہ دین ہے جو محمد ﷺ لے کر آئے جو عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق پر مشتمل ہے۔ انہوں نے اس قرآن اور اس دین کو جھٹلا دیا۔

(3) ﴿فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''چنانچہ جلد ہی ان کے پاس وہ خبریں بھی آئیں گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے'' جس چیز کا وہ مذاق اڑا رہے تھے جلد ہی انہیں اس کے بارے میں علم ہو جائے گا کہ وہی حقیقت ہے۔ (4) حق کو جھٹلانے کی وجہ سے یہ مشرکوں کے لیے شدید وعید ہے کہ جس چیز کو یہ جھٹلا رہے ہیں وہ ان کے پاس ضرور آ کر رہے گی، انہیں اس کا انجام معلوم ہو جائے گا اور اس کا وبال آ کر رہے گا۔

﴿اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ

''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا؟ جن کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار عطا کیا تھا جو تمہیں

لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ

بھی عطا نہیں کیا اور ہم نے ان پر آسمان سے موسلا دھار بارشیں برسائیں اور ہم نے نہریں بنائیں جو ان کے گھروں کے نیچے

فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ﴾

سے بہتی تھیں، پھر ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوموں کو پیدا کیا'' (6)

سوال 1: حق کو جھٹلانے والوں کو جو نصیحت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَمْ يَرَوْا ... قَرْنًا اٰخَرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے حق کو جھٹلانے والوں کو وعظ و نصیحت کی اور اس بات سے ڈرایا ہے کہ یہ بھی اس عذاب اور دنیوی سزا میں مبتلا نہ ہو جائیں جس سے ان جیسے وہ لوگ گزشتہ صدیوں میں دوچار ہوئے تھے جو اپنی طاقت و قوت، جمعیت، مال و دولت،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اولاد اور زمین کی پیداوار سے فائدہ اٹھانے اور اسے آباد کرنے کے اعتبار سے ان سے کہیں بڑھ کر تھے۔(المصباح المنیر: 431/2)

(2) ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اَلَمْ یَرَوْا﴾ ''کیا انہوں نے نہیں دیکھا'' یعنی کیا انہوں نے ان جھٹلانے والوں کو نہیں دیکھا۔(الاساس: 1578/3)

(3) ﴿كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ﴾ ''کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا؟'' یعنی پچھلی امتوں میں سے اور قرن سو سال کا ہوتا ہے۔(ایسر التفاسیر: 379)

(4) ﴿مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ﴾ ''جن کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار عطا کیا تھا جو تمہیں بھی عطا نہیں کیا'' ہم نے ان کو وہ مادی قوت دی جو ان مشرکوں کو نہیں دی۔(ایسر التفاسیر: 379)

(5) اس سے مراد ہے کہ ہم نے انہیں مال و اولاد اور خوش حالی عطا کی تھی۔

(6) ﴿وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ﴾ ''اور ہم نے ان پر آسمان سے موسلا دھار بارشیں برسائیں اور ہم نے نہریں بنائیں جو ان کے گھروں کے نیچے سے بہتی تھیں'' ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے موسلا دھار بارشیں برسائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پانی کے وافر اسباب نہروں کی صورت میں مہیا کر رکھے تھے جن سے پھل، سبزیاں اور اجناس وغیرہ اگتے تھے مگر انہوں نے نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا بلکہ ان کو جھٹلایا۔

(7) ﴿فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ﴾ ''پھر ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا'' اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر کے ان پر ظلم نہیں کیا۔ انہیں ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا۔

(8) ﴿وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ﴾ ''اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوموں کو پیدا کیا'' اللہ تعالیٰ نے جب گناہوں کی پاداش میں پہلی قوموں کو ہلاک کر دیا تو ان کے بعد اس نے اور قومیں پیدا کیں لہٰذا ان کے واقعات سے سبق حاصل کرو۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ ایک کے بعد ایک قوم کو بدل کر لاتا ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) اس کائنات میں زمین پر مکافات عمل ہے۔ (2) اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مادی، معاشی اور فطری وسائل عذاب کو روک نہیں سکتے۔ (3) فساد کو دنیا میں بقاء نہ ملے اسے دور کیا جا سکے۔

(4) بعد میں آنے والے اگر پہلے والوں سے عبرت حاصل نہ کریں۔

سوال 3: اس آیت میں کس چیز کا احساس دلایا گیا؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: پچھلی قوموں کی مادی ترقی کا احساس دلایا گیا ہے کہ یہ ترقی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔

سوال 4: جب انسان یہ بھول جائیں کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے تو نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

جواب: جب انسان یہ بھول جائیں کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ (1) انسان اللہ تعالیٰ کے عہد کو بھول جاتا ہے۔ (2) انسان زمین میں خلیفہ ہونے کی شرائط کو پورا کرنے سے بچنے لگتا ہے۔

سوال 5: بعد والی قومیں پچھلی قوموں جیسے اعمال کیوں کرتی ہیں؟

جواب: پچھلے لوگوں کے حالات سے سبق نہ لینے کی وجہ سے بعد والی قومیں پچھلے لوگوں جیسے اعمال جاری رکھتی ہیں۔

سوال 6: پچھلی قوموں کے حالات سے سبق کیوں نہیں لیا جاتا؟

جواب: غلط فہمی کی وجہ سے پچھلی قوموں کے حالات سے سبق نہیں لیا جاتا کیونکہ دنیا کے مال کی وجہ سے خود اعتمادی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بھی بے خوف ہو جاتے ہیں۔ داعی حق کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے اس کی تنبیہات کو بھی ناچیز سمجھنے لگتے ہیں جس کی وجہ سے گزشتہ حالات سے سبق نہیں لیتے۔

سوال 7: اسلام کا نظریہ تاریخ کیا ہے؟

جواب: اسلام کا نظریہ تاریخ یہ ہے کہ قوموں کے زوال میں بدکاری اور جرائم کا دخل ہوتا ہے۔

سوال 8: تاریخ کی مادی تعبیر کرنے والے کس پہلو کو نظر انداز کرتے ہیں؟

جواب: تاریخ کی مادی تعبیر کرنے والے اخلاقی پہلو کو نظر انداز کرتے ہیں۔

﴿وَلَوۡ نَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ كِتٰبًا فِىۡ قِرۡطَاسٍ فَلَمَسُوۡهُ بِاَيۡدِيۡهِمۡ

"اور اگر ہم آپ پر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب نازل کرتے کہ جسے وہ اپنے ہاتھوں سے چھوتے

لَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ﴾

تب بھی کفر کرنے والے ضرور یہی کہتے کہ کھلے جادو کے سوا یہ کچھ نہیں" (7)

سوال 1: مشرک کاغذوں پر لکھی ہوئی کتاب نازل ہونے پر بھی ایمان نہیں لائیں گے، اس کی وضاحت ﴿وَلَوۡ نَزَّلۡنَا ... سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوۡ نَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ كِتٰبًا فِىۡ قِرۡطَاسٍ فَلَمَسُوۡهُ بِاَيۡدِيۡهِمۡ﴾ "اور اگر ہم آپ پر کاغذ میں لکھی ہوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب نازل کرتے کہ جسے وہ اپنے ہاتھوں سے چھوتے" اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو کافروں اور مشرکوں کی دشمنی کی شدت سے آگاہ کیا ہے کہ وہ کیسے آیات کو سمجھ سکتے ہیں۔ ان کا جھٹلانا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نقص کی وجہ سے نہیں بلکہ جہالت اور ظلم وزیادتی کی وجہ سے ہے۔ اگر کاغذات میں لکھا ہوا پیغام آپ پر نازل کریں اور وہ اپنے ہاتھوں سے بھی چھولیں پھر بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

(2) ﴿لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ "تب بھی کفر کرنے والے ضرور یہی کہتے کہ کھلے جادو کے سوا یہ کچھ نہیں" یعنی کافر ظلم اور زیادتی کی بناء پر یہ کہیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

(3) مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: وہ قرآن دیکھتے تھے اور تصدیق نہیں کرتے تھے۔ (ابن ابی حاتم: 1264/4)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾ "اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں: "یہ ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے۔" (القمر: 2)

سوال 2: قبول حق کے راستے کی رکاوٹ کیا ہے؟

جواب: (1) اپنی عقل پر بھروسہ۔ (2) نفس کا تکبر۔

﴿وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ

"اور انہوں نے کہا کہ اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ اور اگر ہم کوئی فرشتہ نازل کر دیتے تو ضرور کام ہی ختم ہو جاتا،

ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ﴾

پھر وہ مہلت نہ دیے جاتے" (8)

سوال 1: مشرک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فرشتہ نازل کیے جانے کا جو مطالبہ کرتے تھے، اس کی وضاحت ﴿وَقَالُوْا ... لَا يُنْظَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ﴾ "اور انہوں نے کہا کہ اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا" مشرک کہتے تھے کہ محمد ﷺ کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل ہوا جو اس کام میں اس کی مدد کرتا۔

(2) دعوت کے معاملہ میں غیر سنجیدگی کی وجہ سے فرشتوں کے نزول کا مطالبہ کیا گیا۔

(3) ﴿وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ﴾ "اور اگر ہم کوئی فرشتہ نازل کر دیتے تو ضرور کام ہی ختم ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتا پھر وہ مہلت نہ دیے جاتے" اگر ہم فرشتے کو نازل کرتے تو یہ ایمان حق کو پہچاننے کی بنیاد پر نہ ہوتا بلکہ ایسا ایمان ہوتا جو مشاہدے کی بنیاد پر ہوتا۔ ایسا ایمان فائدہ نہیں دیتا اور فوراً ہی نہ ماننے والوں کی ہلاکت کا فیصلہ ہو جاتا۔ لہٰذا اگر وہ غور کریں تو فرشتے اتارنے کا مطالبہ ان کے لیے بہت ہی برا ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌؕ۝۶ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۝۷ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْۤا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ۝۸﴾ "اور انہوں نے کہا کہ اے وہ شخص جس پر ذکر نازل کیا گیا ہے بلاشبہ تو یقیناً دیوانہ ہے۔ کیوں نہیں تو ہمارے پاس فرشتوں کو لے آتا اگر تو سچے لوگوں میں سے ہے۔ ہم فرشتوں کو حق کے ساتھ ہی نازل کرتے ہیں اور اُس وقت وہ مہلت دیے گئے نہیں ہوتے۔" (الحجر:6-8)

﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ﴾ ع 1/10/7

"اور اگر ہم اسے فرشتہ بناتے تو ہم ضرور اس کو بھی آدمی بناتے اور ہم یقیناً انہیں اسی شبہ میں ڈال دیتے جس میں وہ اب پڑے ہیں" (9)

سوال: ﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ ... يَلْبِسُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا﴾ "اگر ہم اسے فرشتہ بناتے تو ہم ضرور اس کو بھی آدمی بناتے" کیونکہ انسان کسی اور شکل میں اسے دیکھ ہی نہیں سکتا مثلاً فرشتے یا جنات وغیرہ۔

(2) ﴿وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ﴾ "اور ہم یقیناً انہیں اسی شبہ میں ڈال دیتے جس میں وہ اب پڑے ہیں" کافروں کی رائے کے مطابق ہم نبی ﷺ کے ساتھ فرشتہ بھیجتے تو اسے انسان کی صورت اختیار کرنی پڑتی، اس لئے کہ انسان فرشتے کو اس کی اصلی شکل میں نہیں دیکھ سکتا اور آدمی کی شکل میں بھیجنے کی صورت میں کافر کہتے کہ یہ فرشتہ نہیں ہے یہ تو آدمی ہے اور دوبارہ اسی شبہ میں پڑ جاتے جس میں پہلے سے واقع تھے۔ (تیسیر الرحمن:390,389/1)

﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا

"اور بلاشبہ آپ سے پہلے بھی یقیناً بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، تو ان میں سے جن لوگوں نے مذاق اڑایا

مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾

ان کو اسی (عذاب) نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے" (10)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: رسول اللہ ﷺ کو جو تسلی دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ ...يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ ''اور بلاشبہ آپ سے پہلے بھی یقیناً بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا'' رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینے کے لیے یہ کہا گیا کہ آپ ﷺ سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا اس لیے آپ ﷺ صبر کریں تاکہ آپ ﷺ کے دل سے غم کا غبار چھٹ جائے۔

(2) ﴿فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''تو ان میں سے جن لوگوں نے مذاق اڑایا ان کو اسی (عذاب) نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے'' ان پر عذاب نازل ہوا اور انہیں گھیر لیا سو انہیں ہلاک کر دیا۔
(ایسر التفاسیر:380)

(3) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو صبر کی تلقین کی ہے اور جھٹلانے والوں اور مذاق اڑانے والوں کے دلوں کو جھنجھوڑا ہے تاکہ وہ تاریخ سے عبرت حاصل کریں۔

﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''آپ کہہ دیں زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا ہے!''(11)

سوال: جھٹلانے والوں کے المناک انجام سے عبرت حاصل کرنے کی جو دعوت دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ سِيْرُوْا ...عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ''آپ کہہ دیں زمین میں چلو پھرو'' آپ کہہ دیں کہ زمین میں چل پھر کر جھٹلانے والوں کا انجام دیکھو۔

(2) یہ سیر جس کا حکم دیا گیا ہے بدنی اور قلبی سیر کو شامل ہے جس سے عبرت جنم لیتی ہے۔ رہا عبرت حاصل کیے بغیر چل پھر کر دیکھنا تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ (تفسیر سعدی:752/1)

(3) ﴿ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا ہے!'' اللہ تعالیٰ نے جھٹلانے والوں کے انجام کی طرف توجہ دلائی ہے تاکہ اس بارے میں کوئی شک نہ رہے کہ کیسے رسولوں کو جھٹلانے والی قومیں ہلاک کر دی گئیں، کیسے امتیں عذاب میں مبتلا کر دی گئیں، کیسے عیش و عشرت کے مزے لوٹنے والے تباہ و برباد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے اور کیسے گھر اور تہذیبیں ہلاک ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل بصیرت کے لیے انہیں نشان عبرت بنا دیا۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ۫ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ اَمْثَالُهَا﴾ ''کیا وہ زمین میں چلتے نہیں کہ وہ دیکھیں ان سے پہلوں کا انجام کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے ان پر تباہی ڈال دی اور کافروں کے لیے بھی اس جیسی (تباہی) ہے۔'' (محمد:10)

﴿قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ

''آپ پوچھیں کس کے لیے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، اس نے رحمت کرنا

لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا

اپنے اوپر لکھ دیا ہے، وہ قیامت کے دن ضرور بہ ضرور تمہیں جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں۔ جن لوگوں نے اپنے آپ کو

اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ﴾

خسارے میں ڈالا ہے وہی اس پر ایمان نہیں لاتے'' (12)

سوال 1: آسمان و زمین کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ لِّمَنْ ... لِلّٰهِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ ''آپ پوچھیں کس کے لیے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ مشرکوں پر توحید کے دلائل دیتے ہوئے سوال کریں کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے کس نے پیدا کیا، کون ان کا مالک ہے اور کون ان پر اختیار رکھتا ہے؟

(2) ﴿قُلْ لِّلّٰهِ﴾ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' مشرک اس کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، جب وہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے اور زمین و آسمان میں تصرف کا اختیار رکھتا ہے، جب وہ انکار نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کے لیے توحید کا اقرار کیوں نہیں کرتے اور اس کے لیے خالص کیوں نہیں ہوتے؟

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا آپ مشرکین سے پوچھو ﴿لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ ''آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے کس کا ہے''؟ اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب: (1) آپ ﷺ کو یہ حکم فیصلے کے لئے دیا گیا۔

(2) آپ ﷺ کو یہ حکم اس لئے دیا گیا کہ مشرکین اچھی طرح جانتے تھے کہ خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ان کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کہ مخلوق ہیں۔ یہ سوال کر کے کہ تخلیق کے بعد پھر مالک کون ہے؟ مشرکین کو اتنا لاجواب کر دیا گیا کہ سوال کا جواب بھی پھر خود ہی دے دیا گیا اور یوں فیصلہ ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے اس لیے وہی اس لائق ہے کہ اس کو معبود مانا جائے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کی وضاحت ﴿كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ ''اس نے رحمت کرنا اپنے اوپر لکھ دیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات گرامی پر رحمت کو لازم قرار دے لیا ہے جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب میں اسے لکھا، اس نے اپنی ذات کے متعلق بھی لکھا اور یہ اب بھی عرش پر لکھا ہوا موجود ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔'' (بخاری: 7404)

(2) اس نے اپنے بندوں کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے ہیں۔ اس نے اپنے گناہ گار بندوں کو خاص طور پر اپنی رحمت کے دروازے میں داخل ہونے کی دعوت دی ہے۔ (3) اس کی رحمت نے ہر چیز کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔

(4) وہ خالق و مالک ہے جو چاہے کر سکتا ہے، اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں، اس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے اوپر رحمت لازم کر لی ہے اور بندوں کو اپنے رب کی رحمت کے دروازوں میں داخل ہونے کی دعوت دی ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو تمام انسانوں پر پھیلا رکھا ہے۔

(6) اس کی رحمت کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ اور بندے کا تعلق اُستوار ہوتا ہے۔

(7) اللہ تعالیٰ کی رحمت انسان سے اس کی غلامی کرواتی ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ کی رحمت ساری انسانیت کے لیے ہے۔ (9) اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ذریعے انسان زندہ ہے۔

(10) اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے انسان کے جسم اور جان کا رشتہ جڑا ہوا ہے۔

(11) انسانی وجود میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر وقت جاری و ساری ہے۔

(12) اس پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر وقت جاری و ساری ہے۔

(13) انسان کا وجود اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اظہار ہے۔ (14) اللہ تعالیٰ کا رزق اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

(15) کائنات اور اس کی قوتیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے انسان کے لیے مسخر ہیں۔

(16) انسان کے اندر علم کی استعداد اور اس کا علم حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(17) انسان کو خلافت کی ذمہ داری سونپ کر اس کی ہدایت اور تربیت کے لیے رسولوں کو بھیجنا اس کی رحمت ہے۔

(18) انسان کی گمراہی کے بعد اسے دوبارہ سیدھے راستے پر ڈالنا اس کی رحمت ہے۔

(19) رسولوں کی آواز پر لبیک نہ کہنے کے باوجود مہلت کا ملنا رب کی رحمت ہے۔

(20) انسان کا گناہ کے بعد توبہ کرنا اور رب کا معاف کر دینا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

(21) یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ وہ ایک برائی کو ایک ہی برائی شمار کرتا ہے، جب کہ ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں کا اجر عطا کرتا ہے۔

(22) وہ لمحہ انسان کی زندگی کا سب سے قیمتی لمحہ ہوتا ہے جب کسی انسان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی پہچان مل جاتی ہے۔

سوال 4: یہ الفاظ ﴿كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ انسان کے دل پر کیا اثرات مرتب کرتے ہیں؟

جواب: (1) انسان حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ (2) اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے لیے انس پیدا ہوتا ہے۔

(3) اس کے دل میں روحانی سرور پیدا ہوتا ہے۔ (4) وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو چکھتا ہے، محسوس کرتا ہے مگر بیان نہیں کر سکتا۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے پھر وہ دنیا میں انسانوں کو مشقت میں کیوں ڈالتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ جب کسی کو مصیبت اور مشقت میں مبتلا کرتے ہیں تب بھی اس پر رحمت ہی کرتے ہیں۔

(2) وہ آزمائشوں میں مبتلا کر کے دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون اس کا سچا غلام ہے اور کون بھاگنے والا ہے؟

(3) اللہ تعالیٰ مشکلات میں ڈال کر اپنی امانت (اپنے کلام کی ذمہ داریاں) اٹھانے کے قابل بنانا چاہتے ہیں۔

(4) مشکلات کی وجہ سے انسان کو فہم ملتا ہے اور وہ خالص ہوتا ہے، اپنی تیاری اور تجربات سے اللہ تعالیٰ کی امانت کا بوجھ اٹھانے کے قابل ہو جاتا ہے اس طرح یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دائرے کے اندر ہوتے ہیں۔

سوال 6: رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو ہماری عقل سے قریب کرنے کے لئے جو وضاحتیں کی ہیں وہ تحریر کریں؟

جواب: (1) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو اجزاء بنائے پھر ان میں سے ننانویں حصوں کو اپنے پاس رکھا اور زمین میں صرف ایک حصہ نازل کیا پس اسی کی وجہ سے مخلوق ایک دوسرے کے ساتھ رحم کرتی ہے یہاں تک کہ جانور اپنے بچہ سے اپنے پاؤں کو ہٹا لیتا ہے، اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تکلیف پہنچنے کے خوف کی وجہ سے۔'' (صحیح مسلم:6972)

(2) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ جنگی قیدی حاضر کیے گئے، ان میں ایک عورت بھی تھی جس کے پستان دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔ جب قیدیوں میں ایک بچے پر اس کی نظر پڑی تو دوڑ کر عورت نے بچے کو پکڑ کر سینے سے چمٹا لیا اور اس کو دودھ پلایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دیکھو کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک سکتی ہے؟'' ہم نے عرض کیا: نہیں وہ ایسا کر ہی نہیں سکتی فرمایا: ''جس قدر یہ عورت اپنے بچہ پر مہربان ہے اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔'' (صحیح بخاری:5999، صحیح مسلم:6978)

سوال 7: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو دوسروں کے ساتھ رحمت کرنے کی کیسے تعلیم دی؟

جواب: (1) سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رحم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہوگا، تم لوگ اہل زمین پر رحم کرو تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمانوں میں ہے۔'' (ابوداود، ترمذی)

(2) ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔'' (بخاری، مسلم، ترمذی)

(3) ''رحمت اس شخص سے چھین لی جاتی ہے جو شقی القلب ہے۔'' (ابوداود، ترمذی)

(4) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اقرع بن حابس موجود تھے وہ کہنے لگے: میرے دس بچے ہیں میں تو کسی کو بوسہ نہیں دیتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر کسی کے دل سے رحمت کو چھین لیا جائے تو میں اس کے لیے کیا کر سکتا ہوں۔'' (مسلم، بخاری)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص سفر پر گیا، اسے پیاس لگی تو وہ کنویں میں اترا، پانی نکال کر لایا اور اس نے کتے کو پانی پلایا۔ اس پانی پلانے کے عوض اس کی مغفرت ہوگئی۔ (مسلم، بخاری، موطا)

(6) ایک بدکار عورت نے شدید گرمی میں کتے کو اپنے موزے سے پانی پلایا تو اس کی مغفرت ہوگئی۔ (بخاری:3321)

(7) سیدنا عبدالرحمن بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے ہم نے ایک پرندہ دیکھا جس کے ساتھ دو بچے تھے۔ ہم نے اس کے بچے پکڑ لئے، چڑیا آئی اور زمین پر بچھی جا رہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کس نے اسے اس کے بچوں کی وجہ سے تکلیف میں ڈالا؟ اس کے بچوں کو لوٹا کر اسے دے دو۔'' (ترمذی)

(8) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ہم نے چیونٹیوں کے گھروں کو جلا دیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''یہ کس نے جلائے ہیں؟'' ہم نے کہا: یہ تو ہم نے جلائے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آگ کے ساتھ صرف آگ کا مالک سزا دے سکتا ہے۔'' (ابوداود)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی نبی کو چیونٹی نے کاٹا۔ انہوں نے حکم دیا کہ ان کے گھر کو جلا دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اگر آپ کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تو کیا آپ اس کی پوری نوع کو جلا ڈالیں گے جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔'' (مسلم، بخاری)

سوال 8: انسان کیسے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مزہ چکھ سکتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مزہ اسے ملتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مزہ چکھنے کے لیے اس کی دی ہوئی رحمت کو جو ہر ایک کے اندر موجود ہے اسے اپنے جیسے انسانوں کے ساتھ برت کر دیکھنا پڑے گا۔

سوال 9: اللہ تعالیٰ کی رحمت کی حقیقت جب مومن کے دل ودماغ میں بیٹھ جاتی ہے تو اس پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی رحمت کی حقیقت کے دل میں راسخ ہونے سے مومن کے دل کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

(2) مشکلات میں گھرا ہوا مومن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید باندھ لیتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ حالات میں کسی بھی لمحے تبدیلی آسکتی ہے۔

(3) مشکلات ومصائب میں مومن کو یہ یقین ہوتا ہے کہ ہر صورتِ حال کے بعد نئی صورتِ حال پیدا ہو سکتی ہے۔

(4) مصائب میں گھرا ہوا مومن یہ امید رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشکلات میں مبتلا کر کے چھوڑتا نہیں، اپنی رحمت سے محروم نہیں کرتا۔ (5) مومن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید باندھتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے اندر صبر وثبات پیدا ہوتا ہے۔

(6) مومن کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے مغفرت کی امید بندھتی ہے پھر اسے غفور ورحیم کی نافرمانی کرنے سے شرم آتی ہے۔ (7) اللہ تعالیٰ کی رحمت کی حقیقت پالینے سے مومن خود بھی رحم اور شفقت کے انداز سیکھ لیتا ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پا کر ایک مومن دوسروں کی غلطیوں اور گناہوں سے درگزر کر جاتا ہے۔

سوال 10: قیامت برحق ہے، اس کی وضاحت ﴿لَيَجْمَعَنَّكُمْ ... لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ ''وہ قیامت کے دن ضرور بہ ضرور تمہیں جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے قسم کھائی ہے کہ میں قیامت کے دن اپنے بندوں کو ضرور جمع کروں گا۔ اس نے قیامت پر دلائل دیے ہیں۔ مومن اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ سچی خبر دینے والا سمجھتے ہیں۔ وہ قیامت کا یقین رکھتے ہیں۔

(2) اس دنیا میں انسانوں کو جو کچھ ملتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے۔ دنیا میں نہ رزق کے اعتبار سے سب ایک جیسے ہیں، نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذہانت کے اعتبار سے، نہ شکل وصورت کے اعتبار سے، نہ خاندان کے اعتبار سے، نہ مواقع ملنے کے اعتبار سے۔اس لیے ہرایک کا عمل مختلف ہوجاتا ہے۔دنیا میں بعض اوقات ظالموں کو ڈھیل ملتی ہے اور مظلوم ظلم کا شکار ہی رہتا ہے۔ یہاں ہر ایک امتحان میں ہے۔ہرایک کو اس کے کیے کی پوری جزا نہیں مل سکتی،اس لیے ایک ایسے دن کے آنے کی ضرورت ہے جب ہرایک کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جس کی وجہ سے قیامت کے دن سب لوگ جمع کیے جائیں گے، ہرایک کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔

(3)﴿اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾''جن لوگوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا ہے وہی اس پر ایمان نہیں لاتے''جن لوگوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ہار دیا۔اب ان کی شخصیت باقی نہیں رہی لہٰذا ایمان نہیں لائیں گے۔

(4)جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کیا کہ وہ مخلوق کو دوبارہ زندہ کرے گا اور گناہ کرنے میں جلدی کی وہ دنیا وآخرت کے خسارے میں پڑ گئے۔

سوال11: خسارے کی نسبت ایمان نہ لانے سے قائم کر کے دراصل کس چیز کی بالواسطہ دعوت دی جارہی ہے؟

جواب: (1) یہ ایمان لانے کی دعوت ہے۔

(2) ایمان اللہ کی برکتوں میں سے بڑی برکت ہے۔اس لئے کہ حقیقت پر ایمان لانا انسان کی فطرت ہے۔

(3) ایمان نہ لا کر انسان اپنی ذات اور اپنی فطرت ہی گم کر بیٹھا ہے۔ایمان لانے کی دعوت دراصل فطری دعوت ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے دعوت دی ہے کہ کفر خسارہ ہے نہ شخصیت رہی، نہ فطرت، عظیم نقصان ہے۔

﴿وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾

''اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو بھی رات اور دن میں ٹھہرا ہوا ہے اور وہ سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے''(13)

سوال1: آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے،اس کی وضاحت﴿وَلَهٗ مَا سَكَنَ... الْعَلِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ﴾''اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو بھی رات اور دن میں ٹھہرا ہوا ہے''رات اور دن میں جو مخلوق پناہ لیتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے۔فرشتے، جنات،انسان،حیوانات، جمادات سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔(2)اس سے مراد یہ بھی ہے کہ زمانہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) اس سے مراد ہے ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور ہر چیز اس کی مملوک ہے، وہی ان کے لیے تدبیر اور انتظام کرتا ہے، وہی نفع ونقصان کا اختیار رکھتا ہے۔ عقل اس کا تقاضا کرتی ہے کہ اپنے خالق اور مالک کے لیے اخلاص اختیار کیا جائے۔ صرف اسی سے محبت، اسی سے خوف ہو اور اسی سے امید باندھی جائے۔

(4) ﴿وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے یعنی اپنے علم کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ مخلوقات پر حاوی ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ کی ملکیت اس کے سننے اور جاننے کی وجہ سے قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ السمیع ہے، اختلاف لغات اور تنوع حاجات کے باوجود وہ تمام آوازوں کو سنتا ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ العلیم ہے وہ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جو تھیں اور جو مستقبل میں ہوں گی اور ان کو بھی جانتا ہے جو نہ تھیں کہ اگر وہ ہوتیں تو کیسی ہوتیں، اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن ہر چیز کی اطلاع رکھتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1/754، 755)

﴿قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ

''آپ کہہ دیں: کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو دوست بناؤں؟ جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی کھلاتا ہے اور اسے کھلایا

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

نہیں جاتا، آپ کہہ دیں: یقیناً مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا ہوں جو اسلام لائے اور آپ ہرگز مشرکوں میں سے نہ بنیں'' (14)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوست نہیں، اس کی وضاحت ﴿قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ ... مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آپ کہہ دیں: کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو دوست بناؤں؟ جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے'' اس میں نبی ﷺ سے خطاب ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں کہ آپ ﷺ کہہ دو کہ میں زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے کو چھوڑ کر غیر اللہ کو دوست نہیں بنا سکتا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں اے جاہلو! تو کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں غیر اللہ کی عبادت کروں۔'' (الزمر: 64)

(3) ﴿وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ﴾ ''اور وہی کھلاتا ہے اور اسے کھلایا نہیں جاتا'' یعنی وہ اپنی ساری مخلوق کو تو رزق عطا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

7

فرماتا ہے لیکن خود اپنے بندوں کا قطعاً محتاج نہیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ (۵۷) اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (۵۸)﴾ ”نہیں میں ارادہ رکھتا ان سے رزق کا اور نہ ہی میں ارادہ رکھتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بے حد رزق دینے والا،طاقت والا،نہایت مضبوط ہے۔“ (الذاریات:58,57)

(4) قبا کے رہنے والے ایک انصاری نے نبی ﷺ کی دعوت کی۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ گئے۔جب نبی ﷺ کھانا تناول فرما کر ہاتھ دھو چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا:﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ، وَمَنَّ عَلَيْنَا فَهَدَانَا، وَاَطْعَمَنَا وَسَقَانَا، وَكُلَّ بَلَاءٍ حَسَنٍ اَبْلَانَا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَّلَا مُكَافًى وَّلَا مَكْفُوْرٍ، وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا مِنَ الطَّعَامِ، وَسَقَانَا مِنَ الشَّرَابِ، وَكَسَانَا مِنَ الْعُرْيِ، وَهَدَانَا مِنَ الضَّلَالَةِ، وَبَصَّرَنَا مِنَ الْعَمٰى وَفَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ”سب تعریف اسی اللہ کے لیے ہے، جو اپنے بندوں کو کھلاتا ہے مگر خود نہیں کھاتا،اس نے ہم پر احسان فرمایا کہ ہمیں ہدایت سے نوازا اور کھلایا اور پلایا اور ہر اچھی نعمت سے سرفراز فرمایا۔سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جس کو کبھی خیر باد نہیں کہا جا سکتا، نہ اس کا بدلہ دیا جا سکتا ہے، نہ ناشکری کی جا سکتی ہے نہ بے نیازی اختیار کی جا سکتی ہے۔سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا، اور پانی پلایا اور زیب تن کرنے کے لیے لباس عطا فرمایا اور ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت سے نوازا اور ہمیں اندھے پن سے محفوظ فرما کر (ایمان کی) بینائی سے نوازا اور اپنی بہت سی مخلوق کے مقابلے میں ہمیں شرف و فضل سے سرفراز فرمایا۔ہر طرح کی تعریف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔“ (السنن الکبریٰ للنسائی:6/82،ح:10132۔مستدرک حاکم:1/546،ح:2003)

(5)﴿قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ﴾ ”آپ کہہ دیں: یقیناً مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا ہوں جو اسلام لائے“ نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ کہہ دو کہ مجھے حکم ہے کہ میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا حکم مانوں۔

(6) یعنی میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اطاعت کے ساتھ اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دوں کیونکہ میں ہی سب سے زیادہ اس کا مستحق ہوں کہ اپنے رب کے احکام کی اطاعت کروں۔(تفسیر سعدی:1/755)

(7)﴿وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ”اور آپ ہرگز مشرکوں میں سے نہ بنیں“ یعنی مجھے روک دیا گیا کہ میں مشرکوں میں سے ہوں یعنی مشرکوں جیسے اعتقاد رکھوں یا ان کے ساتھ مجالس میں شریک ہوں۔یہ حکم میرے لیے فرض ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(8) اللہ تعالیٰ کے آگے سر تسلیم خم کرنے اور شرک نہ کرنے کے لازمی معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو سرپرست نہ بنایا جائے۔

سوال 2: انسان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اپنا ولی کیوں نہیں بنا سکتا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا بنانے والا ہے، صاحب اقتدار ہے، رزق دیتا ہے، ساری مخلوقات اس سے رزق پاتی ہیں، اس کی محتاج ہیں۔ تو حاجت روا کو چھوڑ کر، رازق کو چھوڑ کر کسی اور کو کیسے ولی بنایا جا سکتا ہے؟

(2) اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اسی کے آگے سر تسلیم خم کیا جائے اور مشرکوں میں شامل نہ ہوا جائے۔ اس کے حکم کے بعد کسی اور کو ولی بنانے کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

سوال 3: انسان صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا ولی کیسے بنا سکتا ہے؟

جواب: (1) ایک اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان کر انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا ولی بنا سکتا ہے۔

(2) ایک اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود مان کر۔ (3) ایک اللہ تعالیٰ کی بندگی کر کے۔

(4) ایک اللہ تعالیٰ کو اپنا مددگار بنا کر۔ (5) ایک اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے۔

(6) مصیبتوں میں ایک اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر۔

(7) ایک اللہ تعالیٰ کو اپنا رازق سمجھ کر انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا ولی بنا سکتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو ولی بنانے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو ولی بنانے کا مقصد کسی اور سے نفع حاصل کرنا یا کسی اور سے نقصان یا مشکلات سے بچانے کی امید رکھنا ہے۔

(2) نفع پہنچانا اور نقصان سے بچانا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ کسی اور سے امید رکھنا شرک ہے اور شرک ہرگز اسلام نہیں ہو سکتا۔

سوال 5: اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو اپنا ولی بنائے تو اس کا کیا انجام ہوگا؟

جواب: ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو ولی بنانے سے انسان مشرک ہو جاتا ہے اس کا انجام بھی مشرکوں کے ساتھ ہوگا۔

﴿قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾

”آپ کہہ دیں: اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں“ (15)

سوال: نافرمانوں کو عذاب دیا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿قُلْ اِنِّيْٓ... عَظِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ﴾ ''آپ کہہ دیں: اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' اگر میں رب کی نافرمانی کروں گا تو مجھے ایک بڑے دن (قیامت) کے عذاب کا ڈر ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1/491)

(2) یوم عظیم سے مراد وہ دن ہے جس کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے، جس سے خوف رکھا جاتا ہے۔

(3) نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ کہہ دو کہ میں شرک کر کے اللہ جبار کی ناراضگی سے ڈرتا ہوں کیونکہ شرک ہمیشہ جہنم میں لے جانے کا موجب ہے۔ (4) یہ شرک کرنے والوں کے دلوں کے لیے تنبیہ ہے۔

(5) قیامت کا عذاب ہولناک ہوگا جو انسان کو تلاش کر لے گا اور اسے قبضے میں کر لے گا اور اس عذاب سے صرف رب ہی بچا سکتا ہے۔ جب بچانے والا رب ہے تو پھر کسی اور کو ولی کیسے بنایا جا سکتا ہے۔

﴿مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ یَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ﴾

''اس دن جو کوئی اس سے ہٹا دیا گیا تو یقیناً اسی پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا اور یہی واضح کامیابی ہے'' (16)

سوال: عذاب سے بچا لیا جانا زبردست کامیابی ہے، اس کی وضاحت ﴿مَنْ یُّصْرَفْ ... الْمُبِیْنُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کا عذاب اتنا ہولناک ہوگا کہ انسان اس سے بچ نہ پائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی اس عذاب سے بچا سکتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کی اصل رحمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب سے بچا لے۔ ﴿مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ﴾ ''جو کوئی اس سے ہٹا دیا گیا'' جو عذاب سے بچا لیا گیا یعنی اس سے دور کر دیا گیا۔ (ایسر التفاسیر:381)

(3) ﴿یَوْمَىِٕذٍ﴾ ''اس دن'' اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے۔

(4) ﴿فَقَدْ رَحِمَهٗ﴾ ''اسی پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا'' جو عذاب سے بچا لیا گیا وہی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں ہوگا۔ یہی کھلی کامیابی ہے۔

(5) ﴿وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ﴾ ''اور یہی واضح کامیابی ہے'' جو اس روز عذاب سے بچا لیا گیا وہی کامیاب ہے اور جو کامیاب نہ ہوا وہی بدبخت ہے۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ ''چنانچہ جو آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا'' (آل عمران:185)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ

''اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ آپ کو کوئی بھلائی پہنچائے

فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

تو وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' (17)

سوال: صرف اللہ تعالیٰ ہی نفع اور نقصان کا مالک ہے، اس کی وضاحت ﴿وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ ... قَدِيرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ ہی نفع ونقصان کا مالک ہے۔ وہی اپنی مخلوق میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے، کوئی اس کا حکم پیچھے ڈالنے والا نہیں اور نہ اس کا فیصلہ ٹالنے والا ہے۔ اس نے فرمایا: ﴿وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کسی بیماری میں مبتلا کر دے یا مالی تنگی میں یا کوئی غم دے دے یا پریشانی میں مبتلا کر دے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ اپنی سچی پہچان دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دلائل سے یقین دلایا ہے کہ دیکھو قدرت والا تو مدد کر سکتا ہے پھر بے اختیار کو ولی کیوں بناتے ہو؟

(3) ﴿وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ''اور اگر وہ آپ کو کوئی بھلائی پہنچائے تو وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہی بھلائی پہنچانے والا ہے۔

(4) انسان جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے ولی بناتا ہے تو ان سے نفع کی امید رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کی دلی خواہشات سے باخبر ہے وہ انسان کی خواہش کا پیچھا کر کے اس کا علاج کرتا ہے کہ دیکھو نفع دینے کا اختیار تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے پھر یہ بتاؤ کسی اور کو ولی بنانے کا کیا فائدہ؟ (5) وہ جسے چاہے نفع یا نقصان پہنچا دے اور وہ ہر قسم کے نفع ونقصان پر قادر ہے۔

(6) جب اللہ تعالیٰ اکیلا ہی نفع ونقصان کا اختیار رکھتا ہے تو وہی اکیلا الوہیت وعبودیت کا بھی مستحق ہے۔ (تفسیر سعدی: 755/1)

رب العزت کا فرمان ہے: ﴿مَّا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِن رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۖ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِن بَعْدِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں سے جو کچھ کھول دیتا ہے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دیتا ہے تو اس کے بعد اسے کوئی بھیجنے والا نہیں اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (فاطر: 2)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(7) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک دن (سواری پر) رسول اللہ ﷺ کے پیچھے (بیٹھا ہوا) تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے لڑکے! میں تجھے چند (اہم) باتیں بتلاتا ہوں (انہیں یاد رکھ) تو اللہ تعالیٰ کے (احکام) کی حفاظت کر! اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کے حقوق کا خیال رکھ، تو اس کو اپنے سامنے پائے گا (یعنی اس کی حفاظت کر مدد تیرے ہم رکاب رہے گی)۔ جب تو سوال کرے تو صرف اللہ تعالیٰ سے کر، جب تو مدد چاہے (ماورائے اسباب طریقے سے) تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر اور یہ بات جان لے کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تجھے کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے اور وہ اگر تجھے کچھ نقصان پہنچانے کے لئے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لئے گئے (یعنی لکھ کر فارغ ہو گئے) اور صحیفے (نوشتہ ہائے تقدیر) خشک ہو گئے۔" (جامع ترمذی: 2516)

(8) نبی ﷺ کا فرمان ہے: ﴿اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ﴾ "اے اللہ تیری عطا کو کوئی روکنے والا نہیں اور تیری روکی ہوئی چیز کوئی عطا کرنے والا نہیں اور دولت مند کی دولت تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔" (مسلم: 1342)

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾

"اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ کمال حکمت والا، ہر چیز کی پوری خبر رکھنے والا ہے" (18)

سوال: اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے، اس کی وضاحت ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ ... الْخَبِيْرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ﴾ "اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے" اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غالب اور حاکم ہے، اس کے سامنے بڑے بڑے سرکشوں کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں، لمبی ناک والوں کے سر خم ہیں اور جھوٹے معبودوں کے چہرے ذلیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کائنات کی ایک ایک چیز پر غالب ہے، اس کے ہاتھ میں ہر ایک کی پیشانی کے بال ہیں اور تمام مخلوق اس کے جلال و جبروت کے آگے سرنگوں ہے۔ اس کی قدرت میں ہر چیز ہے اور اس کے قبضے میں تمام جہانوں کا ذرہ ذرہ ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 492/1)

(2) ﴿الْقَاهِرُ﴾ "غالب" جو عزت دینے والا اور ذلت دینے والا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 382)

(3) اللہ تعالیٰ انسان پر اتنے اختیارات رکھتا ہے کہ اس کے وسوسوں اور اندرونی اندیشوں سے واقف ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نفع دے سکتا ہے اور نقصان پہنچا سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) اللہ تعالیٰ باخبر ہے لیکن وہ تمام معاملات کا فیصلہ دانائی سے کرتا ہے۔ وہ انسان کو عقل سے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی مہلت دیتا ہے۔ وہ کامل اختیارات کے باوجود اسے فوراً نہیں پکڑتا۔

(6) ﴿وَهُوَ الْحَكِيمُ﴾ ''اور وہ کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے تمام افعال میں حکمت والا ہے اور ہر چیز کے مقام ومناسبت سے خوب واقف ہے۔ وہ مستحق کو دیتا ہے اور غیر مستحق کو نہیں دیتا۔ (مختصر ابن کثیر:1/493,492)

(7) اللہ تعالیٰ اپنے اوامر ونواہی، ثواب وعقاب اور خلق وقدر میں حکمت سے کام لیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1/756)

(8) ﴿الْخَبِيرُ﴾ ''ہر چیز کی پوری خبر رکھنے والا ہے'' وہ اسرار وضمائر اور تمام مخفی امور کی اطلاع رکھتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1/756)

﴿قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً ۖ قُلِ اللَّهُ ۖ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ

''آپ ان سے پوچھیں کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے

وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ ۚ أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ

اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ساتھ تمہیں بھی خبردار کروں اور انہیں بھی جن تک یہ پہنچے، کیا تم گواہی

مَعَ اللَّهِ آلِهَةً أُخْرَىٰ ۚ قُل لَّا أَشْهَدُ ۚ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ

دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقعتاً دوسرے معبود بھی ہیں؟ آپ کہہ دیں: میں تو گواہی نہیں دیتا، آپ کہہ دیں: وہ تو بس

وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ﴾

ایک ہی معبود ہے اور بلاشبہ میں ان سے بے تعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو'' (19)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن اسحاق اور ابن جریر نے سعید یا عکرمہ کے واسطہ سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ نمام بن زید اور قروم بن کعب اور حجری بن عمرو آئے اور کہنے لگے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، مجھے اسی توحید حق پر معبوث کیا گیا اور میں اسی کی طرف دعوت دیتا ہوں'' تو اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی یعنی آپ فرما دیجیے کہ سب سے بڑھ کر گواہی کے لیے کون سی چیز ہے۔'' (تفسیر ابن عباس:1/384)

سوال 2: قرآن اللہ تعالیٰ کی بندوں پر حجت ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ أَيُّ شَيْءٍ... وَمَن بَلَغَ﴾ کی روشنی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ﴾ ''آپ پوچھیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ بیان کر دیں۔

(2)﴿اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً﴾ ''کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے'' اللہ تعالیٰ نے ہدایت کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے اب اس سے بڑھ کر کس کی گواہی ہو سکتی ہے؟

(3) یہ گواہی اصول عظیم یعنی توحید کی گواہی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود سچائی کو بیان کرتا ہے، وہ سب سے بھلے فیصلے کرتا ہے، اس کی بات کے بعد کسی کی بات کی گنجائش نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ بات کرے تو تمام باتیں ختم ہو جاتی ہیں اور معاملے کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔

(4)﴿قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ﴾ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے'' اللہ تعالیٰ کی گواہی رسول اللہ ﷺ اور اس کی قوم کے مابین دو قسم کی ہے۔ ایک تو رسول ﷺ کی رسالت کی گواہی اور دوسرے قرآن حکیم کی گواہی۔ (تفسیر مراغی:76/3)

(5) اللہ تعالیٰ ہی رسول اور بندوں کے درمیان گواہ ہیں کہ رسول برحق ہیں۔ جو کتاب لے کر آئے ہیں وہ سچی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی گواہی قرآن حکیم کی شکل میں آ گئی ہے، اس کے سوا کسی کو حقیقت کا علم نہیں، اس کے سوا کسی کو زور حاصل نہیں اس لیے وہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ میری گواہی دیتا ہے جو کچھ میں کہتا ہوں وہ اس کو محقق کر دیتا ہے۔﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ (۴۴) لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ (۴۵) ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ﴾ ''اور اگر وہ ہم پر کوئی بات گھڑ کر لاتا تو یقیناً ہم اس کو اس کے دائیں ہاتھ سے پکڑتے پھر یقیناً ہم اس کی رگ جان کاٹ دیتے۔'' (الحاقۃ:44-46)

(7) اللہ تعالیٰ اس کی گواہی نہیں دے سکتے جو اس کا رسول نہ ہو۔

(8)﴿وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ﴾ ''اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن تمہارے فائدوں اور مصلحتوں کے لیے میری طرف وحی کیا ہے تاکہ میں تمہیں اور جن تک یہ قیامت تک پہنچے گا انہیں برے انجام سے خبردار کر دوں۔

(9)﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ﴾ ''تاکہ میں اس کے ساتھ تمہیں بھی خبردار کروں'' انذار یہ ہے کہ جس چیز سے ڈرانا مقصود ہو اسے بیان کیا جائے جیسے ترغیب و ترہیب، اعمال اور اقوال ظاہرہ و باطنہ، جو کوئی ان کو قائم کرتا ہے وہ گویا انذار قبول کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:757/1) رب العزت کا فرمان ہے۔﴿هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًی وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ﴾ ''لوگوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے یہ بیان ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔'' (آل عمران:138)

(10)﴿وَمَنۢ بَلَغَ﴾ ''اور جن تک یہ پہنچے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: جس تک یہ قرآن پہنچے تو وہ لوگوں میں سے اس کا نذیر ہے۔ (ابن ابی حاتم:4/1271)

(11) ہر وہ شخص جس تک قرآن کی تعلیمات کسی ایسی زبان میں پہنچ جائیں جسے وہ سمجھتا ہو تو اس پر حجت قائم ہو جاتی ہے۔

(12) مقاتل کا قول ہے: جس کو جنوں اور انسانوں میں سے قرآن پہنچے وہ اس کے لیے نذیر ہے۔ (تفسیر منیر:4/166)

(13) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرا پیغام لوگوں کو پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔'' (صحیح بخاری:3461)

(14) سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو مجھ سے کوئی حدیث سنے پھر اسے یاد رکھ کر اسے دوسروں کو پہنچا دے۔'' (جامع ترمذی:2656)

(15) سیدنا ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! تو گواہ رہنا اور ہاں! یہاں موجود غائب کو پہنچا دیں کیونکہ بہت سے لوگ جن تک یہ پیغام پہنچے گا سننے والوں سے زیادہ (پیغام کو) یاد رکھنے والے ثابت ہوں گے اور میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی (ناحق) گردنیں مارنے لگو۔'' (صحیح بخاری:1741)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کی وضاحت ﴿أَئِنَّكُمْ ...تُشْرِكُونَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ آلِهَةً أُخْرَىٰ﴾ ''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقعتاً دوسرے معبود بھی ہیں؟'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ ان مشرکوں سے کہہ دیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنے والے ہیں اور اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے ہیں کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہیں؟ (تفسیر جامع البیان:7/74)

(2) ایک طرف اللہ تعالیٰ کی گواہی جو جہانوں کا پروردگار ہے اور مخلوق میں سے سب سے پاکیزہ ہستی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی ہے اور دوسری طرف مشرکین کی گواہی ہے جن کی عقل اور دین خلط ملط ہو گئے ہیں، جن کا اخلاق خراب ہو گیا ہے۔ ان دونوں گواہیوں کے درمیان موازنہ نہ کیا جائے۔

(3) تمہاری اپنی گواہی فطرت کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ کے خلاف جتنے گروہوں کی گواہی ہے ان کے اپنے اقوال میں اختلاف ہے۔ جس کی مخالفت میں وہ یک جا ہیں یعنی وہ سب اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خلاف دلائل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا ادنیٰ سا شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا اس لیے دونوں گواہیوں میں سے کوئی گواہی چن لو۔

(4)﴿قُلْ لَّآ اَشْهَدُ﴾ ''آپ کہہ دیں: میں تو گواہی نہیں دیتا'' میں تو ایسی بے ہودہ بات نہیں کہتا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ﴾ ''پھر اگر وہ گواہی دیں تو آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دیں۔'' (الانعام:150)

(5)﴿قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ ''آپ کہہ دیں: وہ تو بس ایک ہی معبود ہے'' نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ کہہ دو وہ واحد معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ (جامع البیان:174/7)

(6) وہ واحد معبود ہے کیونکہ وہ ایک ہی رب ہے اس لیے وہ رب جو خالق، رازق اور مدبر ہے اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ (ایسر التفاسیر:382)

(7)﴿وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ میں اُن سے بے تعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو'' تم جن بتوں اور دیگر خداؤں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو میں ان سے برأت کا ظہار کرتا ہوں۔ یہ ہے توحید کی حقیقت یعنی اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اثبات اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک سے اس کی نفی۔ (تفسیر سعدی:757/1)

﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا

''وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنی

ع 2 10 8

اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

جانوں کو خسارے میں ڈالا تو وہی ایمان نہیں لاتے'' (20)

سوال: اہل کتاب نبی ﷺ کو اس طرح پہچانتے تھے جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے، اس کی وضاحت ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ ۔۔ يُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ﴾ ''وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے'' یعنی یہود و نصاریٰ جن کو تورات اور انجیل دی گئی۔ (الاساس فی التفسیر:1606/3) (2)﴿يَعْرِفُوْنَهٗ﴾ ''وہ اس کو پہچانتے ہیں'' یعنی وہ توحید کو پہچانتے ہیں۔

(3)﴿كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ﴾ ''ایسے ہی جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں'' قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس سے مراد ہے کہ وہ اسلام کو پہچانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے اور یقیناً محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جس کے بارے میں وہ تورات اور انجیل میں اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں۔ (تفسیر جامع البیان:175/7)

(4) وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اس سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ وہ نبی ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو پہچانتے ہیں کیونکہ نبی ﷺ کی بعثت کے بارے میں ان کی کتابوں میں بشارتیں موجود تھیں اور آپ ﷺ کی صفات ان کی کتابوں میں لکھی ہوئی تھیں اس لیے وہ آپ ﷺ کو ایسے پہچانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

(5)﴿اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''جن لوگوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا'' وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو ہلاک کیا اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کا انکار کر کے جہنم میں اپنے آپ کو گرایا۔

(6) جس ایمان اور توحید کے لیے انہیں پیدا کیا گیا تھا انہوں نے اپنے آپ کو اس سے محروم رکھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے محروم کر دیا۔

(7)﴿فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''تو وہی ایمان نہیں لاتے'' اپنے اس خسارے کی وجہ سے اب وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

(8) ان کے اندر ایمان نہیں اس لیے وہ عظیم خسارے اور شر کو پہنچیں گے۔

(9) جن لوگوں نے اپنی جانوں کے لیے خسارہ لے لیا وہ ایمان نہیں لا سکتے۔

(10) جن اہل کتاب نے تحقیقات کیں اور دین کو قبول کرنے کی بجائے دین کو بگاڑنے میں کوشاں رہے وہ ایمان نہیں لا سکتے۔

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

''اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے، ظالم یقیناً کامیاب نہیں ہوتے'' (21)

سوال 1: سب سے بڑا ظالم کون ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ ... الظّٰلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ﴾ ''اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے'' سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ گھڑے اور اس کی آیات کو جھٹلائے جو رسول لے کر آئے ہیں۔

(2) اس آیت کریمہ کی وعید میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنا جائز ہے یا اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے کوئی بیوی یا بیٹا بنایا ہے اور اس وعید میں وہ تمام لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے حق کو جھٹلایا جسے لے کر انبیاء و مرسلین مبعوث ہوئے اور جس کے علم بردار، ان کے جانشین (داعیان حق) ہوئے۔ (تفسیر سعدی: 758/1)

(3) جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 493/1)

(4) ظالموں سے مراد مشرک ہیں جو گمان رکھتے ہیں کہ بت اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی ہوں گے اس وجہ سے ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبادت کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:384)

(5) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تکلیف دہ بات سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے، مشرک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے اور پھر بھی وہ انہیں معاف کرتا ہے اور انہیں روزی دیتا ہے۔'' (صحیح بخاری:7378)

(6) مشرکوں کا اپنے بتوں کے بارے میں اعتقاد تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارے سفارشی ہیں اس لئے ان کی عبادت کی اور اہل کتاب نے قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کا انکار کیا تو گویا یہ سبھی لوگ توحید اور اسلام کے خلاف اپنے معاندانہ رویے کی وجہ سے بڑے ظالم ہیں۔(تیسیر الرحمن:391/1)

(7) ﴿اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''ظالم یقینا کامیاب نہیں ہوتے'' توحید اور اسلام سے دشمنی کا مؤقف رکھنے والے ظالم ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے کبھی نجات نہیں پائیں گے۔(ایسر التفاسیر:384)

(8) جو لوگ اللہ تعالیٰ پر باطل کہتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے نہ ہی جنتوں میں ہمیشہ کی زندگی پائیں گے۔(تفسیر جامع البیان:176/7)

(9) شرک کرنے والے ظالم ہیں اس لیے وہ کبھی فلاح نہیں پاسکتے۔مشرک اپنا ذہنی سانچہ خراب کر لیتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے مقام پر کسی اور کو فائز کر کے اپنی زندگی، قوتیں، صلاحیتیں، وقت اور مال اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسری ہستیوں کی عقیدت اور محبت میں نچھاور کر دیتا ہے اور اس کا نتیجہ ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔نہ وقت کام آئے گا، نہ صلاحیتیں، نہ مال کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی صلہ نہیں دے سکتا اور شرک کر کے انسان اللہ تعالیٰ کے تعلق کو کاٹ بیٹھتا ہے۔

(10) انسان اپنے جیسے انسانوں کے لیے شرک کی مثال بنتا ہے یوں اپنی ناکامی کے ساتھ دوسروں کی کامیابی کے راستے میں روڑے اٹکاتا ہے۔

سوال 2: شرک سب سے بڑا ظلم کیسے ہے؟

جواب: (1) شرک سچائی کے ساتھ ظلم ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے اس جیسا کوئی نہیں، کبریائی صرف اس کا حق ہے۔ وہ حق رکھتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور مشرک اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ دوسروں کے اندر بھی اللہ تعالیٰ جیسی صفات ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(2) شرک نفس انسانی کے ساتھ ظلم ہے۔اس لیے کہ انسان کے نفس کا حق ہے کہ اسے صرف ایک اللہ تعالیٰ کے آگے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جھکائے اور مشرک اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسری ہستیوں کے سامنے جھکا کر ذلیل ورسوا کرتا ہے۔ان سے دعائیں مانگ کر،ان کے لیے قربانیاں دے کر،ان کے نام کی نذریں مان کر،ان سے اللہ تعالیٰ جیسی محبت رکھ کر،ان سے اللہ تعالیٰ کی طرح خوف کھا کر مشرک اپنے لیے ہمیشہ کی ہلاکت کا فیصلہ کرتا ہے۔

(3)شرک دوسرے انسانوں پر ظلم ہے۔اس لیے کہ ایک انسان شرک کر کے حق کی پہچان گم کر بیٹھتا ہے اور اس طرح اس کی زندگی ظالمانہ اصولوں کے تحت چلتی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ شرک ظلم عظیم ہے۔

﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ

''اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ہم ان لوگوں سے پوچھیں گے جنہوں نے شرک کیا کہ تمہارے وہ شریک کہاں ہیں

الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ﴾

جن کا تم گمان کیا کرتے تھے؟''(22)

سوال1:مشرکوں سے شرک کے بارے میں پوچھا جائے گا،اس کی وضاحت ﴿وَيَوْمَ... تَزْعُمُونَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا﴾''اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے''اللہ تعالیٰ نے اہل شرک کے انجام کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے۔

(2)مشرکین اور اہل کتاب نہ دنیا میں کامیاب ہوں گے اور نہ اس دن جب ہم انہیں جمع کریں گے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔(ایسر التفاسیر:384)

(3)﴿ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ﴾''پھر ہم ان لوگوں سے پوچھیں گے جنہوں نے شرک کیا تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جن کا تم گمان کیا کرتے تھے؟''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مشرکوں کو جمع کر کے ان کے بتوں کے بارے میں پوچھیں گے کہ وہ تمہارے بت،دیوتا کہاں گئے جنہیں تم اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے تھے۔

(4)﴿الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ﴾''جن کا تم گمان کیا کرتے تھے''جن کے بارے میں تم گمان رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تو کوئی شریک نہیں۔(تفسیر منیر:4/169)

(5)جنہیں تم پکارتے تھے اور شریک سمجھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تمہاری شفاعت کریں گے۔(ایسر التفاسیر:383)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾

''پھر ان کا اس کے سوا کوئی عذر نہ ہوگا کہ وہ کہیں گے کہ قسم ہے اللہ ہمارے رب کی! ہم مشرک نہ تھے'' (23)

سوال: حشر کے میدان میں مشرکوں کا جو حال ہوگا، اس کی وضاحت ﴿ثُمَّ لَمْ تَكُنْ ... مُشْرِكِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ﴾ ''پھر ان کا کوئی عذر نہ ہوگا'' اب ان کے لیے فتنہ نہ رہے گا یعنی حشر کے میدان میں حقیقت کے سامنے آنے کے بعد فتنہ یعنی عذر واضح ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بے اصل، بے بنیاد عقائد ذہن سے نکل جائیں گے لیکن نئی مصیبت پیش آئے گی کہ اس دن شرک سے انکار نجات کا باعث نہیں بن سکتا کیونکہ وہ عمل کا نہیں بلکہ فیصلوں کا دن ہوگا۔

(2) ﴿اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ ''اس کے سوا کہ وہ کہیں گے کہ قسم ہے اللہ ہمارے رب کی! ہم مشرک نہ تھے'' مشرک عذر کے طور پر جھوٹی قسم کھائیں گے کہ ہم مشرک نہ تھے۔

(3) حشر کے میدان میں فطرت پر پڑے ہوئے پردے ہٹ جائیں گے اور انسان کا شعور شرک کی حقیقت کو پالے گا۔ اس وجہ سے مشرک اپنے ماضی سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کی عظمت، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اعتراف کر لیں گے لیکن یہ کام وہ تب کریں گے جب اقرار مفید نہ ہوگا۔ جزائے اعمال کے دن اعترافات فائدہ نہ دیں گے۔

﴿اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾

''آپ دیکھیں کیسے وہ جھوٹ بولیں گے اور وہ سب ان سے گم ہو جائے گا جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے'' (24)

سوال 1: ﴿اُنْظُرْ ... كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اُنْظُرْ﴾ ''آپ دیکھیں'' یعنی تعجب کی نظر سے دیکھو۔ ﴿كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ﴾ ''کیسے وہ اپنے اوپر جھوٹ بولیں گے'' مراد یہ ہے کہ حقیقت سامنے آنے کے بعد اب یہ خود شرک کا انکار کر رہے ہیں۔ دراصل انہوں نے جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو خود پر جھوٹ بولا اور خود کو فریب دیا۔

(2) اللہ تعالیٰ اُن پر تعجب فرماتے ہیں کہ انہوں نے دنیا میں جھوٹ میں زندگی بسر کی اور آج یہ خود گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ﴾ ''اور ان سے گم ہو جائے گا'' یعنی ان سے غائب ہو جائے گا اور وہ انہیں دیکھ نہیں سکیں گے۔

(4)﴿مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے'' یعنی وہ جھوٹ بولتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:384)

(5) یعنی شرک ان کے ذہن کے پردوں سے بھی مٹ جائے گا۔

(6) حشر کے میدان میں جب فریب کا پردہ چاک ہو جائے گا، فطرت پاک صاف ہو جائے گی تو شرک کی آزمائش دور ہو جائے گی۔ اُن کے اندر سے شرک اور جھوٹے عقائد نکل جائیں گے تو ماضی کا احساس نہ کر سکیں گے۔

(7) دنیا میں عقائد کا گھڑا ہوا جھوٹا قلعہ اس طرح گر جائے گا جیسے اُس کا کوئی وجود نہ ہو۔

(8) رب العزت نے فرمایا:﴿ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''پھر اُن سے کہا جائے گا: ''وہ کہاں ہیں جنہیں تم شریک کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ماسوا؟'' وہ کہیں گے: ''وہ ہم سے کھو گئے ہیں، بلکہ اس سے پہلے ہم کسی چیز کو پکارتے ہی نہ تھے۔'' اللہ تعالیٰ کافروں کو ایسے ہی گمراہ کرتا ہے۔(مومن:73، 74)

سوال 2: انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو کیسے شریک ٹھہرا لیتا ہے؟

جواب: (1) انسان جب اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا مرکز توجہ بنا لیتا ہے تو وہ جھوٹی تمناؤں کا ایک تانا بانا بن لیتا ہے جو اسے دھوکے میں رکھتی ہیں۔(2) وہ یوں محسوس کرتا ہے کہ اس نے بڑا مضبوط سہارا تھام رکھا ہے۔

(3) وہ بڑی ہستیوں سے منسوب ہونے کو باعث فخر سمجھتا ہے۔

(4) وہ ان ہستیوں سے امیدیں باندھتا ہے کہ وہ ڈوبتی کشتی پار لگا دیں گی اس طرح انسان شرک کے جال میں خود پھنس جاتا ہے۔

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ

''اور ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں حالانکہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ (نہ) اس

وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءُوْكَ

کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے اور اگر وہ تمام نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان پر وہ ایمان نہیں لائیں گے حتی کہ جب وہ آپ کے

يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاس آتے ہیں تو آپ سے جھگڑا کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں جن لوگوں نے کفر کیا، پہلے لوگوں کی کہانیوں کے سوا یہ کچھ نہیں ہے" (25)

سوال 1: بدبخت انسان قرآن سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، اس کی وضاحت ﴿وَمِنْهُمْ ... اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا﴾ "اور ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں حالانکہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ (نہ) اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے" حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: بعض لوگ رحمت عالم ﷺ کی قرأت سننے آتے ہیں اور پوری توجہ سے سنتے بھی ہیں لیکن آپ کے وعظ و نصیحت سے ان کے پلے کچھ نہیں پڑتا جیسے خالی ہاتھ آئے تھے ویسے ہی چلے جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں۔ قرآن مجید ان کے دلوں پر اثر تا ہی نہیں اور وہ بہرے ہیں ان کے لیے سننا مفید ثابت نہیں ہوتا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ "اور اُن لوگوں کی مثال جنہوں نے کفر کیا اس شخص کی مثال جیسی ہے جو ان جانوروں کو پکارتا ہے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہیں سنتے، وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، سو وہ نہیں سمجھتے۔" (البقرہ:171) (مختصر ابن کثیر:494/1)

(2) بعض اوقات وہ سننے پر آمادہ بھی ہو جاتے ہیں مگر وہ اس سننے سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے کیونکہ نہ ان کا ارادہ حق کی پیروی کا ہوتا ہے، نہ اس کے مطابق عمل کرنے کا، اس لیے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

(3) مشرک قرآن مجید سنیں بھی تو ان کے دل اسے یاد نہیں رکھتے، نہ وہ احکامات کے رازوں کو سمجھتے ہیں اس لیے وہ نہ حق کو پہچانتے ہیں نہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:385)

(4) انسان اپنی فطری صلاحیتوں کو خود معطل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور سچائی کے درمیان پردہ ڈال دیتے ہیں۔ یوں وہ کچھ نہیں سمجھ سکتا۔ (5) اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی نیت اور ارادے پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اس لیے جو حق کو نہیں پانا چاہتا تو حق کے لیے اس کے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔

(6) ﴿وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا﴾ "اور اگر وہ تمام نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان پر وہ ایمان نہیں لائیں گے" ﴿اٰيَةٍ﴾ اس سے مراد نشانی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی صداقت پر دلالت کرتی ہے۔ کافر جب کبھی معجزے دیکھتے ہیں تو ایمان نہیں لاتے۔ وہ حق کو ثابت کرنے والے کھلے دلائل کو نہ مانتے ہیں اور نہ ان کی تصدیق کرتے ہیں جیسا کہ رب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۭ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو وہ ضرور انہیں سنواتا اور اگر وہ انہیں سنوا دیتا تو بھی وہ ضرور منہ پھیر جاتے اس حال میں کہ وہ بے رُخی کرنے والے ہوتے۔'' (الانفال:23)

(7) ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ﴾ ''حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے جھگڑا کرتے ہیں''، یعنی جب کافر آپ کے پاس آتے ہیں تو جھگڑے کرتے ہیں اور حق کا باطل سے مقابلہ کرتے ہیں۔

(8) ﴿يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''وہ کہتے ہیں جن لوگوں نے کفر کیا، پہلے لوگوں کی کہانیوں کے سوا یہ کچھ نہیں ہے''، وہ کہتے ہیں یہ سب کچھ پہلے لوگوں کی لکھی ہوئی کتابوں سے ماخوذ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں نہ اس کے رسولوں کی طرف سے۔ یہ ان کا کفر محض ہے ورنہ اس کتاب کو پہلے لوگوں کی کہانیاں کیسے کہا جا سکتا ہے جو گزرے ہوئے اور پہلے آنے والے لوگوں، انبیاء ومرسلین کے لائے ہوئے حقائق، حق اور ہر پہلو سے کامل عدل وانصاف پر مشتمل ہے۔ (تفسیر سعدی:760/1)

سوال 2: سنتے ہوئے انسان کے کان کیسے بند ہو جاتے ہیں؟

جواب: جو انسان تعصب کا ذہن لے کر سنتا ہے تو اس پر نصیحت اثر انداز نہیں ہوتی۔

سوال 3: حق کا انکار کرنے کے لیے کافر جھگڑے کیوں کرتے ہیں؟

جواب: (1) جو لوگ تعصب کا ذہن لے کر حق کی طرف رخ کرتے ہیں وہ سن کر بھی نہیں سنتے، دلائل انہیں مطمئن نہیں کر سکتے۔ (2) جو لوگ جھگڑے کا ذہن لے کر سنتے ہیں وہ نصیحت قبول نہیں کرتے، اس لیے جھگڑا کرتے ہیں۔

(3) جو لوگ سننے اور سمجھنے کا ارادہ نہیں کرتے تو بات کا اصل پہلو اُن کے ذہن میں نہیں آتا۔

(4) جو لوگ مخالفانہ ذہن رکھتے ہیں وہ حق سے غلط معنی نکال کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں۔

(5) جو لوگ تعصب کا ذہن لے کر بات سنتے ہیں دلائل ان کے ذہن کا جزو نہیں بنتے پھر وہ حق کا انکار کرنے کے لیے جھگڑے کرتے ہیں۔

سوال 4: انکار کرنے والے قرآن مجید کو پچھلے لوگوں کی کہانیاں کیوں قرار دیتے ہیں؟

جواب: (1) قرآن حکیم کو رد کرنے اور جھٹلانے کا بہانہ تلاش کرنے کے لیے رسولوں اور پچھلی قوموں کے واقعات کے بارے میں یہ تبصرہ ہر انکار کرنے والے کے دل کو ٹھنڈا رکھتا ہے کہ کلام اللہ پچھلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)عوام الناس کوقرآن سننے سے روکنے کے لیے ہر دور کے لیڈر قرآن حکیم کو ماضی کی داستان قرار دیتے ہیں تا کہ لوگ اسے اپنے لیے غیر ضروری خیال کریں۔

﴿وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ ۚ وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ

''اور وہ اس سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور ہی رہتے ہیں اور اپنی جانوں کے سوا وہ کسی کو ہلاک نہیں کر رہے

وَمَا يَشْعُرُونَ﴾

اور وہ شعور نہیں رکھتے''(26)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:امام حاکم وغیرہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے،وہ مشرکین کو رسول اکرم ﷺ کو ایذاء پہنچانے سے روکتے تھے اور خود آپ کے دین کو قبول نہیں کرتے تھے اور ابن ابی حاتم نے سعید بن ابی ہلال سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت رسول اکرم ﷺ کے چچاؤں کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ تعداد میں دس تھے علانیہ طور پر تو وہ آپ ﷺ کی مدد میں لوگوں پر بھاری تھے مگر خفیہ طور پر تمام لوگوں سے زیادہ آپ ﷺ پر زیادہ سخت تھے۔(تفسیر ابن عباس:386/1)

سوال2: کافر دوسروں کو بھی ایمان سے روکتے ہیں،اس کی وضاحت ﴿وَهُمْ يَنْهَوْنَ ... يَشْعُرُونَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ﴾''اور وہ اس سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور ہی رہتے ہیں'' اتباع حق تعالیٰ،تصدیق رسول ﷺ اور اطاعت قرآن سے کافر لوگوں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی دور رہتے ہیں۔نہ خود فائدہ اٹھاتے ہیں اور نہ دوسروں کو اٹھانے دیتے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:494/1)

(2)﴿وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ﴾''اور اپنی جانوں کے سوا وہ کسی کو ہلاک نہیں کر رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے'' جو لوگ دوسروں کو قرآن سننے سے روکتے ہیں وہ خوف رکھتے ہیں کہ کہیں متاثر نہ ہو جائیں اور کہیں اسے قبول نہ کر لیں۔یہ وہ لوگ ہیں جو خود بھی قرآن حکیم سے دور بھاگتے ہیں۔یہ مفلس لوگ ہیں،اپنے آپ کو کامیابی کے راستے سے دور رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) یہ رکنا اور روکنا، یہ بھاگنا اور بھگانا دراصل تباہی کا سامان ہے مگر انہیں شعور نہیں۔

﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ

''اور کاش آپ دیکھیں کہ جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو کہیں گے کہ اے کاش ہم واپس بھیج دیے جائیں اور ہم اپنے رب کی

رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

آیات کو نہ جھٹلائیں اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں''(27)

سوال 1: عذاب دیکھ لینے کے بعد دنیا میں لوٹائے جانے کی تمنائیں کام نہ آئیں گی، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْ تَرٰٓى ...الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں کہ جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا'' اللہ تعالیٰ نے کافروں کے اس وقت کے حال کا ذکر فرمایا ہے جب انہیں قیامت کے دن جہنم کے سامنے کھڑا کیا جائے گا۔ جب وہ اس کی زنجیروں اور بیڑیوں کو دیکھ لیں گے اور اس کی ہولناکیوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں گے تو بے ساختہ پکار اٹھیں گے۔

(2) ﴿فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''تو کہیں گے کہ اے کاش ہم واپس بھیج دیے جائیں اور ہم اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں'' اس وقت ان کے ہوش اڑ جائیں گے اور وہ تمنا کریں گے کہ انہیں پھر دنیا میں بھیج دیا جائے تاکہ وہ نیک اعمال کر سکیں، اپنے رب کی نشانیوں کی تکذیب نہ کریں اور مومن بن جائیں۔ اس وقت کی یہ تمنائیں کسی کام نہ آئیں گی۔

(3) انکار کرنے والے دنیا میں لوٹا دیے جانے کی تمنا اس لیے کریں گے کہ جس حقیقت پر انہوں نے پردہ ڈال رکھا تھا وہ سامنے آجائے گی۔ (4) اس تمنا کا سبب یہ ہوگا کہ ان پر ان کے اعمال کے برے نتائج اور ان کا برا انجام واضح ہو جائے گا۔

(5) یہ جھوٹی تمنا ہے اس لیے کہ یہ ان کی فطرت کے ساتھ میل نہیں کھاتی۔ اس تمنا سے پتہ چلتا ہے کہ انکار کرنے والے اپنی جبلت کو ہی بھول جائیں گے نہ انکار، نہ جھگڑے، نہ لوگوں کو سیدھے راستے سے روکنا کچھ بھی یاد نہ رہے گا۔ اگر ان کی یہ تمنا پوری بھی کر دی جائے تب بھی یہ ایسا ہی کریں گے۔

سوال 2: انکار کرنے والوں کو ان کا انجام کیسے دکھایا گیا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: انکار کرنے والے دوزخ کے کنارے کھڑے ہیں۔ رسوائی، شرمساری اور حسرت کا منظر ہے۔ انکار کرنے کی اور سرکشی کرنے کی طاقت ختم ہو چکی ہے۔ ایک تمنا ہے دنیا میں واپس بھیج دیے جائیں اور اپنے رب پر ایمان لائیں۔ اس منظر کو دیکھ کر انسان کو موقع ملتا ہے کہ آج کی صورت حال بدل ڈالے، یہ حق کو قبول کرنے کے لیے زبردست ذہنی تیاری ہے۔

﴿بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا

''بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے

عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾

جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں'' (28)

سوال: ﴿بَلْ بَدَا لَهُمْ ... لَكٰذِبُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ﴾ ''بلکہ ان پر واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے'' کافروں نے دلوں میں کفر چھپا رکھا تھا یعنی ان کے برے اعمال ظاہر ہو گئے۔ (تفسیر قرطبی: 254/3)

(2) کافر دلوں میں اس حقیقت کو چھپاتے تھے کہ وہ جھوٹے ہیں ان کے دلوں کا جھوٹ بعض اوقات ظاہر ہو جاتا تھا۔ ان کے دلوں کو بھلائی سے روکنے والے ان کے فاسد مقاصد تھے۔

(3) ﴿وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں'' کافر اپنی تمناؤں میں جھوٹے ہیں، ان کا مقصد محض اپنے اوپر سے عذاب کو دور کرنا ہے۔ (4) ان کو لوٹا بھی دیا گیا تو وہ پھر کفر اور شرک میں مبتلا ہو جائیں گے۔

﴿وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ﴾

''اور انہوں نے کہا کہ زندگی تو بس ہماری دنیا کی زندگی ہے اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں ہیں'' (29)

سوال 1: ﴿وَقَالُوْٓا ... بِمَبْعُوْثِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ زندگی تو بس ہماری دنیا کی زندگی ہے اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں ہیں'' موت کے بعد کی زندگی کا انکار کرنے والے کہتے ہیں کہ ہمیں وجود میں لانے کا مقصد اس دنیا کی زندگی کے سوا کچھ نہیں، ہمیں دوبارہ اٹھایا نہیں جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: یہ عقیدہ کہ زندگی بس یہی زندگی ہے اور ہم اُٹھائے نہیں جائیں گے انسان کے اوپر کیسے اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب: اس عقیدے کی بنیاد پر ایک پاکیزہ اور بلند مرتبہ زندگی وجود میں نہیں لائی جاسکتی کیونکہ

(1) انسان اس محدود دنیا کے اندر قید ہو جاتا ہے۔

(2) اس کی سوچ جانوروں کی طرح محسوسات تک محدود ہو جاتی ہے۔

(3) اس کے اندر دنیا کی حرص پیدا ہو جاتی ہے۔

(4) وہ دنیا کے مال ومتاع کا بندہ بن جاتا ہے۔ (5) وہ خواہش پرست ہو کر بے لگام ہو جاتا ہے۔

(6) اس کی خواہشات پوری نہ ہوں تو اپنے آپ کو محروم تصور کرتا ہے اور اس کی ساری امیدیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ شعور کی یہ محدودیت انسان کو گرا کر مٹی میں ملا دیتی ہے۔

سوال 3: ''زندگی تو بس ہماری دنیا کی زندگی ہے'' کی بنیاد پر کیسے بین الانسانی تعلقات وجود میں آتے ہیں؟

جواب: (1) اس نظریے کی بنیاد پر انسان، انسان کے ساتھ جنگ میں مصروف رہتا ہے۔

(2) انسانوں کا ہر طبقہ دوسرے طبقے کے خلاف مصروف عمل رہتا ہے۔

(3) انسان وحشیوں کی طرح جو جی میں آتا ہے کرتے پھرتے ہیں۔

(4) انسانی تعلقات میں عدل وانصاف، ہمدردی اور رحم دلی کا نام ونشان تک نہیں ملتا۔

﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ

''اور کاش آپ دیکھیں جب انہیں اپنے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، وہ (اللہ) پوچھے گا: ''کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟''

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾ ع 3 10 9

وہ کہیں گے: ''ہاں ہمارے رب کی قسم کیوں نہیں!'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو عذاب چکھو اس وجہ سے جو تم کفر کیا کرتے تھے'' (30)

سوال 1: موت کے بعد کی زندگی برحق ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْ تَرٰٓى ... تَكْفُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ تَرٰٓى﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں'' یعنی اگر آپ کافروں کو دیکھیں۔

(2) ﴿اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ﴾ ''جب انہیں اپنے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا'' جب وہ اپنے رب کے سامنے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کھڑے ہوں گے شرم سے سر جھکائے ہوں گے، دہشت زدہ، عذاب کے فیصلے کے منتظر، بڑے ہولناک منظر میں۔

(3)﴿قَالَ﴾ ''وہ (اللہ) پوچھے گا'' اللہ تعالیٰ ان کو ڈانٹتے ہوئے ارشاد فرمائیں گے۔

(4)﴿اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ﴾ ''کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟'' یعنی وہ عذاب جو تم دیکھ رہے ہو برحق نہیں ہے؟

(5) اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا کیا تمہیں اب بھی زندگی بعد الموت کا یقین نہیں؟ کیا زندگی بعد الموت برحق نہیں؟ کیا تمہارے باطل عقیدے کی غلطی ظاہر نہیں ہوئی؟ (مختصر ابن کثیر: 495/1)

(6)﴿قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا﴾ ''وہ کہیں گے: ''ہاں ہمارے رب کی قسم کیوں نہیں!'' اس موقع پر وہ قسم کھا کر اقرار کریں گے کہ زندگی بعد الموت برحق تھی۔

(7)﴿قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو عذاب چکھو اس وجہ سے جو تم کفر کیا کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ فیصلہ سنا دیں گے۔

سوال 2: انکار پر عذاب بالکل مناسب انجام ہے، دلائل سے واضح کریں؟

جواب: (1) جو لوگ اسلام کے وسیع تصور حیات کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو محسوسات کے تنگ دائرے میں بند کرتے ہیں اور انسانیت کے بلند مقام تک پہنچنا نہیں چاہتے۔

(2) انکار کرنے والوں نے اپنی زندگی کے نظام کو ایک گھٹیا تصور پر استوار کر لیا اور اتنے گرے کہ خود کو عذاب کا مستحق بنا لیا۔

﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً

''یقیناً وہ لوگ خسارے میں رہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا حتیٰ کہ جب قیامت ان پر اچانک آ جائے گی

قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ

تو وہ کہیں گے: ہائے افسوس اس کے بارے میں جو ہم نے کوتاہی کی! اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں پر اُٹھائے ہوں گے۔

اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ﴾

سن لو بُرا ہے جو بوجھ وہ اُٹھائیں گے!'' (31)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلانے والے خسارہ اٹھائیں گے، اس کی وضاحت ﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ... مَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَزِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ﴾''یقیناً وہ لوگ خسارے میں رہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا''اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہونے کو جھوٹا سمجھا وہ خسارہ اٹھائیں گے۔جب ان کے پاس اچانک قیامت آجائے گی تو وہ گھاٹے میں ہوں گے۔(المصباح المنیر:443/2)

(2)جس نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا وہ ہر بھلائی سے محروم کر دیا گیا۔

(3)اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلانے کی وجہ سے انسان ہلاکت میں ڈالنے والے کاموں پر جری ہو جاتا ہے اور یوں دنیا میں گھٹیا اور نچلی سطح کی زندگی گزارنے کا خسارہ پاتا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہونے کا خسارہ حاصل کرتا ہے۔

(4)﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً﴾''حتیٰ کہ جب قیامت ان پر اچانک آجائے گی''جب یہ دنیا ختم ہو جائے گی اور اچانک قیامت آجائے گی تو اپنے عقائد اور اعمال پر ندامت کا اظہار کریں گے۔

(5)﴿قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا﴾''تو وہ کہیں گے:ہائے افسوس اس کے بارے میں جو ہم نے کوتاہی کی!''انسان آخرت میں اقرار کرنے پر مجبور ہوگا اس لیے کہ امتحان کی آزادی ختم ہو جائے گی۔

(6)دنیا میں غافلوں کو قیامت کے آنے کی توقع نہیں ہوتی لیکن جب وہ آجائے گی تو اعتراف کرلیں گے کہ ہم سے بڑی کوتاہی ہوئی ہے۔

(7)﴿وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ﴾''اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوں گے''اس سے ایک منظر سامنے آتا ہے جس میں کچھ لوگ ہیں جو جانوروں کی طرح اپنی پشتوں پر بوجھ لادے ہوئے ہیں،یہ جرائم کا بوجھ ہے اور بہت بھاری ہے اور اس سے نجات پانے کا کوئی ذریعہ نہیں۔

(8)جانور بوجھ کو منزل تک پہنچا کر آرام کرتے ہیں لیکن مجرم بوجھ سمیت آگ کی طرف جارہے ہیں۔

(9)اس منظر میں خوف ہر انسان کے شعور کو اپنے اعمال کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

(10)﴿اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ﴾''سن لو برا ہے جو بوجھ وہ اٹھائیں گے''اللہ تعالیٰ نے تبصرہ کیا ہے کہ کیسا برا ہے جو یہ بوجھ اٹھا رہے ہیں۔یہ گناہوں کا بوجھ ہے جو انہیں جہنم کی طرف لے جارہا ہے۔

(11)بوجھ اٹھانے والے خوف زدہ ہیں،ہراساں ہیں۔

(12)یہ بوجھ خسارہ ہے اور ہلاکت ہے،وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی ابدی ناراضی کے مستحق ہوں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: انسان آخرت کا انکار کرنے سے کیسے بچ سکتا ہے؟

جواب: انسان آخرت کا انکار کرنے سے تب بچ سکتا ہے جب وہ اپنے آپ کو عقل و دلائل سے مطمئن کرے۔ مثال کے طور پر یہ کہ جن چیزوں پر وہ اپنا حق سمجھتا ہے اور انہیں بے دریغ استعمال کرتا ہے ان کے بارے میں خود سے اس طرح کے سوالات کیے جا سکتے ہیں۔ (1) جس زمین پر چلتا ہوں کس حق کی بنیاد پر چلتا ہوں؟

(2) جس ہوا سے سانس لیتا ہوں کیا میں نے اس کا کوئی معاوضہ دیا ہوا ہے؟

(3) جس زمین سے میں رزق لیتا ہوں کیا اس زمین کا کوئی جز و میرا بنایا ہوا ہے؟

(4) وہ سب جس کو حاصل کرنے کی دوڑ دھوپ کرتا ہوں کیا اُس میں سے کوئی چیز میری بنائی ہوئی ہے؟

(5) کیا جو ان ساری چیزوں کا مالک ہے اس کا مجھ پر کوئی حق نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ جو مالک موجودہ دنیا کو استعمال کرنے کا حق دیتا ہے وہ ایک دن ان چیزوں کے حساب کتاب کے لیے کھڑا کر سکتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ذہن سے محو کرنے والی چیز کیا ہے؟

جواب: دنیا میں مصروفیت اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ذہن سے محو کرتی ہے۔ جب انسان حد سے زیادہ دنیاوی کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو رب سے ملاقات آہستہ آہستہ بھولنے لگتی ہے۔

سوال 4: دل میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا یقین پختہ کرنے کا طریقہ کار کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے بہت سے طریقے بتائے جیسے نماز، روزہ، کلام پاک کی تلاوت، دعائیں، حج، زکوٰۃ وغیرہ۔

(2) پانچ وقت کی نماز انسان کو اللہ تعالیٰ کے آگے کھڑا کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد کو نماز میں رکھ دیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ ''اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔'' (طٰہٰ 20:14)

(3) دعاؤں میں انسان اپنے آپ کو رب کے سامنے محسوس کرتا ہے خاص طور پر سونے جاگنے، دیگر امور کے بارے میں مسنون دعاؤں میں۔

(4) کلام پاک سب سے زیادہ رب کی ملاقات کی یاد دلاتا ہے اور اس یاد کو ذہن میں پختہ کرتا ہے۔

(5) اسی طرح دیگر عبادات مثلاً روزہ، زکوٰۃ انسان کے ذہن میں رب سے ملاقات کو تازہ رکھتی ہیں اور حج کے بارے میں تو اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ ''اور جان لو کہ یقیناً تم اس کی طرف جمع کیے جاؤ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گے۔''(البقرہ:203) حج رب العزت کے سامنے پیشی کی بہترین یاد دلاتا ہے۔حج کا ایک ایک عمل آخرت کی یاد کو پختہ کرتا ہے۔

﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ

''اور دنیا کی زندگی کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں اور آخرت کا گھر یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

تو کیا تم سمجھتے نہیں؟''(32)

سوال1: دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشہ ہے،اس کی وضاحت ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ ... تَعْقِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ﴾ ''اور دنیا کی زندگی کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں'' دنیا کی زندگی کو اس لیے کھیل اور تماشا کہا گیا ہے کہ یہ دل کا کھیل تماشا بھی ہے کیونکہ دل لہو ولعب سے شغف رکھتے ہیں اور ارادے اس سے پیوستہ رہتے ہیں اور لہو ولعب میں بچوں کی طرح مشغول ہوتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ کی نظر میں حقیقی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کی نظر میں دنیا کی زندگی کی حقیقت کھیل اور تماشے کی ہے۔یہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کا مقام ہے۔

(4) لہو ولعب کی زندگی موت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے جیسے کھیل تماشے ختم ہو جاتے ہیں۔

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:﴿أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ، مَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذِكْرُ اللهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمًا﴾ ''دنیا بھی ملعون ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ بھی ملعون ہے، سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس پر کاربند رہنے والوں کے یا عالم و متعلم کے۔''(صحیحہ:2988)

(6) اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی کامیابی کے لئے کوشش کرنے کا درس دیا ہے کہ اے اللہ کے بندو! دنیا کی زندگی لہو ولعب سے زیادہ کچھ بھی نہیں اس لئے ان کی لذتوں کے اسیر نہ بنو اور اپنی آخرت کو کامیاب بنانے کی کوشش میں لگے رہو، اس لئے کہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔(تیسیر الرحمن:396/1)

(7)﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ ''جان لو! بلاشبہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل، دل لگی اور زینت اور تمہارا آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، جیسے بارش کی مثال ہے کہ اُس سے اگنے والی کھیتی کسانوں کو خوش کر دیتی ہے، پھر وہ پک جاتی ہے تو آپ اُس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضا مندی بھی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔'' (الحدید:20)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ﴾ ''دنیا قید خانہ ہے مومن کے لیے اور جنت ہے کافر کے لیے۔'' (مسلم:7417)

(9) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا: ''اللہ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام بھی گزار دینا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سب سے بہتر ہے اور کسی کے لیے جنت میں ایک ہاتھ کے برابر جگہ بھی یا (راوی کو شبہ ہے) ایک (قید) جگہ (قید) سے مراد کوڑا ہے، دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔'' (بخاری:2796، مسلم:4873)

(10) ﴿وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ﴾ ''اور آخرت کا گھر یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں'' آخرت کا مقام ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو لوگ نقصان سے بچنا چاہتے ہوں، جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر تقویٰ والی زندگی گزارتے ہیں اور شرک سے بچتے ہیں۔

(11) ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''تو کیا تم سمجھتے نہیں'' یعنی کیا تم عقل نہیں رکھتے جس سے یہ سمجھ سکو کہ کون سا گھر بہتر ہے دنیا یا آخرت کا اور کس کو ترجیح دینی ہے۔

سوال 2: کس کی زندگی تقویٰ والی زندگی ہوتی ہے؟

جواب: (1) اس کی زندگی تقویٰ والی زندگی ہوتی ہے جو اس دنیا کو اللہ تعالیٰ کی دنیا سمجھ کر زندگی گزارے۔

(2) جو آخرت پر ایمان رکھ کر زندگی گزارے۔

(3) جو اپنے ہر عمل کے لیے اپنے آپ کو رب کے آگے محسوس کرے۔

(4) جس کی زندگی اللہ تعالیٰ کے ابدی اصولوں کے مطابق ہو۔

﴿قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

''یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو یقیناً غم زدہ کرتی ہیں جو وہ کہتے ہیں، تو یقیناً وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾

بلکہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں'' (33)

سوال 1: نبی ﷺ کو جو تسلی دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿قَدْ نَعْلَمُ ... يَجْحَدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو یقیناً غم زدہ کرتی ہیں جو وہ کہتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ کو جھٹلانے والے آپ کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں اس سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے۔ آپ ﷺ صبر کریں تا کہ آپ ﷺ کا مقام بلند ہو۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ﴾ ''چنانچہ آپ کی جان ان پر افسوس کر کے نہ جاتی رہے۔'' (فاطر:8)

(3) ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''شاید آپ خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ مومن کیوں نہیں ہوتے ؟'' (الشعراء:3)

(4) ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾ ''پس شاید آپ ان کے پیچھے غم ہی سے خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے ؟'' (الکہف:6)

(5) ﴿فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾ ''تو یقیناً وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں'' ابو جہل نے اللہ تعالیٰ کے رسول سے کہا: اے محمد (ﷺ)! اللہ کی قسم ہم تمہیں نہیں جھٹلاتے، یقیناً تم ہمارے درمیان ایک سچے آدمی ہو مگر ہم اس چیز کو جھٹلاتے ہیں جس کو تم لائے ہو۔ نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ ﷺ کو ''امین'' کہا جاتا تھا۔

(6) اللہ تعالیٰ کی ان آیات کو جھٹلاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر ظاہر کیا۔ (تفسیر سعدی:763/1)

(7) علامہ ابوالسعود نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کا مقام اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا بلند و بالا ہے کہ اس کے بعد کوئی مقام نہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تکذیب کو اپنی آیتوں کی تکذیب قرار دیا۔ (تیسیر الرحمن:396/1)

سوال 2: مکہ کے لوگ رسول اللہ ﷺ کو سچا انسان مانتے تھے مگر آپ کی زبان پر جاری ہونے والے سچے کلام کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں مانتے تھے اس کا سبب کیا تھا؟

جواب:(1) جب کسی انسان کو سچا انسان کہا جاتا ہے تو یہ تسکین رہتی ہے کہ ہمارے جیسا انسان ہی ہے جب کہ یہ ماننا کہ کسی کی زبان پر اللہ تعالیٰ کا کلام جاری ہوا ہے اسے اپنے سے اونچا درجہ دینا ہے۔ یہ اعتراف انسان کے لیے مشکل ترین کام ہے۔(2) کسی کے متعلق یہ ماننا کہ اس کی زبان پر اللہ تعالیٰ کا کلام جاری ہوا ہے دراصل اسے بہت بڑا اعزاز دینا ہے۔ یہ اعزاز کم ظرف دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اس لیے سچے انسان کی زبان سے بھی سچے کلام کو سن کر تسلیم نہیں کرتے۔

سوال 3: اہل مکہ کے رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے کا سبب کیا تھا؟

جواب: اہل مکہ کے جھٹلانے کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اس دعوت کو ماننے کے نتیجے میں ہم سے ہماری قیادت چھن جائے گی۔

﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ

''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے اس پر صبر کیا جو وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیئے گئے یہاں

وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ﴾

تک کہ ان کو ہماری مدد آ گئی اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور بلاشبہ آپ کے پاس یقیناً رسولوں کی کچھ خبریں آ چکی ہیں''(34)

سوال 1: نبی ﷺ کو صبر کی جو تلقین کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ ... نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے اس پر صبر کیا جو وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیئے گئے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد آ گئی'' دعوت حق ایک ہے، نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ﷺ قوم کے جھٹلانے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اولوالعزم پیغمبروں کی طرح صبر کریں اور پورے اطمینان سے فرائض ادا کریں۔

(2) سیدنا خباب بن الارت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اپنا حال زار بیان کیا، نبی ﷺ اس وقت کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر پر بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں آپ ﷺ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مانگتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے بہت سے نبیوں اور ان پر ایمان لانے والوں کا حال یہ ہوا کہ ان میں سے کسی ایک کو پکڑ لیا جاتا اور گڑھا کھود کر اس میں انہیں ڈال دیا جاتا پھر آرا لایا جاتا اور ان کے سر پر رکھ کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور لوہے کے کنگھے ان کے گوشت اور ہڈیوں میں دھنسا دیئے جاتے۔ لیکن یہ آزمائشیں بھی انہیں ان کے دین سے نہیں روک سکتی تھیں۔ اللہ کی قسم! اس اسلام کا کام مکمل ہوگا اور ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک اکیلا سفر کرے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا خوف نہیں ہوگا اور بکریوں پر سوائے بھیڑیئے کے خوف کے (اور کسی لوٹ وغیرہ کا کوئی ڈر نہ ہوگا) لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔'' (صحیح بخاری: 6943)

(3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۚ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ ۚ بَلَاغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ﴾ ''چنانچہ آپ صبر کریں جیسے پختہ ارادے والے رسولوں نے صبر کیا اور اُن کے لئے تم جلدی کا مطالبہ نہ کرو، جس دن یہ لوگ وہ (عذاب) دیکھ لیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جارہا ہے تو گویا کہ وہ دن کی ایک گھڑی سے زیادہ دنیا میں نہیں رہے، پیغام پہنچا دینا ہے چنانچہ نافرمان لوگوں کے سوا کوئی ہلاک نہیں کیا جائے گا؟'' (الاحقاف: 35)

(4) حق کی دعوت دینے والوں کو ہمیشہ اذیتیں دی جاتی رہی ہیں۔ رب العزت نے فرمایا ﴿وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا﴾ ''اور جو کچھ لوگ کہتے ہیں اُس پر صبر کرو اور انہیں چھوڑ دو، اچھے طریقے سے چھوڑنا۔'' (مزمل: 10)

(5) ﴿وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا﴾ ''اور ایذاء دیئے گئے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد آگئی'' یعنی جیسے رسولوں کو ایذاء دی گئی اور انہوں نے صبر کیا تو ہماری مدد آگئی اس طرح آپ ﷺ بھی ایذاؤں پر صبر کریں ہماری مدد آئے گی۔ لوگوں کے جھٹلانے اور اذیت دینے پر داعیوں کو صبر کرنا پڑتا ہے۔

(6) جو مشکلات کل کے داعیوں کو پیش آئیں ہر داعی حق کے راستے میں آتی ہیں۔

(7) اللہ تعالیٰ کی مدد اللہ تعالیٰ کے اصولوں کے مطابق وقت پر آتی ہے۔

(8) اللہ کی سنت کو کسی داعی کی نیک نیتی، اخلاص اور شدید خواہش بدل نہیں سکتی۔

(9) ﴿وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں'' اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔ اس نے فرمایا: ﴿إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾ ''یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور اُن لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

گواہ کھڑے ہوں گے۔" (مومن:51)

(10) اس کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيۡزٌ﴾ "اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے، اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔" (المجادلہ:21)

(11) ﴿وَلَقَدۡ جَآءَكَ مِنۡ نَّبَاِى الۡمُرۡسَلِيۡنَ﴾ "اور بلاشبہ آپ کے پاس یقیناً رسولوں کی کچھ خبریں آ چکی ہیں" انبیاء و مرسلین کی خبروں سے آپ ﷺ کے دل کو اطمینان ملے گا اور قوت حاصل ہوگی۔

(12) نبی کریم ﷺ کو مزید تسلی دی جا رہی ہے کہ جب مصیبت عام ہوتی ہے تو اس کا برداشت کرنا آسان ہوتا ہے۔ (تیسیر الرحمن:397/1)

﴿وَاِنۡ كَانَ كَبُرَ عَلَيۡكَ اِعۡرَاضُهُمۡ فَاِنِ اسۡتَطَعۡتَ اَنۡ تَبۡتَغِىَ نَفَقًا فِى الۡاَرۡضِ

"اور اگر آپ پر ان کی بے رخی گراں گزرتی ہے تو اگر آپ میں طاقت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ و یا آسمان میں کوئی سیڑھی

اَوۡ سُلَّمًا فِى السَّمَآءِ فَتَاۡتِيَهُمۡ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمۡ عَلَى الۡهُدٰى

لگاؤ تو ان کے پاس کوئی نشانی لے آؤ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یقیناً ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا

فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ﴾

چنانچہ آپ نادانوں میں سے ہرگز نہ ہونا" (35)

النصف

سوال 1: ﴿وَاِنۡ كَانَ ... مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنۡ كَانَ كَبُرَ عَلَيۡكَ اِعۡرَاضُهُمۡ فَاِنِ اسۡتَطَعۡتَ اَنۡ تَبۡتَغِىَ نَفَقًا فِى الۡاَرۡضِ اَوۡ سُلَّمًا فِى السَّمَآءِ فَتَاۡتِيَهُمۡ بِاٰيَةٍ﴾ "اور اگر آپ پر ان کی بے رخی گراں گزرتی ہے تو اگر آپ میں طاقت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈو یا آسمان میں کوئی سیڑھی لگاؤ تو ان کے پاس کوئی نشانی لے آؤ" اگر آپ ﷺ پر لوگوں کا اللہ تعالیٰ، اس کے دین، اس کے رسول سے منہ پھیرنا شاق گزرتا ہے اور آپ ﷺ کی شدید خواہش ہے کہ وہ ایمان لے آئیں تو آپ ﷺ کوشش کر دیکھیں زمین میں بھی، آسمانوں میں بھی اور کوئی نشانی لے آئیں تب بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

(2) اللہ رب العزت نے واضح کیا ہے کہ ہدایت دینا آپ ﷺ کا اختیار نہیں اس لیے آپ ﷺ کی کوششیں بارآور نہیں ہو سکتیں۔ ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

(3) یہ آیت اعراض کرنے والوں کی ہدایت کی تمنا اور امید کو منقطع کر دیتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یقیناً ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا'' اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہوتا تو سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جو زمین میں ہیں سب اکٹھے ضرور ایمان لاتے، تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے یہاں تک کہ وہ سب مومن ہو جائیں۔'' (یونس:99)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے رسول کے دل میں لوگوں کے ایمان کی بڑی تڑپ تھی آخر کار اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فرمایا کہ ایمان وہی لائے گا جس کی قسمت میں ازلی سعادت ہوگی۔ (مختصر ابن کثیر:498/1)

(6)﴿فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾ ''چنانچہ آپ نادانوں میں سے ہرگز نہ ہونا'' جاہل وہ ہیں جو حقیقت کو نہیں سمجھتے اور اشیاء اور امور کو ان کے مقام پر نہیں رکھتے۔ آپ ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ ﷺ نادانوں جیسی خواہش نہ فرمائیں۔

(7) آپ ان کے ایمان کی شدید تمنا یا ان کی مانگ پوری کرنے کی شدید خواہش کر کے ان نادانوں میں سے نہ بن جائیے جنہیں اللہ تعالیٰ کی مشیت یا اس کی حکمت و مصلحت کے تقاضوں کا پتہ نہیں۔ (تیسیر الرحمن:397/1)

سوال 2: داعی کے دل میں معجزات دکھا کر لوگوں کو راہ راست پر لانے کی خواہش کیوں پیدا ہوتی ہے؟

جواب: (1) حق کی دعوت دینے والا چاہتا ہے کہ کسی طرح قوم راہ راست پر آ جائے۔

(2) دعوت دینے والا اپنی قوم کی گمراہی پر دل گرفتہ رہتا ہے۔ وہ اپنی قوم کو دنیا کی تباہی اور آخرت کے عذاب کے راستے پر چلتا نہیں دیکھ سکتا اس لیے وہ چاہتا ہے کہ کوئی ایسا معجزہ آ جائے کہ لوگ ایمان لے آئیں۔

سوال 3: انسانوں کو ہدایت دینے کے لیے معجزات کیوں نہیں دکھائے جاتے؟

جواب: (1) اگر حق کی دعوت ایسے معجزات کے ساتھ پیش کی جائے کہ لوگ مجبور ہو کر ایمان لے آئیں تو اختیار کی آزادی ختم ہو جاتی ہے۔ (2) امتحان کے لیے آزادانہ اختیار کا ماحول ہونا ضروری ہے معجزات اختیار کو ختم کر دیتے ہیں، اس لیے ہدایت کا انحصار معجزات پر نہیں رکھا گیا۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جبراً ہدایت پر جمع نہیں کیا پھر اس کے مقابلے میں کیا طریقہ کار اختیار کیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انسان کو خاص مقصد کے لیے پیدا کیا ہے کہ اس کا امتحان لیا جائے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے حق کو انبیاء کے توسط سے انسانوں کے سامنے رکھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)اس نے ماننے اور نہ ماننے کا اختیار دیا۔(4)اس نے آخرت میں انصاف کا دن رکھا اور جزا اور سزا کا قانون دیا۔
(5)اللہ تعالیٰ نے آزاد مرضی سے قبول کی جانے والی ہدایت پر اجر رکھا ہے اور جبر کا راستہ اختیار نہیں کیا۔

﴿اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ۘ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾

"بلاشبہ قبول تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو سنتے ہیں۔اور مردوں کو تو اللہ تعالیٰ اٹھائے گا پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے"(36)

سوال1:حق کی دعوت پر کیا ردعمل سامنے آتا ہے؟

جواب:حق کی دعوت پر دو گروہ سامنے آتے ہیں ایک گروہ وہ جو قبول کر لیتا ہے اور دوسرا جو قبول نہیں کرتا۔

سوال2:حق کی دعوت کون لوگ قبول کرتے ہیں،اس کی وضاحت ﴿اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ﴾ "بلاشبہ قبول کرتے ہیں" اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کی دعوت تو وہی قبول کریں گے جو آپ کے حکم پر لبیک کہیں گے۔

(2)﴿الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ﴾ "وہی لوگ جو سنتے ہیں" جو اپنے دل سے سنتے ہیں۔جہاں تک سننے کی بات ہے تو وہ اچھے برے سبھی سنتے ہیں لیکن دل کے کانوں سے سننے والا لبیک کہتا ہے۔

(3)آپ ﷺ کی باتیں سن کر وہی مانے گا جو آپ ﷺ کی باتوں یعنی احادیث کو سمجھنے کی کوشش کرے گا اور انہیں یاد رکھے گا۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ "تاکہ وہ ہر اُس شخص کو خبردار کر دے جو زندہ ہو اور انکار کرنے والوں پر بات ثابت ہو جائے۔"(یٰس:70)

(4)(i)حق کی دعوت اللہ تعالیٰ کے کلام کے ذریعے ظاہر ہوتی ہے۔

(ii)انسان کے منہ سے نکلے ہوئے کلام میں سے اللہ تعالیٰ کے کلام کو پا لینا تبھی ممکن ہے جب انسان کے دل کے دروازے کھلے ہوں۔(iii) کھلے دل کے ساتھ سننے والے کلام کو قبول کر لیتے ہیں اور اُن کے دل زندہ ہو جاتے ہیں۔

سوال3:کافروں کے دل مردہ ہیں،اس کی وضاحت ﴿وَالْمَوْتٰى ... يُرْجَعُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ﴾ "اور مردوں کو تو اللہ تعالیٰ اُٹھائے گا" مردوں سے یہاں مراد کافر ہیں کیونکہ ان کے دل مردہ ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ انہیں تشبیہ دی ہے جو جسموں کے اعتبار سے مردہ ہوتے ہیں۔(المصباح المنیر:448/1)

(2)مشرکین مردوں کی مانند ہیں ان سے ایمان کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے؟ایمان تو وہ لوگ لائیں گے جو زندہ ہوں گے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ اور رسول کی باتیں غور سے سنیں گے اور ان سے عبرت حاصل کریں گے۔ (تیسیر الرحمن:397/1)

(3) آپ ﷺ کی دعوت کا جواب تو وہ لوگ دیں گے جن کے دل زندہ ہیں، جو دل کے کانوں سے سنتے ہیں اور قبول کرتے ہیں اور وہ لوگ جن کے دل مر چکے ہیں انہیں یہ بھی شعور نہیں کہ ان کی سب سے بڑی ضرورت کیا ہے۔ ایسے لوگ آپ ﷺ کی دعوت کو قبول نہیں کریں گے نہ وہ آپ ﷺ کی اطاعت کریں گے۔

(4) رب العزت کا فرمان ہے۔ ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَآءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ ''اور نہ زندہ اور نہ مردہ برابر ہو سکتے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سناتا ہے اور آپ اُن کو ہرگز نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔'' (فاطر:22)

(5) اللہ تعالیٰ اپنے کلام سے مردہ دلوں کو زندہ کرتے ہیں فرمایا: ﴿أَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اُسے زندہ کیا اور ہم نے اُس کے لیے ایک روشنی بنادی جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے، اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں ہے اور اُس سے نکلنے والا نہیں ہے اسی طرح کافروں کے لیے خوشنما بنا دیئے گئے جو وہ عمل کرتے تھے۔'' (الانعام:122)

(6) ﴿ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾ ''پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے'' ان لوگوں کے لیے وعدے کا وقت قیامت کا دن ہے اس دن اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا اور سب اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

(7) اس آیت کے ظاہری معنی لیے جائیں تو اس سے مراد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا اور ان کے اعمال کا حساب کتاب لے گا۔

سوال 4: کیا نبی ایسے ''مردوں'' کو زندہ کرسکتا ہے؟

جواب: (1) مردہ دلوں کا علاج نبی کے پاس نہیں ہوتا۔ (2) ان کے دلوں پر دلیل اثر انداز نہیں ہوتی۔

(3) مردوں کو اللہ تعالیٰ چاہے تو زندہ کرسکتا ہے۔

﴿وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ قُلْ إِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى أَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً

''اور انہوں نے کہا کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اُتارا گیا؟ آپ کہہ دیں یقیناً اللہ تعالیٰ اس

وَّلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پر قادر ہے کہ کوئی معجزہ اتارے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (37)

9

سوال: کفار نشانی نازل ہونے کا جو مطالبہ کرتے تھے، اس کی وضاحت ﴿وَقَالُوۡا...لَا یَعۡلَمُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَ عَلَیۡهِ اٰیَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اُتارا گیا؟'' اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ محمد ﷺ پر ان کے مطالبے کے مطابق کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل ہوا؟

(2) اس پر اس کے رب کی طرف سے معجزہ کیوں نہیں اتارا گیا جیسا کہ سیدنا صالح علیہ السلام کی اونٹنی، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا مائدہ۔ (تفسیر منیر: 198/4)

(3) ﴿وَقَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَكَ حَتّٰی تَفۡجُرَ لَنَا مِنَ الۡاَرۡضِ یَنۡۢبُوۡعًا﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی بہتا چشمہ جاری نہ کر دیں۔'' (بنی اسرائیل: 90)

(4) اصل سوال نشانی کا نہیں بلکہ لوگوں کی بے علمی کا ہے ورنہ نشانیاں تو پوری کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں۔

(5) ﴿قُلۡ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤی اَنۡ یُّنَزِّلَ اٰیَةً﴾ ''آپ کہہ دیں یقیناً اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ کوئی معجزہ اتارے'' آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ﴿قُلۡ﴾ آپ ﷺ انہیں جواب دیتے ہوئے کہہ دیں اللہ تعالیٰ نشانی اتارنے کی قدرت رکھتا ہے۔ ہر چیز اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کیے ہوئے ہے۔

(6) ﴿وَّلٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'' ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں نہیں جانتے اور جہالت سے نشانیوں کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

(7) نشانیاں ظاہر بھی ہو جائیں گی تو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

(8) ﴿وَمَا مَنَعَنَاۤ اَنۡ نُّرۡسِلَ بِالۡاٰیٰتِ اِلَّاۤ اَنۡ كَذَّبَ بِهَا الۡاَوَّلُوۡنَ ؕ وَاٰتَیۡنَا ثَمُوۡدَ النَّاقَةَ مُبۡصِرَةً فَظَلَمُوۡا بِهَا ؕ وَمَا نُرۡسِلُ بِالۡاٰیٰتِ اِلَّا تَخۡوِیۡفًا﴾ ''اور ہمیں نہیں روکا کہ ہم معجزات بھیجیں مگر یہ کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی اُن کو جھٹلا دیا تھا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی کا واضح معجزہ دیا چنانچہ انہوں نے اس پر بھی ظلم کیا اور ہم خوف دِلانے کے لیے ہی معجزات بھیجتے ہیں۔'' (بنی اسرائیل: 59)

﴿وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیۡرُ بِجَنَاحَیۡهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمۡثَالُكُمۡ ؕ مَا فَرَّطۡنَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور کوئی جانور زمین میں اور نہ کوئی پرندہ کہ وہ اپنے دونوں پروں سے اڑتا ہے مگر تمہاری طرح کی اُمتیں ہیں،

﴿فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ﴾

ہم نے اپنی کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی، پھر یہ اپنے رب ہی کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے'' (38)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کے کمال علم اور کمال قدرت کی وضاحت ﴿وَمَا مِنْ ... یُحْشَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ﴾ ''اور کوئی جانور زمین میں اور نہ کوئی پرندہ کہ وہ اپنے دونوں پروں سے اڑتا ہے مگر تمہاری طرح کی اُمتیں ہیں'' اللہ تعالیٰ کے کمال علم اور کمال قدرت کی وضاحت کے لیے رب العزت نے زمین میں رہنے والے جانوروں، ہوا میں اڑنے والے پرندوں، جنگلوں میں رہنے والے وحشی جانوروں اور مویشیوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ سب تمہاری طرح کے گروہ ہیں۔ انہیں ہم نے پیدا کیا ہے جیسے تمہیں پیدا کیا ہے، انہیں ہم رزق دیتے ہیں جیسے تمہیں دیتے ہیں، وہ ہماری قدرت اور مشیت کے تحت ہیں، ان پر ہمارے فیصلے اسی طرح نافذ ہیں جیسے تم پر ہیں۔

(2) ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (ھود:6)

(3) ﴿مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ﴾ ''ہم نے اپنی کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑی'' ﴿الْكِتٰبِ﴾ سے مراد لوح محفوظ تقدیر کی کتاب ہے۔ (ایسر التفاسیر:388)

(4) ہم نے لوح محفوظ میں کسی چیز کو لکھنے میں کوئی کمی نہیں کی۔ سب چھوٹی بڑی چیزیں لوح محفوظ میں لکھ دی گئی ہیں۔ دنیا کے تمام ہونے والے واقعات قلم سے لکھے جا چکے ہیں۔

(5) اس آیت میں کتاب سے مراد قرآن ہو تو رب العزت کا فرمان ہے ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ﴾ ''اور ہم نے یہ کتاب آپ پر نازل کی ہے جو کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے۔'' (النحل:89)

(6) ﴿ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ﴾ ''پھر یہ اپنے رب ہی کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے'' اس زندگی کے بعد تمام امتوں کو قیامت کے دن حشر کے میدان میں جمع کیا جائے گا۔

(7) اس دن اللہ تعالیٰ سب کو ان کے اعمال کی جزا دیں گے اور ان پر اپنا فیصلہ نافذ کریں گے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(8)﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے اور جو اُس نے اُن دونوں میں کوئی بھی جاندار پھیلا دیے ہیں اور وہ جب چاہے اُنہیں جمع کرنے پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (شوریٰ:29)

سوال 2: اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے بارے میں کیا وضاحت ملتی ہے؟

جواب: اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ لوح محفوظ میں ساری کائنات کی تقدیر لکھ دی گئی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر میں سے ہے۔ اس کی قضاوقدر کے چار مراتب ہیں۔

(1) اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو شامل ہے۔ (2) لوح محفوظ تمام موجودات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

(3) اس کی مشیت اور قدرت ہر چیز پر نافذ ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا حتیٰ کہ بندوں کے افعال کا بھی خالق ہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِی الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یُضْلِلْهُ ؕ

''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا وہ بہرے، گونگے ہیں، اندھیروں میں پڑے ہوں گے، اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے

وَمَنْ یَّشَاْ یَجْعَلْهُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾

بھٹکا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے پر چلا دیتا ہے'' (39)

سوال 1: کافروں کی مثال کی وضاحت ﴿وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا ... مُّسْتَقِیْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِی الظُّلُمٰتِ﴾ ''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا وہ بہرے، گونگے ہیں، اندھیروں میں پڑے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات اور رسولوں کو جھٹلانے والوں کا حال بیان کیا ہے کہ انہوں نے ہدایت کا راستہ چھوڑ کر ہلاکت کا راستہ اپنا لیا ہے۔

(2) کم علم، جاہل، نادان اور ناسمجھ لوگوں کی مثال ہے کہ وہ ﴿صُمٌّ﴾ حق سننے سے بہرے ہیں، ﴿وَّبُكْمٌ﴾ حق کہہ نہیں سکتے، حق کہنے سے گونگے ہیں جب بھی بولیں گے ناحق اور باطل پر بولیں گے ﴿فِی الظُّلُمٰتِ﴾ ''اندھیروں میں'' یعنی کفر، جہالت، ظلم، نافرمانی، خواہش پرستی، نفس پرستی اور نافرمانی کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

(3) یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گمراہ کر دیے گئے ہیں کیونکہ وہی جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿مَنۡ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضۡلِلۡهُ ؕ وَمَنۡ يَّشَاۡ يَجۡعَلۡهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے۔اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے پر چلا دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ جس کو گمراہ کرتا ہے یا ہدایت دے کر سیدھے راستے پر چلاتا ہے اپنی حکمت سے اور اپنے فضل وکرم سے چلاتا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ کا ہدایت اور گمراہی کے بارے میں اصول یہ ہے کہ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

(6) ہدایت اور گمراہی اس قانون فطرت کے مطابق ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔دل اللہ تعالیٰ کی دو کریم انگلیوں کے اختیار میں ہیں۔(7) اللہ تعالیٰ کی مشیت اس کی مددگار ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جدوجہد کرتا ہے۔

(8) جو شخص حق سے دشمنی کا راستہ اختیار کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے گمراہ ہو جاتا ہے۔یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں ہے،انسان خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

(9) رب العزت نے فرمایا:﴿مَثَلُهُمۡ كَمَثَلِ الَّذِى اسۡتَوۡقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّاۤ اَضَآءَتۡ مَا حَوۡلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوۡرِهِمۡ وَتَرَكَهُمۡ فِىۡ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ﴾ ''اُن کی مثال اُس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے آگ بھڑکائی، تو جب اس نے اُس کے اردگرد کی چیزوں کو روشن کر دیا تو اللہ تعالیٰ ان کے نور کو لے گیا اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ نہیں دیکھتے۔'' (البقرۃ:17)

(10)﴿اَوۡ كَظُلُمٰتٍ فِىۡ بَحۡرٍ لُّـجِّىٍّ يَّغۡشٰٮهُ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ ؕ اِذَاۤ اَخۡرَجَ يَدَهٗ لَمۡ يَكَدۡ يَرٰٮهَا ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَجۡعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوۡرًا فَمَا لَهٗ مِنۡ نُّوۡرٍ﴾ ''یا جیسے انتہائی گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں جسے ایک موج ڈھانپتی ہے اس کے اوپر ایک اور موج ہے اس کے اوپر ایک بادل ہے، اوپر تلے کئی اندھیرے ہیں، جب آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے قریب سے نہ دیکھ پائے اور جس کو اللہ تعالیٰ ہی نور نہ دے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔'' (النور:40)

سوال 2: لوگ قرآن حکیم میں پائی جانے والی نشانیاں پر غور وفکر کیوں نہیں کرتے؟

جواب: لوگ قرآن حکیم میں پائی جانے والی نشانیوں پر اس لیے غور وفکر نہیں کرتے کہ حق کو قبول کرنے کی صلاحیت کو ہی معطل کر دیا مثلاً (1) ان کو سننے کے لیے کان دیے مگر وہ بہرے ہیں سنتے ہی نہیں۔

(2) ان کو بولنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے زبان دی مگر وہ گونگے ہیں، کوئی بات ہی نہیں کرتے۔ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں اس لیے کام نہیں کرتیں کہ کوئی اچھی بات یہ دماغوں تک منتقل نہیں کرتے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم کی اثر کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والی اور جھنجوڑنے والی آیات کا اثر نہیں ہوتا اور انہیں بات سمجھ نہیں آتی۔

سوال 3: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ موڑتے ہیں ان کے اندر کیسی تبدیلی آتی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ موڑنے والوں کی فطرت بگڑ جاتی ہے، وہ اس قابل نہیں رہ جاتی کہ ہدایت قبول کر کے اعلیٰ زندگی گزارنے کے قابل ہو جائے۔ بگڑی ہوئی فطرت کے لوگ روشن کلام سے اور روشن ماحول میں بھی فائدہ نہیں اٹھاتے۔

سوال 4: انسان کا ہدایت اور گمراہی کی طرف رجحان اور میلان کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب: انسان کے رجحانات اور میلانات اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ صلاحیت سے ہوتے ہیں۔

سوال 5: انسان کے اندر رجحانات اور میلانات کام کیسے کرتے ہیں؟

جواب: انسان کے اندر رجحانات اور میلانات اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق کام کرتے ہیں۔

سوال 6: انسان کے اندر گمراہی یا ہدایت کیسے آتی ہے؟

جواب: انسان کے رجحانات اور میلانات کے نتیجے کے طور پر گمراہی یا ہدایت آتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت کے دائرے کے اندر ہوتی ہے اور یہ مشیت بے قید ہے۔

سوال 7: جب رجحانات اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق انسان ہدایت یا گمراہی کے راستے پر چلتا ہے تو جزا اور سزا کیوں ہے؟

جواب: جزا و سزا اس لیے ہے کہ (1) انسان کا رجحان اور میلان اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے مگر آزاد ہے۔

(2) اگرچہ انسان کے کام اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ہیں مگر انسان کا ارادہ آزاد ہے۔

(3) انسان برے کام پر سزا یا اچھے کام کی جزا اس لیے پائے گا کہ آزاد ارادے سے انسان نے اس کو انجام دیا ہوگا۔ یہ دراصل ارادے کی کامیابی یا ناکامی ہے۔ آزاد ارادہ کامیاب ہے تو جزا، ارادہ ناکام ہے تو سزا ہے۔

سوال 8: جو لوگ حق کی دعوت کو جھٹلاتے ہیں کیا اپنے آزاد ارادے سے جھٹلاتے ہیں؟

جواب: (1) جو لوگ حق کو جھٹلاتے ہیں حق الیقین رکھتے ہیں کہ سچی دعوت فطرت کے عین مطابق ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے۔ وہ اس علم کے باوجود اپنی ذاتی خواہشات سے اور آزاد ارادے سے دعوت کو جھٹلاتے ہیں۔

(2) ہدایت اور گمراہی انسان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے اور یہ نتیجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے۔ ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا﴾ ''اور جو رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی اور اہل ایمان کے راستے کے علاوہ کسی کی پیروی کرے تو ہم اس کو ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرے گا اور اسے جہنم میں داخل کریں گے۔ اور وہ بہت ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے۔'' (النساء:115) ﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''اور کسی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ وہ ایمان لائے مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے اور وہ ان پر گندگی ڈال دیتا ہے جو لوگ نہیں سمجھتے۔'' (یونس:100) ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور جنہوں نے ہماری خاطر پوری کوشش کی انہیں ہم ضرور اپنے راستے دکھائیں گے اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔'' (العنکبوت:69)

سوال 9: اس آیت کے مطابق اسلام میں ایک داعی کا کردار کیا ہوتا ہے؟

جواب: (1) حق کی دعوت دینے والے نے پیغام پہنچانا ہے، اس راستے پر آگے بڑھنا ہے اور راستے کی مشکلات کو برداشت کرنا ہے۔ (2) لوگ ہدایت کے راستے پر آتے ہیں یا نہیں، دعوت دینے والے نے اس بارے میں پریشان نہیں ہونا۔
(3) دعوت دینے والے سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ اس دعوت کے نتیجے میں کتنے لوگ ہدایت کے راستے پر آئے؟
(4) دعوت دینے والے سے یہ پوچھا جائے گا کہ اس دعوت کا کتنا حق ادا کیا؟ کتنی مشکلات کو برداشت کیا؟ کب تک حق پر جمے رہے؟ (5) دعوت دینے والا کسی کو ہدایت نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔
(6) لوگ ہدایت قبول نہ کریں تو ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔

﴿قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ

''آپ کہہ دیں تمہارا کیا خیال ہے اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے یا تم پر قیامت آجائے، تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

کسی غیر کو پکارو گے اگر تم سچے ہو؟'' (40)

سوال 1: ﴿قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ ... صٰدِقِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ﴾ ''آپ کہہ دیں تمہارا کیا خیال ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگرتم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے یا تم پر قیامت آجائے" رب العزت نے اپنے رسول سے فرمایا کہ آپ ﷺ مشرکوں سے کہہ دیں کہ جب تم پر مصائب آتے ہیں، مشکلات اور مصائب میں مبتلا ہوتے ہو، رنج و غم میں گھر جاتے ہو یہ بتاؤ کہ اس وقت کس کو پکارتے ہو؟

(2)﴿وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنسَانُ كَفُورًا﴾ "اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں بھی پکارتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بڑا ناشکرا ہے۔" (بنی اسرائیل:67)

(3)﴿أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ "تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو پکارو گے اگر تم سچے ہو؟" کہہ دو اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہو اور جیسا کہ تمہارا گمان ہے کہ تمہارے معبود تمہیں نفع دے سکتے ہیں یا نقصان پہنچا سکتے ہیں تو کیا تم سختیوں اور مصیبتوں کے طوفان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو پکارو گے؟

سوال 2: اللہ تعالیٰ کا عذاب اور ناگہانی آفتیں انسان کے اوپر آتی ہیں تو ان کے مقابلے میں انسان کا ردعمل کیا ہوتا ہے؟

جواب: (1) عذاب اور آفتوں سے انسان کا دل دہل جاتا ہے۔ (2) انسان کے دل و دماغ سے شرک کا گرد و غبار چھٹ جاتا ہے۔ (3) انسان کی فطرت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ (4) ایک اللہ تعالیٰ پر یقین جو انسانی فطرت کی گہرائیوں میں ہے وہ سامنے آتا ہے۔ (5) انسان صرف ایک اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتا ہے۔

سوال 3: انسان کے اوپر پڑے ہوئے غفلت اور سرکشی کے پردے کیسے اٹھتے ہیں؟

جواب: (1) انسان کے اوپر پڑے ہوئے غفلت اور سرکشی کے پردے خوف ناک صورت حال کے سامنے آنے سے اٹھتے ہیں یعنی عذاب سے یا قیامت سے۔ (2) خوف ناک صورت حال انسان کی اصل فطرت کو غفلت اور سرکشی سے نکال لاتی ہے۔

﴿بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَاءَ

"بلکہ تم اسی کو پکارو گے، پھر اگر وہ چاہے گا تو اس مصیبت کو دور کر دے گا جس کی طرف تم اسے پکارو گے،

ع 4 11 10

وَتَنسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ﴾

اور تم ان سب کو بھول جاؤ گے جو تم شریک بناتے ہو" (41)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: مشرک مشکل وقت میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿بَلْ اِيَّاهُ ... مَا تُشْرِكُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ﴾ "بلکہ تم اسی کو پکارو گے پھر اگر وہ چاہے گا تو اس مصیبت کو دور کرے گا جس کی طرف تم اسے پکارو گے اور تم ان سب کو بھول جاؤ گے جو تم شریک بناتے ہو" یعنی تم مشکل وقت میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہو اور دیوی دیوتاؤں کو بھول جاتے ہو۔

(2) جب مصائب میں تم اپنے معبودوں کو بھول جاتے ہو تو مان لو کہ تم جانتے ہو کہ وہ نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں نہ موت وحیات پر ان کا کوئی اختیار ہے، نہ دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

(3) تم مصائب میں اخلاص سے اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہو تو مان لو کہ تم یقین رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نفع ونقصان کا مالک ہے اور وہی مجبور کی دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔

(4) غور کرو مصیبت میں اس کو مشکل کشا اور حاجت روا مانتے ہو اور اچھے حالات میں اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہو تمہارے پاس اس طرز عمل کی کوئی دلیل ہے یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑ رہے ہو؟

(5) ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۭ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۭ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ "اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ آپ کہہ دیں تو کیا تم نے دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانے کا ارادہ کرلے تو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو کیا وہ اُس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پہ رحمت کا ارادہ کرے تو کیا یہ اُس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے، بھروسہ کرنے والے اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔" (الزمر: 38)

سوال 2: انسان شرک کی حقیقت کو کب اور کیسے پاتا ہے؟

جواب: (1) خوفناک صورت حال میں جب غفلت ختم ہوتی ہے تو انسان ایک اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتا ہے۔

(2) خوف ناک صورتحال میں انسان کو یہ یاد بھی نہیں رہتا کہ اُس نے کبھی شرک کیا تھا۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی ہم بہت سی اُمتوں میں رسول بھیج چکے ہیں پھر ہم نے اُن کو تنگ دستی اور تکلیف میں پکڑا

﴿لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ﴾

تا کہ وہ عاجزی اختیار کریں''(42)

سوال: اللہ تعالیٰ نے تاریخی اعتبار سے مختلف قوموں کی اصلاح کے لیے جو طریقہ کار اختیار کیا، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَآ ... يَتَضَرَّعُونَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰٓ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی ہم بہت سی اُمتوں میں رسول بھیج چکے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے تاریخی اعتبار سے قوموں کی اصلاح کے لیے رسول بھیجے۔

(2) نبی ﷺ سے پہلے بھی رسول اپنی امتوں کی طرف بھیجے جاتے رہے۔ رسولوں نے انہیں ایمان، توحید اور عبادت کا حکم دیا۔ (ایسر التفاسیر:390)

(3) ﴿فَأَخَذْنَٰهُم بِٱلْبَأْسَآءِ وَٱلضَّرَّآءِ﴾ ''پھر ہم نے ان کو تنگ دستی اور تکلیف میں پکڑا'' اللہ تعالیٰ نے جب اپنے رسولوں کو بھیجا اور لوگوں نے کفر کیا اور نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تنگ دستی اور تکلیف میں مبتلا کیا تا کہ وہ عاجزی اختیار کریں۔ (4) اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کرتے ہوئے فقر و مرض اور آفات و مصائب کے ذریعے سے ان کی گرفت کی۔

(5) ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ﴾ ''تا کہ وہ عاجزی اختیار کریں'' شاید کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس عاجزی سے گڑگڑائیں اور سختی کے وقت اس سے پناہ طلب کریں۔ (تفسیر سعدی:768/1)

(6) تا کہ وہ ہماری طرف عاجزی اختیار کریں پھر وہ کفر کے بعد ایمان کی طرف اور شرک کے بعد توحید کی طرف اور نافرمانی کے بعد فرماں برداری کی طرف لوٹ آئیں۔ (ایسر التفاسیر:390)

(7) یعنی وہ اپنے رب کی طرف خشوع و خضوع سے جھک جائیں اور وہ اس کی طرف اپنے کفر اور نافرمانیوں سے توبہ کریں۔ مصیبتوں کے نزول کے وقت دل ڈر جاتے ہیں۔ (تفسیر قاسمی:527/6)

﴿فَلَوْلَآ إِذْ جَآءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا۟ وَلَٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ

''پھر جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو انہوں نے کیوں نہ عاجزی اختیار کی؟ بلکہ ان کے دل سخت ہو گئے

وَزَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ﴾

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو وہ عمل کرتے تھے" (43)

سوال 1: ازلی بدنصیبوں پر مصائب کا کیا اثر ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿فَلَوْلَآ ... يَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ازلی بدنصیب مصائب اور بیماریوں سے مزید سنگ دل بن جاتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ "پھر جب اُن پر ہمارا عذاب آیا تو انہوں نے کیوں نہ عاجزی اختیار کی؟ بلکہ ان کے دل سخت ہو گئے" اللہ تعالیٰ سختیوں میں اس لیے مبتلا کرتے ہیں تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ پکڑیں لیکن جب سختیوں کے بعد ان کے دل پتھر ہو گئے، حق کے لیے نرم نہ پڑے تو اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے "پھر جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو انہوں نے عاجزی کیوں نہ اختیار کی؟"

(2) ﴿وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ "اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو وہ عمل کرتے تھے" شیطان کی تزئین کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو حق کے راستے پر سمجھتے رہے۔ شیطان نے انہیں سمجھایا کہ جو وہ عمل کر رہے ہیں وہی سب سے بڑی نیکی ہے اس طرح شیطان ان کی عقلوں کے ساتھ کھیلتا رہا۔

سوال 2: انسان مصائب اور حادثات سے نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتا؟

جواب: (1) انسان خود کو یہ کہہ کر مطمئن کر لیتا ہے کہ اس قسم کے اُتار چڑھاؤ تو زندگی میں آتے رہتے ہیں۔

(2) شیطان ہر واقعہ کی خوش نما توجیہہ پیش کر کے انسان کے ذہن کو نصیحت کی بجائے غفلت کی طرف پھیر دیتا ہے۔

سوال 3: انسان مشکلات و مصائب میں رجوع الی اللہ کیسے اختیار کر سکتے ہیں؟

جواب: (1) جب مصائب اور مشکلات میں انسان اپنے اندر جھانکیں۔

(2) جب مصائب میں انسان اپنے حالات پر غور و فکر کریں۔

(3) جب انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا دیں۔

(4) جب مصائب میں انسان اپنے تکبر کو چھوڑ کر سنجیدہ رویہ اختیار کر لیں۔

(5) جب وہ اخلاص سے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ یہ مشکلات دور کر دے اور اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

(6) جب وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ کے سوا کوئی پناہ نہ پائیں۔

(7) جب وہ مصائب آتے ہی حق کو قبول کر لیں تو دل جاگ اٹھتے ہیں اور انہیں رجوع الی اللہ نصیب ہو جاتا ہے۔

سوال 4: انسان کا دل مشکلات میں نرم کیسے پڑتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: جب انسان کی چشمِ بصیرت کھلتی ہے تو دل نرم پڑنا شروع ہو جاتا ہے۔

﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ

''سو جب اُنہوں نے اُس نصیحت کو بھلا دیا جو اُنہیں کی گئی تھی تو ہم نے اُن پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے حتیٰ کہ جب وہ خود ان

اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ﴾

پر اترانے لگے جو وہ دیے گئے تو ہم نے اچانک اُن کو پکڑ لیا تو اچانک وہ مایوس تھے'' (44)

سوال: قانون استدراج کی وضاحت ﴿فَلَمَّا نَسُوْا ... مُّبْلِسُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ﴾ ''سو جب اُنہوں نے اُس نصیحت کو بھلا دیا جو اُنہیں کی گئی تھی'' پچھلی اقوام نے اللہ تعالیٰ کو، اس کی تعلیمات کو اور آخرت کی جواب دہی کو بھلا دیا تھا۔

(2) پچھلی قوموں نے مصائب اور مشکلات سے عبرت نہ پکڑی اور رجوع الی اللہ اختیار نہ کیا۔ شیطان نے اُن کے سامنے خدا فراموشی کو مزین کر دیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنی چھوڑ دیں۔ شیطان نے اُنہیں اطمینان دلایا کہ جو تم کر رہے ہو ٹھیک کر رہے ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے۔

(3) ﴿فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ''تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے'' ہر چیز کے دروازے کھولنے سے مراد ہے کہ دنیا، اس کی لذتوں اور اس کی غفلتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

(4) تنگی کو خوش حالی سے بدل دیا جاتا ہے، عیش و عشرت میں وسعت دی جاتی ہے، تکالیف اور بیماریوں کی جگہ جسمانی صحت اور سلامتی دی جاتی ہے جو ان کے لیے استدراج ہے۔ (تفسیر جامع البیان: 204/7)

(5) ﴿حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا﴾ ''حتیٰ کہ جب وہ خود ان پر اترانے لگے جو وہ دیے گئے'' جب وہ مال، اولاد اور جائیداد پر پھول گئے اور اللہ تعالیٰ کو بھول گئے اور اترا کر نافرمانیوں پر اتر آئے۔ (مختصر ابن کثیر: 501/1)

(6) سیدنا عقبہ بن مسلم عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنے بندے کو نعمتیں عطا کی ہیں بے شک وہ استدراج ہے پھر اس آیت کی تلاوت کی ﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ﴾ سے ﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ تک۔'' (جامع البیان: 206/7)

(7) نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کے باوجود کسی کو اپنی دنیاوی نعمتوں سے نواز رہا ہے تو سمجھ لو کہ اسے ڈھیل دی جا رہی ہے پھر آپ ﷺ نے یہی آیت پڑھ کر سنائی۔'' (مسند احمد: 6، صحیحہ: 413)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8)﴿اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً﴾ ''تو ہم نے اچانک ان کو پکڑ لیا'' جب لوگ خوش حالیوں میں مست ہو کر ڈھیٹ ہو جاتے ہیں تو اچانک ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ٹوٹ پڑتا ہے۔

(9)﴿فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ﴾ ''تو اچانک وہ مایوس تھے'' بدمستی کی حالت میں اچانک اللہ تعالیٰ پکڑتے ہیں تو وہ ہر بھلائی سے ناامید ہو جاتے ہیں۔(10) یہ عذاب کی سخت ترین نوعیت ہے کہ انہیں اچانک غفلت اور اطمینان کی حالت میں پکڑ لیا جائے تاکہ ان کی سزا سخت اور مصیبت بہت بڑی ہو۔(تفسیر سعدی:769/1)

﴿فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''چنانچہ ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنھوں نے ظلم کیا اور سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو جہانوں کا رب ہے''(45)

سوال1:﴿فَقُطِعَ ... الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''چنانچہ ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنھوں نے ظلم کیا'' جڑ کٹ جانے سے مراد ظالموں کی عذاب سے بربادی اور ان کے اسباب کا منقطع ہونا ہے۔

(2) کسی قوم کا دابر اس شخص کو کہتے ہیں جو سب سے پیچھے آتا ہے یعنی آخری آدمی۔ کسی قوم کے ''دابر'' کی جڑ کٹ جانے سے مراد پوری قوم کی جڑ کٹنا ہے۔اس لئے کہ آخری آدمی بعد میں کٹتا ہے پہلے والے پہلے کٹتے ہیں۔

(3) ظالموں سے مراد مشرک ہیں۔قرآن مجید میں شرک کو ظلم اور مشرکوں کو ظالم قرار دیا گیا ہے۔

(4)﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو جہانوں کا رب ہے'' اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر نے جھٹلانے والوں کی جو ہلاکت مقدر کی ہے اس پر پروردگار عالم کی تعریف ہے، کیونکہ اسی سے اللہ تعالیٰ کی آیات، اس کے اولیاء کی عزت وتکریم، اس کے دشمنوں کی ذلت ورسوائی اور رسولوں کی تعلیمات کی سچائی ظاہر ہوتی ہے۔(تفسیر سعدی:769/1)

سوال2: اللہ تعالیٰ کی حمد تو اس کے انعامات پر ہوتی ہے پھر انسانوں کی جڑ کٹنے پر ﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو جہانوں کا رب ہے'' کہنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کی زمین کا ظالموں سے پاک ہونا اس کی رحمت ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کی حمد اس کے انعام پر مشروع ہوتی ہے تو زمین کو پاک کرنا اس کا بہت بڑا انعام اور رحمت ہے۔

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''آپ کہہ دو کہ کیا تم نے دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت اور تمہاری بینائی لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ تعالیٰ کے

﴿مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ﴾

سوا کون معبود ہے جو تمہیں یہ (نعمتیں) دلا دے؟ آپ دیکھیں ہم کس طرح آیات کو پھیر پھیر کر لاتے ہیں پھر بھی وہ منہ موڑ لیتے ہیں'' (46)

سوال 1: تمام قوتیں اللہ تعالیٰ ہی کی دی ہوئی ہیں، اس کی وضاحت ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ ... يَصْدِفُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دو'' یعنی اے محمد ﷺ! آپ ان جھٹلانے والوں اور دشمنی رکھنے والوں سے کہہ دو۔ (الاساس: 1634/3)

(2) ﴿اَرَءَيْتُمْ﴾ ''کیا تم نے دیکھا'' اس صیغے میں تعجب ہے۔ (ایسر التفاسیر: 391)

(3) ﴿اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت اور تمہاری بینائی لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے'' اگر اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی حالت میں لے آئے کہ نہ تمہاری سماعت ہو، نہ بصارت اور نہ سوچنے سمجھنے کی قوت۔

(4) آیت میں مذکور تینوں اعضاء جسم انسانی کے اشرف اعضاء ہیں، جب وہ بے کار ہو جاتے ہیں تو جسم انسانی کا نظام معطل ہو جاتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہی تینوں کا ذکر کیا۔ (تیسیر الرحمن: 400/1)

(5) ﴿مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں یہ (نعمتیں) دلا دے؟'' ہے کوئی ایسا معبود جو یہ قوت لوٹا دے؟

(6) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی قادر نہیں ہے تو مان جاؤ کہ وہی ایک معبود ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قدرت نہیں کہ آنکھیں، کان اور دل عطا کر سکے تو پھر اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کیوں کرتے ہو جس کے پاس کچھ بھی اختیار نہیں۔

(7) انسان یہ جانتا ہے کہ اگر اس کی قوتیں اللہ تعالیٰ چھین لے تو کوئی واپس نہیں دلا سکتا، غور و فکر کرنے والے کے لیے یہ سوال کپکپی طاری کر دیتا ہے۔

(8) یہ سوال انسان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے سامنے لا کر کھڑا کر دیتا ہے۔

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾ ''کہہ دو وہ (اللہ) وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔'' (الملک:23)

(10)﴿كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ﴾ ''آپ دیکھیں ہم کس طرح آیات کو پھیر پھیر کر لاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ دیکھو ہم اپنی آیات کو کس کس اسلوب میں بیان کرتے ہیں۔ کیسے اپنی نشانیوں کو طرح طرح سے سامنے لاتے ہیں تاکہ حق کا راستہ روشن اور مجرموں کے راستے سے واضح ہو جائے۔

(11)﴿ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ﴾ ''پھر بھی وہ منہ موڑ لیتے ہیں'' صدف کا مطلب ہے پہلو تہی کرنا، منہ موڑنا، کترانا، روگردانی کرنا۔ (12) صدف کا فعل بیمار اونٹ سے سرزد ہوتا ہے۔ وہ ایک طرف جھکتا ہے اور سیدھے راستے پر بھی ٹیڑھا چلتا ہے۔

(13)﴿يَصْدِفُوْنَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ انسان جن کے سامنے حق واضح کیا جا رہا ہے وہ بیمار اونٹ کی طرح ایک طرف جھکتے ہیں۔ (14) جس جانب ان کا جھکاؤ ہوتا ہے وہ حق نہیں ہوتا۔ (15) وہ حق کے واضح بیان کے بعد سیدھے راستے کو چھوڑ کر ٹیڑھے راستے پر چلتے چلے جا رہے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے اعراض کرتے ہیں۔

(16) حق کو چھوڑنے والوں کے لئے اس فعل کا قابل نفرت تصور دیا گیا ہے۔

سوال 2: انسان کو کان، آنکھوں اور دل جیسی صلاحیتیں دے کر رب العزت کیا مطالبہ کرتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ انسان کان رکھتے ہوئے غور سے سنے کیونکہ سب کچھ اسی نے عطا کیا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (۳۱) فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو جلد ہی وہ کہیں گے ''اللہ تعالیٰ'' کہو: ''تو کیا تم ڈرتے نہیں؟'' سو وہ اللہ تعالیٰ تمہارا حقیقی رب ہے پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ پھر تم کدھر پھیرے جا رہے ہو؟'' (یونس:32,31)

(2) اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ انسان آنکھیں رکھتے ہوئے توجہ سے دیکھے اور سبق لے۔

(3) اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ انسان دل رکھتے ہوئے غور و فکر کرے اور واقعات سے صحیح نتائج اخذ کرے۔

﴿قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''آپ کہیں کیا تم نے دیکھا کہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک یا اعلانیہ آ جائے تو نہیں ہلاک کیا جائے گا سوائے

﴿الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

ظالم لوگوں کے''(47)

سوال 1: ﴿قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ ... الظّٰلِمُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً﴾ ''آپ کہیں کیا تم نے دیکھا کہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک یا اعلانیہ آ جائے'' یعنی آپ مجھے خبر دو، اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک آ جائے یا اس کے آثار ظاہر ہو جائیں جن سے تمہیں عذاب کے بارے میں علم ہو جائے۔

(2) ﴿بَغْتَةً﴾ سے مراد وہ عذاب ہے جو اچانک اور کسی سابق اطلاع کے بغیر آئے اور ﴿جَهْرَةً﴾ سے مراد وہ جو کسی سابقہ اشارہ اور اطلاع کے بعد آئے۔ (تیسیر الرحمن: 400/1)

(3) ﴿هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''تو نہیں ہلاک کیا جائے گا سوائے ظالم لوگوں کے'' ظالموں کی ہلاکت کا سبب وہ ظلم وعناد ہے جو عذاب کے واقع ہونے کا سبب بنا۔

(4) اللہ تعالیٰ نے ظلم کرنے اور اس پر قائم رہنے سے ڈرایا ہے کہ ظلم سے بچو کیونکہ ظلم ہمیشہ کی تباہی و بربادی اور ہلاکت ہے۔

(5) اگر بے خبری میں تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آ جائے یا حالت شعور ہی میں آ جائے تو یہ عذاب ظالموں اور مشرکوں کو ہلاک کر ڈالے گا اور توحید پرستوں پر آنچ بھی نہیں آئے گی، جو اکیلے معبود کی جس کا کوئی شریک نہیں، عبادت کرتے ہیں۔ پھر نہ انہیں انجام کا خوف ہوگا اور نہ وہ دنیا کے چھن جانے پر پریشان ہوں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ ''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک سے آلودہ نہیں کیا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔'' (الانعام: 82) (مختصر ابن کثیر: 501/1)

سوال 2: قرآن حکیم نے اچانک عذاب آ جانے کو انسان کے سامنے رکھا ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو جھنجوڑا ہے کہ سوچو اگر عذاب آیا تو اس کی زد میں ظالموں کے سوا کون آئے گا۔

(2) اللہ تعالیٰ انسان کو ڈرانا چاہتے ہیں تا کہ وہ اپنا بچاؤ کر لے۔

(3) اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان ایسی صورت حال کے پیش آنے سے پہلے اُن کاموں سے باز رہے جس کی وجہ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عذاب آتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے اس صورت حال کو اس لئے سامنے رکھا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ انسان کی فطرت کے اندر خوف خدا ہے، وہ ایسی صورت حال سے ڈر کر سیدھا راستہ اختیار کر لے گا۔

﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ

''اور ہم رسولوں کو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے ہی بنا کر بھیجتے ہیں پھر جو لوگ ایمان لائیں اور اصلاح کریں

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

تو اُن پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے'' (48)

سوال 1: رسولوں کے آنے کا مقصد ﴿وَمَا نُرْسِلُ ... يَحْزَنُوْنَ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ﴾ ''اور ہم رسولوں کو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے ہی بنا کر بھیجتے ہیں'' اللہ تعالیٰ رسول اس لیے بھیجتے ہیں کہ وہ مومنوں کو اچھے انجام کی خوش خبری دیں اور کافروں کو برے انجام سے ڈرائیں۔

(2) اللہ تعالیٰ رسول اس لئے بھیجتے ہیں کہ وہ انسانوں کو رب کا راستہ اختیار کرنے کی دعوت دیں۔

(3) انبیاء ورسل کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلائیں، جنت کی خوشخبری دیں اور جہنم سے ڈرائیں۔ ان کی ذمہ داری یہ نہیں ہے کہ کافروں کی خواہش اور ان کی منشا کے مطابق اللہ تعالیٰ سے نشانیاں بھیجنے کی دعا کرتے رہیں۔ (تیسیر الرحمن: 401/1)

(4) ﴿فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ﴾ ''پھر جو لوگ ایمان لائیں اور اصلاح کریں'' رسولوں کی دعوت پر اللہ تعالیٰ کا انسانوں سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ ایمان لے آئیں اور اپنی اصلاح کر لیں۔

(5) ایمان لانے سے مراد اللہ تعالیٰ، فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان ہے اور اصلاح سے مراد ایمان، اعمال اور سنت کی اصلاح ہے۔

(6) ایمان لا کر عمل صالح کرنے والوں کے لیے خوش خبری ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے نہ کوئی خوف ہوگا نہ کوئی غم۔

(7) ﴿فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ﴾ ''تو اُن پر نہ کوئی خوف ہوگا'' جو ایمان لائے اور جنہوں نے اصلاح کی ان کو مستقبل میں آنے والے معاملات سے کوئی خوف نہیں ہوگا۔

(8) ﴿وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے'' اور نہ وہ گزرے ہوئے امور پر غم زدہ ہوں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال2: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر دعوت دینے والا کیا کام کرنے کا پابند ہوتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا داعی "منذر" ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کو برے انجام سے ڈرائے۔

(2) اللہ تعالیٰ کا داعی "مبشر" ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کو اچھے انجام کی خوشخبری دے۔

سوال3: اس دنیا میں انسان کا امتحان کس بنیاد پر ہو رہا ہے؟

جواب: (1) اس دنیا میں انسان کا امتحان علم اور شعور کی بنیاد پر ہو رہا ہے، جو شخص حق کا علم حاصل کرتا ہے اور حق کو پہچان لیتا ہے تو وہی ایمان لاتا ہے۔ (2) جو شخص علم اور شعور کی بنیاد پر ایمان لاتا ہے وہ اس پر عمل کرتا ہے اور جو شخص جہالت اور بے شعوری کے ساتھ ایمان لانے کا دعویٰ کرتا ہے وہ اس پر عمل پیرا نہیں ہو پاتا۔

(3) انسان کا امتحان ہے کہ وہ علم اور شعور کے راستے کو اختیار کرتا ہے یا جہالت اور بے شعوری کے راستے کو۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾

"اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تو اُن کو عذاب پہنچے گا اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے" (49)

سوال1: اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حق کو جھٹلانے والوں کی کیا سزا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا ... يَفْسُقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ﴾ "اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان کو عذاب پہنچے گا" اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حق کو جھٹلانے والے اس کے عذاب میں گرفتار ہو کر رہیں گے۔

(2) کافروں اور رسولوں کے جھٹلانے والوں پر عدم اطاعت رسول ﷺ اور حرمتوں کے پردے چاک کرنے کی وجہ سے عذاب ہی عذاب ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 502/1)

(3) ﴿بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾ "اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے" عذاب میں مبتلا ہونے کی دو خاص وجوہات بتائی گئی ہیں: (i) اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانا۔ (ii) اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنا۔

سوال2: جب انسان کو حق کا انکار کرنے کے انجام سے ڈرایا جائے تو وہ انکار کیوں کرتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ سے بے خوف انسان اپنے دنیا کے معاملات کو درست دیکھ کر یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا خوف رکھنا اس کے لیے درست نہیں ہے۔

(2) زیادہ بے خوف انسان عذاب لانے کا مطالبہ کرتے ہیں اس لئے کہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ ان پر عذاب نہیں آ سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ

”آپ کہہ دیں میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا

اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى

ہوں کہ میں یقیناً کوئی فرشتہ ہوں، نہیں میں پیروی کرتا مگر جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، آپ کہہ دیں کیا اندھا

وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ﴾

اور آنکھوں والا دونوں برابر ہوتے ہیں؟ تو کیا تم غور وفکر نہیں کرتے؟“ (50)

ع 5/9/11

سوال 1: رسول اللہ ﷺ نہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں کے مالک ہیں اور نہ غیب جانتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ۔ ۔ تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ”آپ کہہ دیں“ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا ہے کہ معجزات کا مطالبہ کرنے والوں یا یہ کہنے والوں سے کہ تم چاہتے ہو کہ ہم تمہیں بھی الٰہ مان لیں، آپ کہہ دیں: ﴿لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ﴾ ”میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں“ یعنی نہ تو میں اللہ تعالیٰ کے خزانوں کا مالک ہوں، نہ مجھے ان میں تصرف کا اختیار ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 503/1)

(2) خزائن اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے رزق اور رحمت کی کنجیاں ہیں۔ ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ”اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں سے جو کچھ کھول دیتا ہے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دیتا ہے تو اس کے بعد اسے کوئی بھیجنے والا نہیں اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“ (فاطر: 2)

(3) ﴿وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ ”اور نہ ہی میں غیب کو جانتا ہوں“ میں یہ نہیں کہتا کہ میں غیب دان ہوں، غیب کا علم تو اللہ تعالیٰ کے ہی پاس ہے۔

(4) ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا (۲۶) اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا﴾ ”غیب کا جاننے والا وہی ہے، پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر کوئی رسول، جسے اس نے پسند کر لیا، تو یقیناً وہ اُس کے آگے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے۔“ (جن: 27,26)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(5) مجھے غیب کی بعض باتوں کا علم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ہوتا ہے۔

(6) سیدنا مسروق سے روایت ہے کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ابو عائشہ! (یہ مسروق کی کنیت ہے) تین چیزیں ہیں جس نے ان میں سے کوئی بات کہی، اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا، میں نے پوچھا: وہ باتیں کون سی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: جس نے یہ گمان کیا کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ انہوں نے کہا: میں ٹیک لگائے ہوئے تھا تو (یہ بات سنتے ہی) سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور کہا: ام المومنین! مجھے (بات کرنے کا) موقع دیجیے اور جلدی نہ کیجیے، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا: ''بے شک انہوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھا'' (اسی طرح) ''اور آپ ﷺ نے اسے ایک بار اترتے ہوئے دیکھا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اس امت میں سب سے پہلی ہوں جس نے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ یقینا سیدنا جبرئیل علیہ السلام ہیں، میں نے انہیں اس شکل میں، جس میں پیدا کیے گئے، دو دفعہ کے علاوہ کبھی نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ میں نے انہیں آسمان سے اترتے دیکھا، ان کے وجود کی بڑائی نے آسمان وزمین کے درمیان کی وسعت کو بھر دیا تھا'' پھر ام المومنین نے فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں سنا: ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ یعنی ''آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کر سکتا ہے اور وہی لطیف وخبیر ہے'' کیا تو نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد نہیں سنا: ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ﴾ تا ﴿اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾ ''اور کسی انسان کے لیے یہ مناسب نہیں وہ اللہ تعالیٰ سے باتیں کرے مگر وحی یا پردے کے پیچھے سے، یا یہ کہ کوئی رسول بھیجے، پھر وہ اپنے حکم سے جو چاہے وحی کرے، یقینا وہ بے حد بلند، کمال حکمت والا ہے'' (ام المومنین نے) فرمایا: جو شخص سمجھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے کچھ چھپا لیا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ﴾ ''اے اللہ کے رسول ﷺ! جو آپ ﷺ پر آپ ﷺ کے رب کے حکم سے اترا ہے اس کی تبلیغ کیجیے اگر آپ ﷺ ایسا نہ کریں گے تو آپ حق رسالت ادا نہ کریں گے۔'' (اور) انہوں نے فرمایا: اور جو شخص یہ کہے کہ آپ ﷺ اس بات کی خبر دے دیتے ہیں کہ کل کیا ہوگا تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ''(اے نبی!) فرما دیجیے! کوئی ایک بھی جو آسمانوں اور زمین میں ہے، غیب نہیں جانتا، سوائے اللہ کے۔'' (مسلم:439)

(7) ﴿وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ﴾ ''اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں یقینا کوئی فرشتہ ہوں'' یعنی میں فرشتوں کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح اللہ تعالیٰ کے تصرفات کو نافذ کرنے والا نہیں ہوں، میں اپنے مقام سے بڑھ کر دعویٰ نہیں کرتا۔

(8)﴿اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ﴾ ”نہیں میں پیروی کرتا مگر جو میری طرف وحی کی جاتی ہے“ یعنی میں بھی دوسرے لوگوں کی طرح ایک انسان ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے، اس کا پیروکار رہوں، خود بھی اس پر عمل کرتا ہوں اور سب کو اس کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ ”آپ فرما دیں کہ میں تمہارے جیسا ہی ایک انسان ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ یقیناً تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، چنانچہ جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کی اُمید رکھتا ہے تو لازم ہے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی ایک کو شریک نہ کرے۔“ (الکہف:110)

(9)﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ﴾ ”آپ کہہ دیں کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہوتے ہیں؟“ کیا تم غور و فکر نہیں کرتے کہ اندھا اور آنکھوں والے برابر نہیں ہوتے، اسی طرح جو وحی کی پیروی کرتے ہیں اور جو ایسا نہیں کرتے دونوں برابر نہیں ہوتے۔

(10) اللہ تعالیٰ کی وحی یعنی قرآن و سنت کا علم حاصل کرنا، اس کی اتباع کے لیے ضروری ہے۔ جو علم رکھتا ہے اور اتباع کرتا ہے وہ بینا ہے اور جو وحی کی پیروی نہیں کرتے وہ اندھے ہیں کیونکہ نہ وہ قرآن و سنت کا علم رکھتے ہیں نہ اس کی پیروی کرتے ہیں۔

(11)﴿اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ”تو کیا تم غور و فکر نہیں کرتے؟“ اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو جھنجوڑا ہے کہ یہ بتاؤ کیا اندھے اور آنکھوں والے برابر ہوتے ہیں؟ کیا تم غور و فکر نہیں کرتے؟

(12) آیت کے آخری حصے میں توجہ دلائی گئی ہے کہ کیا تم غور و فکر نہیں کرتے کہ کون کہاں سے راہ نمائی حاصل کر رہا ہے؟ اور کون اندھیروں میں لڑکھڑاتا پھر رہا ہے؟

سوال 2: رسول کا فریضہ کیا ہے؟

جواب: (1) رسول کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دوسرے انسانوں تک پہنچائے۔

(2) رسول کا فرض ہے کہ انسانوں کو اپنے ساتھ جوڑ کر رکھے۔

(3) رسول کا فرض ہے کہ دعوت پر لبیک کہنے والوں کو خوش خبری دے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرے گا۔

(4) رسول کا یہ فرض ہے کہ وہ لوگوں کو ڈرائے تا کہ ان کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سوال 3: رسالت کے بارے میں کیا غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں؟

جواب: (1) رسول غیب کی خبریں دیتا ہے جیسے کاہن دیتے ہیں۔

(2) رسول کے ہاتھ سے معجزات صادر ہوتے ہیں تو اسے وہ کام کرنے چاہئیں جو جادوگر اور جنات کے عامل کرتے ہیں۔

(3) رسول اللہ تعالیٰ کا حصہ یا خود الٰہ ہو سکتے ہیں۔ (4) رسول مافوق الفطری قوتوں کے مالک ہوتے ہیں۔

سوال 4: رسول اللہ ﷺ سے مخالفین کیا مطالبات کرتے تھے؟

جواب: کفار مکہ نے رسول کریم ﷺ سے مختلف اوقات میں تین مطالبے پیش کیے تھے، اول یہ کہ بذریعہ معجزہ ہمارے لئے تمام دنیا کے خزائن جمع کرا دیجئے۔ دوسرے یہ کہ ہمارے مستقبل میں پیش آنے والے تمام مفید یا مضر حالات و واقعات بتا دیجئے، تا کہ ہم مفید چیزوں کے حاصل کرنے اور مضر صورتوں سے بچنے کا انتظام پہلے ہی کر لیا کریں۔ تیسرے یہ کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہماری ہی قوم کا ایک انسان جو ہماری ہی طرح ماں باپ سے پیدا ہوا اور تمام بشری صفات کھانے پینے، بازاروں میں پھرنے وغیرہ میں ہمارے ساتھ شریک ہے وہ اللہ کا رسول (ﷺ) بن جائے، کوئی فرشتہ ہوتا جس کی تخلیق اور اوصاف ہم سب سے ممتاز ہوتے تو ہم اس کو خدا تعالیٰ کا رسول اور اپنا پیشوا مان لیتے۔ (تفسیر معارف القرآن: 326/3)

سوال 5: کفار رسول اللہ ﷺ سے مطالبات کیوں کرتے تھے؟

جواب: مطالبات کا مقصد اپنی دشمنی کو چھپانا تھا یہ اصل میں نہ ماننے کے بہانے تھے۔

سوال 6: رسولوں سے کیے جانے والے مطالبات کن تصورات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں؟

جواب: (1) رسالت کی حقیقت اور رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کے بارے میں پھیلی ہوئی جہالتوں کی وجہ سے۔

(2) اور اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو چھوڑ دینے کی وجہ سے رسول ﷺ سے یہ مطالبات کیے گئے۔

﴿وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ

''اور آپ اس کے ساتھ ان کو خبردار کریں جو یہ خوف رکھتے ہیں کہ انہیں اپنے رب کی طرف جمع کیا جائے گا کہ اس کے سوا نہ کوئی

وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾

ان کی حمایت کرنے والا ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا تا کہ وہ بچ جائیں'' (51)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: امام احمد، طبرانی اور ابن ابی حاتم نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ قریش کی ایک جماعت کا رسول ﷺ کے پاس سے گزر ہوا اور محمد ﷺ کے پاس سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ، صہیب رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر قریش کا ایک گروہ محمد ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ ﷺ ان لوگوں سے راضی ہیں۔ پھر بطور طنز کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے انہی لوگوں کو منتخب کر کے فضل فرمایا ہے، اگر آپ ﷺ ان کو اپنے سے ہٹا دیں تو ہم آپ ﷺ کی اتباع کر لیں اللہ تعالیٰ نے اس پر ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت ﴿وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ﴾ نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن عباس: 392/1)

سوال 2: قرآن مجید کے ذریعے کن لوگوں کو ڈرایا جائے، اس کی وضاحت ﴿وَاَنْذِرْ ... يَتَّقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ﴾ ''اور آپ اس کے ساتھ ان کو خبردار کریں جو یہ خوف رکھتے ہیں کہ انہیں اپنے رب کی طرف جمع کیا جائے گا'' یعنی اے نبی ﷺ آپ اس قرآن سے انہیں ڈرائیں جو اپنے رب کے ڈر سے سہمے ہوئے ہیں اور انہیں برے حساب کا کھٹکا لگا ہوا ہے اور قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر رہے ہیں جس دن ان کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاکم نہ ہوگا۔ (مختصر ابن کثیر: 504/1)

(2) اللہ تعالیٰ کی دعوت ان لوگوں کے لئے ہے جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے اور اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے۔

(3) قرآن مجید ساری مخلوق کے لیے انذار ہے مگر اس سے صرف وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جنہیں یقین ہے کہ آخرت کے گھر میں جانا ہے جہاں نہ کوئی دوست ہوگا، نہ کوئی سفارشی۔

(4) ﴿لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ﴾ ''اس کے سوا نہ کوئی ان کی حمایت کرنے والا ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہوگی جو ان کے معاملے کی سرپرستی کر سکے جس سے ان کا مطلوب حاصل ہو جائے اور ان سے تکلیف دور ہو جائے، نہ ان کا کوئی سفارشی ہوگا کیونکہ تمام مخلوق کے پاس کوئی اختیار نہیں۔ (تفسیر سعدی: 773,772/1)

(5) ﴿لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ ''تاکہ وہ بچ جائیں'' یعنی فاسد اعتقادات سے اور ردی اخلاق سے بچ جائیں اور نیک عمل کریں۔ (تفسیر قاسمی: 538/6)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: تاکہ وہ پانچ نمازوں کے ذریعے آگ سے بچ جائیں۔ (ابن ابی حاتم:4/1296)

(7) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: انہیں ڈراوادو تاکہ وہ دنیا میں ڈر کر رہیں اور کفر اور معاصی سے بچیں۔ (تفسیر ثعلبی:2/467)

(8) جب انذار ہوگا تو تقویٰ پیدا ہوگا کیونکہ انذار تقویٰ کے اسباب اور موجبات میں سے ہے۔

سوال 3: انذار کے کیا نتائج نکلتے ہیں؟

جواب: (1) انذار سے وہ امور واضح ہو جاتے ہیں جن سے وہ پہلے ہی ڈرتے ہیں۔

(2) انذار کی وجہ سے لوگ متقی بن جاتے ہیں یعنی اپنے دل میں یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے وہ مجھ سے میرے ان کاموں کا حساب لے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف ان کاموں سے روکتا ہے جن سے وہ غضبناک ہوتا ہے اور وہ کام کرنے پر آمادہ کرتا ہے جن سے وہ راضی ہوتا ہے۔ (3) انذار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی حدود توڑنے سے بچتے ہیں۔

سوال 4: جو لوگ رب کے سامنے پیشی سے ڈرتے ہیں انہیں ڈرانے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: (1) ڈر کی نفسیات میں جینے والے نصیحت قبول کرتے ہیں۔

(2) جو کسی اندیشے میں جی رہے ہوں انہیں خطرے سے آگاہ کیا جا سکتا ہے۔

(3) خوف کے تحت انسان اللہ تعالیٰ کی بات کو قبول کر لیتا ہے اس لیے انہیں ڈرانے کا حکم دیا گیا۔

سوال 4: ڈراوے کن لوگوں پر اثر انداز نہیں ہوتے؟

جواب: (1) جو لوگ بے خوفی کی نفسیات میں جیتے ہیں ان پر ڈراوے اثر انداز نہیں ہوتے۔

(2) جو ڈرتے نہیں وہ نصیحت بھی قبول نہیں کرتے۔

سوال 5: انسان کے اندر بے خوفی کی نفسیات پیدا ہونے کا عام طور پر کیا سبب ہوتا ہے؟

جواب: (1) دنیا پرستی بے خوفی کا سبب بنتی ہے۔ جو دنیا کی کامیابی پر مطمئن ہو گئے ہوں انہیں یہ یاد نہیں رہتا کہ مر کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ آخرت کی یاددہانی ان کے دل میں جگہ نہیں پکڑ سکتی۔

(2) بے خوفی کا سبب بزرگوں سے وابستگی بھی ہے۔ جو لوگ بڑوں کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ وہ ان کے لئے مددگار اور سفارشی بن جائیں۔ وہ اس امید پر جیتے ہیں کہ انہوں نے بزرگ ہستیوں کا دامن تھام رکھا ہے اب ان کا کوئی معاملہ بگڑنے والا نہیں۔ یہ نفسیاتی کیفیت انسان کو آخرت کے معاملے میں نڈر بنا دیتی ہے۔

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور آپ ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ ہٹاؤ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اس کی رضا چاہتے ہیں، ان کے حساب میں

حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ

سے آپ پر کچھ نہیں اور نہ ہی آپ کے حساب میں سے ان پر کچھ ہے، کہ آپ ان کو اپنے سے دور ہٹا دیں،

فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

پس آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے'' (52)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چھ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، مشرکین نے کہا، ان لوگوں کو اپنی مجلس سے نکال دیں، تاکہ یہ ہم پر جرأت نہ کر سکیں، میں بھی ان لوگوں میں سے تھا، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، قبیلے ہذیل کا ایک آدمی، بلال اور دو اور آدمی تھے جن کے نام میں نہیں لے رہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جو خیال اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ آیا، آپ ابھی سوچ ہی رہے تھے (کہ اب کیا کرنا چاہیے) کہ اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾ ''اور ان لوگوں کو دور نہ ہٹا جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں اس کی رضامندی چاہتے ہیں۔'' (الانعام:52)(مسلم:6241)

سوال 2: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکریم کا جو حکم دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) یہاں حکم دیا گیا ہے: ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾ ''اور آپ ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ ہٹاؤ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اس کی رضا چاہتے ہیں'' یعنی دوسروں کی مجالست کی امید میں اہل اخلاص اور اہل عبادت کو اپنی مجلس سے دور نہ کیجئے جو ہمیشہ اپنے رب کو پکارتے ہیں، ذکر اور نماز کے ذریعے اس کی عبادت کرتے ہیں، صبح و شام اس سے سوال کرتے ہیں اور اس سے ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے۔ اس مقصد جلیل کے علاوہ ان کا کوئی اور مقصد نہیں۔ بنا بریں یہ لوگ اس چیز کے مستحق نہیں کہ انہیں اپنے سے دور کیا جائے یا ان سے روگردانی کی جائے بلکہ یہ لوگ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موالات، محبت اور قربت کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ یہ مخلوق میں سے چنے ہوئے لوگ ہیں اگرچہ یہ فقرا اور نادار ہیں اور یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ہاں باعزت لوگ ہیں اگرچہ لوگوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نزدیک گھٹیا اور کم مرتبہ ہیں۔(تفسیر سعدی:773/1)

(2)رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾''آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اس کی رضا چاہتے ہیں اور آپ کی نگاہیں اُن سے آگے نہ بڑھیں، آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہیں اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔''(الکھف:28)

(3)﴿مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾''ان کے حساب میں سے آپ پر کچھ نہیں اور نہ ہی آپ کے حساب میں سے ان پر کچھ ہے، کہ آپ ان کو اپنے سے دور ہٹا دیں''اللہ تعالیٰ یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ تم اپنی ذات کے ذمہ دار ہو لہٰذا اپنا بوجھ اٹھاؤ گے اور وہ اپنی ذات کے ذمہ دار ہیں لہٰذا وہ اپنا بوجھ اٹھائیں گے۔(4)اگر ان کے پاس مال نہیں تو یہ رب نے ان کی قسمت میں لکھا ہے، ان کی غریبی کے بارے میں تم سے اور تمہاری حالت کے بارے میں ان سے نہیں پوچھا جائے گا۔

(5)ایمان اور کفر کے معاملے میں مال داری اور فقیری کا کوئی اعتبار نہیں ہے لہٰذا اپنے اپنے اعمال کی فکر کریں۔

(6)﴿فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾''کہ آپ ان کو اپنے سے دور ہٹا دیں پس آپ ظالموں میں سے ہو جائیں''جو لوگ اپنے رب کو دن رات پکارتے ہیں اور رب کی رضا چاہتے ہیں ان کا یہ پہلا حق تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں رہیں۔انہیں ان کے حق سے محروم کرنا ظلم تھا۔

(7)اگر کسی کی فقیری کی وجہ سے کسی کو مجلس رسول سے نکالا گیا تو اس فعل کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

سوال 3:رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر کیسے عمل کیا؟

جواب:رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی پوری طرح پیروی کی، جب آپ فقرائے مومنین کی مجلس میں بیٹھتے تو دل جمعی سے ان کے ساتھ بیٹھتے، ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے، ان کے ساتھ حسن خلق اور نرمی کا معاملہ کرتے اور انہیں اپنے قریب کرتے بلکہ آپ ﷺ کی مجلس میں زیادہ تر یہی لوگ ہوتے تھے۔(تفسیر سعدی:773/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 4: اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول کیسے ممکن ہوتا ہے؟

جواب: (1) جب مومن نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ رب کی طرف متوجہ ہو۔

(2) جب وہ دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہو۔

(3) جب وہ ادب واحترام اور خشوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے آگے کھڑا ہوتا ہو۔

(4) جب وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری میں لگا رہتا ہو۔

(5) نماز باجماعت کی حفاظت کرنے سے۔ (6) ذکر اور تلاوت قرآن سے۔ (فتح القدیر)

سوال 5: مومن رات دن اپنے رب کو کب پکارنے لگتا ہے؟

جواب: (1) جب مومن کو زندگی کی حقیقت، اپنی حقیقت، اپنا مقصد زندگی، اپنے خالق کی حقیقت اور اپنے انجام کی سمجھ آ جاتی ہے۔ (2) جب وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا بنا لیتا ہے۔ (3) جب مومن اللہ تعالیٰ کو اپنا سب کچھ سمجھ لیتا ہے۔

(4) جب مومن کو اپنی ہمیشہ کی کامیابی کی فکر لاحق ہو جاتی ہے تب وہ دن رات اپنے رب کو پکارنے لگتا ہے۔

سوال 6: رات دن رب کو پکارنے اور رب کی رضا چاہنے سے مومن کیسا انسان بن جاتا ہے؟

جواب: مومن رات دن رب کو پکارنے اور اس کی رضا چاہنے سے خالص ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ دو کام ایسے ہیں جو مومن کو اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص بنا دیتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ مخلص لوگ ہی اللہ تعالیٰ کا کام کر سکتے ہیں۔

﴿وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ

”اور اسی طرح ہم نے انہیں ایک دوسرے سے آزمایا ہے تاکہ وہ کہیں کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ﴾

نے احسان کیا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ شکر گزار بندوں کو زیادہ جاننے والا نہیں؟“ (53)

سوال 1: ﴿وَكَذٰلِكَ ... بِالشّٰكِرِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ﴾ ”اور اسی طرح ہم نے انہیں ایک دوسرے سے آزمایا ہے“ نسب اور مال پر غرور کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو فتنے میں ڈال دیا تھا۔ جب یہ لوگ دیکھتے تھے کہ حق کے گرد معمولی حیثیت کے لوگ جمع ہیں تو انہیں لگتا تھا کہ اپنی حیثیت کو گرا لیں گے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(2) اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ایک جیسے حالات میں نہیں رکھا کسی کو مال دار بنایا اور کسی کو فقیر، بعض کو صاحب شرف پیدا کیا بعض کو گھٹیا اور کم تر۔ لیکن ایمان کی دولت میں اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو حصہ دیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی نادار اور کم تر شخص کو ایمان کی دولت عطا کرتے ہیں تو یہ مالداروں اور بلند مرتبہ لوگوں کے لیے امتحان بن جاتا ہے۔ اس موقع پر ایمان لانے کا مقصد واضح ہو جاتا ہے۔ اگر وہ حق کی طلب میں سچا ہو تو وہ ایمان لا کر حق کی پیروی کرتا ہے اور اگر وہ حق کی طلب میں سچا نہ ہو تو اس منزل پر حق کی اتباع کرنا اس کے لیے مشکل ہو جاتا ہے، پھر وہ نادار اور کم مرتبہ ایمان لانے والوں پر اعتراض کرتا ہے۔

(3) ﴿لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا﴾ ''تا کہ وہ کہیں کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے؟'' مال دار متکبرین کا تاثر یہ تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ معمولی حیثیت کے لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے مالک بن جائیں۔

(4) ان کا خیال تھا کہ اگر اس دین میں کوئی خیر ہوتی تو ہم سب سے آگے ہوتے اللہ تعالیٰ ہماری راہ نمائی فرماتا۔

(5) انہیں اس بات پر حیرت ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کمزوروں اور ناداروں کو اپنے فضل کے لئے منتخب کر لے جب کہ ہم صاحب حیثیت اور مرتبہ رکھنے والے لوگ ہیں۔

(6) قوم نوح نے بھی سیدنا نوح علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ﴾ ''اور ہم نہیں دیکھتے کہ سطحی رائے کے کم ترین افراد کے علاوہ کسی نے بھی تیری اتباع کی ہو۔'' (ہود:27)

(7) ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ شکر گزار بندوں کو زیادہ جاننے والا نہیں؟'' اللہ تعالیٰ ان بندوں پر اپنا فضل و کرم کرتا ہے جن کے بارے میں یہ پتہ ہوتا ہے کہ وہ انعامات پر شکر ادا کریں گے۔

(8) انسان اگرچہ نعمتوں پر شکر ادا کرنے کا حق ادا نہیں کر سکتا مگر اللہ تعالیٰ قلیل شکر کو قبول کر کے ایسا اجر عطا فرماتے ہیں جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔

(9) ایمان کی دولت اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نصیب کرتا ہے جو شکر بجالاتے ہیں اگرچہ وہ معمولی حیثیت کے لوگ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں دولت اور مال کا کوئی وزن نہیں۔

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کتنے ہی ایسے لوگ ہیں کہ وہ پریشان حال اور غبار آلود بالوں والے ہیں، دروازوں پر سے انھیں دھکیل دیا جاتا ہے، لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھیں، تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دے (یعنی اللہ کے نزدیک مقبول ہیں، گو دنیا داروں کی نظروں میں حقیر ہیں)۔'' (مسلم:6682)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(11) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''محتاج و فقیر مسلمان مال داروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔'' (ترمذی: 2355)

(12) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى أَجْسَادِكُمْ وَلَا إِلَى صُوَرِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ، وَأَشَارَ بِأَصَابِعِهِ إِلَى صَدْرِهِ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کی طرف نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔'' (مسلم: 6542)

سوال 2: مجلس رسول ﷺ میں مستقل شرکت کا حق کن لوگوں کو دیا گیا؟

جواب: (1) مجلس رسول ﷺ میں مستقل شرکت کا حق ان لوگوں کو دیا گیا جو لوگ ایمان رکھتے تھے اور عقیدے کے اعتبار سے مضبوط تھے۔

(2) جو رات دن اپنے رب کو پکارتے تھے۔

(3) جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں مصروف رہتے تھے۔

(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شاہ روم ہرقل نے ابوسفیان سے جب کچھ سوالات پوچھے تو ان میں سے ایک سوال نبی اکرم ﷺ کے بارے میں بھی تھا کہ دولت مند لوگ اس نبی کی پیروی کرتے ہیں یا کمزور لوگ؟ تو ابوسفیان نے جواب میں کہا تھا کہ کمزور لوگ ہی اس کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ سن کر ہرقل نے کہا تھا کہ رسولوں کے پیروکار کمزور لوگ ہی ہوتے ہیں۔ (بخاری: 7، مسلم: 4607)

﴿وَإِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى

''اور جب آپ کے پاس وہ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ کہہ دیں تم پر سلام ہو، تمہارے رب نے اپنی ذات

نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ

پر رحمت لازم کر رکھی ہے یقیناً وہ جو تم میں سے نادانی میں کوئی برائی کر بیٹھے، پھر اس کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی تو

وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (54)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: ﴿وَاِذَا جَآءَكَ ... غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ﴾ ''اور جب آپ کے پاس وہ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ کہہ دیں تم پر سلام ہو'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا کہ مال داروں اور صاحب مرتبہ لوگوں کے مقابلے میں ان ایمان والوں سے عزت اور احترام سے پیش آئیں۔ جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں تشریف لائیں تو اُن سب کو سلام کہیں اور خوش آمدید کہیں۔

(2)﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ ''تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت لازم کر رکھی ہے'' ان کو خوش خبری دیں کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے رحم کرنا اپنے اوپر فرض کر لیا ہے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگی اور جزا میں اضافہ کیا جائے گا۔ اس خوش خبری کی وجہ سے ان کے عزائم پختہ ہوں گے اور انہیں اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے ہر طرح کی ترغیب دیں اور گناہوں سے توبہ کرنے کا حکم دیں تاکہ وہ اپنے رب کی مغفرت کو پا سکیں۔

(3)﴿اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا﴾ ''یقیناوہ جو تم میں سے کوئی بُرائی کر بیٹھے'' ﴿سُوْٓءًا﴾ یعنی گناہ کر کے انسان اپنے لیے برا کرتا ہے۔

(4)﴿بِجَهَالَةٍ﴾ ''نادانی میں'' جہالت کی قسموں میں سے ہے گناہ کے انجام سے ناواقفیت اور رب کی عظمت کو بھول جانا۔ (ایسر التفاسیر:394)

(5) تفسیر منیر میں ہے جو بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے وہ جاہل ہے۔

(6)﴿ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ﴾ ''پھر اس کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی'' یعنی گناہ سے نکل آیا، نادم ہوا اور اس نے استغفار کی اور نیک اعمال کے ذریعے اپنی اصلاح کر لی۔ (ایسر التفاسیر:395,394)

(7)﴿فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''تو یقیناوہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو جن امور کا حکم دیا ہے ان کی بجا آوری کے مطابق ان پر اپنی مغفرت اور رحمت کا فیضان کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:775/1)

(8) رب العزت کا فرمان ہے:﴿اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ ''اللہ تعالیٰ پر توبہ کا قبول کرنا صرف اُنہی کے لیے ہے جو نادانی سے برائی کرتے ہیں پھر جلد ہی اس سے توبہ کرتے ہیں تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ مہربان ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔'' (النساء:17)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے آدمیوں کو (ناحق) قتل کیا تھا پھر (نادم ہو کر) مسئلہ پوچھنے نکلا تو ایک درویش (پادری) کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس شخص نے پادری کو بھی مار ڈالا پھر مسئلہ پوچھتا پوچھتا چلا تو ایک شخص (دوسرے پادری) نے کہا کہ تو فلاں بستی میں جا، راستے میں اس کو موت آ پہنچی (مرتے مرتے) اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف جھکا دیا، اب رحمت اور عذاب کے فرشتے جھگڑنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے (نصرہ) اس بستی کو (جس طرف وہ جا رہا تھا) یہ حکم دیا کہ اس شخص سے نزدیک ہو جا اور اس بستی کو (جہاں سے وہ نکلا تھا) یہ حکم دیا کہ تو اس سے دور ہو جا پھر فرشتوں سے فرمایا: ایسا کرو کہ جہاں یہ مرا ہے وہاں سے دونوں بستیاں ناپو (ناپا) تو دیکھا کہ وہ اس بستی سے ایک بالشت زیادہ نزدیک نکلا جہاں وہ توبہ کرنے جا رہا تھا، پس اسے بخش دیا گیا۔'' (صحیح بخاری:3470)

(10) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ''آپ ﷺ نے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کا ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مال اور اولاد دی تھی۔ جب وہ مرنے لگا تو اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میں تمہارا کیسا باپ تھا؟ تو وہ کہنے لگے: اچھا باپ تھا۔ باپ نے کہا کہ دیکھو! میں نے کوئی نیکی اللہ تعالیٰ کے ہاں جمع نہیں کی اور اگر میں اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ گیا تو وہ ضرور مجھے سزا دے گا لہٰذا تم ایسا کرنا کہ جب میں مر جاؤں تو میری لاش کو جلا دینا اور جب میں کوئلہ ہو جاؤں تو باریک پیس کر اس کے ذرات تیز آندھی میں بکھیر دینا۔ اس نے اپنی اولاد سے قسم دے کر یہ عہد لیا۔ چنانچہ اس کی اولاد نے اس کے مرنے کے بعد ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے کلمہ کُن کہا تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا میرے بندے جو کچھ تو نے کیا ہے تو کونسی بات اس کی محرک بنی تھی؟ وہ کہنے لگا کہ فقط تیرے ڈر سے میں نے ایسا کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ڈرنے کا بدلہ یہ دیا کہ اس پر رحم فرما دیا (بخش دیا)۔'' (بخاری کتاب الرقاق)

(11) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى﴾ ''اور بلاشبہ جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے، پھر سیدھی راہ پر چلا، تو یقیناً میں بہت بخشنے والا ہوں۔'' (طٰہٰ:82)

(12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ وہ یہ کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں۔'' پھر فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟ یہ کہ انہیں عذاب نہ دے۔'' (تفسیر منیر:230/4)

سوال 2: آغازِ دعوت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا ہدایت دی گئی ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1) دعوت کا آغاز اُن لوگوں سے ہوگا جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی دولت سے نوازا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے سابقون الاولون کو یہ اعزاز عطا کیا ہے کہ سب سے پہلے انہیں سلام کیا جائے گا، اُنہیں خوش خبری دی جائے گی، اُنہیں بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر رحمت فرض کر لی ہے اور اگر دورِ جاہلیت میں غلطیاں ہوئی ہیں تو توبہ کر کے اصلاح کرنے سے معاف ہو جائیں گی۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کو اس آیت میں کیسے واضح کیا گیا ہے؟

جواب: (1) ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ ''تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت لازم کر رکھی ہے'' یہ اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم ہی ہے کہ اگر کوئی نادانی سے کوئی برائی کر بیٹھتا ہے پھر توبہ کر کے اصلاح کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے۔

(2) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ (١٥٦) اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰۗىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں اس کو پہنچاتا ہوں اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے، سو اسے میں جلد ہی ان لوگوں کے لیے لکھوں گا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور وہ زکوۃ ادا کرتے ہیں اور ان کے لیے جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ جو لوگ اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتا ہے اور ان پر سے ان کے وہ بوجھ اور طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کو قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔'' (الاعراف:157,156)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿لَمَّا خَلَقَ اللهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِيْ كِتَابِهٖ، فَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ إِنَّ رَحْمَتِيْ تَغْلِبُ غَضَبِيْ﴾ ''جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو بنایا تو اپنی کتاب میں لکھا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ کتاب اس کے پاس ہے عرش کے اوپر کہ میری رحمت غضب پر غالب ہوگی۔'' (مسلم:6969، بخاری:7553)

سوال 4: اسلام کی سربلندی کا اندازہ کیسے لگایا جاسکتا ہے؟

جواب: (1) اسلام سچا فطری دین ہے، بلند اقدار رکھتا ہے، بھٹکی ہوئی انسانیت کے درد کا درماں ہے اس کی سربلندی کا اندازہ معاشرے کے کمزور اور پسے ہوئے افراد کے حقوق کے تحفظ سے ہوتا ہے۔

(i) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا انہیں سلام کرنے میں پہل کریں۔

(ii) جب کمزور لوگ مجلس میں بیٹھے ہوئے ہوں تو انتظار کریں، جب تک وہ خود نہ اٹھ جائیں رسول اللہ ﷺ بھی نہ اٹھیں۔

(2) کمزور لوگوں اور غلاموں کی ذہنیت سے بھی اسلام کی سربلندی کا اندازہ ہوتا ہے۔

(i) وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے مرتبے کا احساس رکھتے تھے۔

(ii) وہ اللہ تعالیٰ کے کام اور فرائض کے بارے میں احساس رکھتے تھے۔

(iii) وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں چلنے والی تلواروں کے بارے میں احساس رکھتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تلواریں ہیں۔ جو لوگ اسلام قبول کرنے میں پیچھے رہ گئے تھے ان ہی میں ابوسفیان بھی تھا۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کے بارے میں ان کمزور افراد کو ڈانٹا تو رسول اللہ ﷺ نے متنبہ کیا کہ تم نے انہیں ناراض کیا تو گویا اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فوراً اٹھ کر ان لوگوں سے پوچھا کہ تم ناراض تو نہیں ہوگئے تو انہوں نے جواب دیا ''اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے۔'' یہ انقلاب جو انسانی زندگی میں رونما ہوا اس نے ساری قدریں بدل ڈالیں۔ انسانی شعور کو بدل دیا۔ اسی نے تعصبات کو ختم کر دیا تھا، یہ اسلامی نظریہ حیات کی سربلندی ہے۔

﴿وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ﴾

ع 6 5 12

''اور ہم اسی طرح آیات کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں اور تا کہ مجرموں کا طریقہ خوب واضح ہو جائے'' (55)

سوال 1: اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات واضح طور پر بیان کرنے کا کیا مقصد بتایا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَ كَذٰلِكَ... الْمُجْرِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''اور ہم اسی طرح آیات کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں اور تا کہ مجرموں کا طریقہ خوب واضح ہو جائے'' اللہ تعالیٰ تفصیل سے آیات کو بیان کرتے ہیں کیونکہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ مجرموں کا راستہ جدا ہو جائے۔

(2) اللہ تعالیٰ گمراہی کو ہدایت سے الگ کر کے بیان کرتے ہیں تا کہ ہدایت کے راستے پر چلنے والے ہدایت پالیں اور حق کا راستہ واضح ہو جائے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ مجرموں کے راستے کو نمایاں کیوں کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: (1) مجرموں کے راستے کی وضاحت اس لئے ضروری ہے تا کہ اہل حق کا راستہ واضح ہو جائے۔

(2) حق اور باطل کا فرق واضح ہونے سے سچائی اور بھلائی پر پختہ یقین حاصل ہوتا ہے۔

(3) مجرموں کا راستہ نمایاں ہونے سے مومن حق کی حمایت پر آمادہ ہوتا ہے۔

(4) مجرموں کا راستہ نمایاں ہونے سے مومن کے دل میں یقین اترتا ہے کہ سچائی کی مخالفت باطل قوتیں کر رہی ہیں۔ اس طرح مومن پورے یقین کے ساتھ حق کی حمایت پر کمر باندھ لیتا ہے۔

(5) مجرمانہ حرکات کی وضاحت ایمان، بھلائی اور اصلاح کے لیے ضروری ہے۔

(6) مجرموں کے راستے کی وضاحت سے مجرموں کے مؤقف کے بارے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔

(7) مجرموں کے راستے کی وضاحت سے مومنوں کا مؤقف اور ان کا طرز عمل واضح ہو جاتا ہے اور مؤمنوں کے لیے اپنے مؤقف پر جمنا آسان ہو جاتا ہے۔

(8) جب مجرموں کا راستہ واضح ہو جاتا ہے تو اس سے اجتناب کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اگر یہ راستہ غیر واضح ہو تو یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

سوال 3: دعوت الی اللہ کے لیے کام کرنے والوں کی تیاری کے لیے سب سے پہلی ضرورت کیا ہے؟

جواب: (1) یوں تو مجرموں کے راستے کی وضاحت ہر ایک کی ضرورت ہے لیکن خاص طور پر جو لوگ دعوت الی اللہ کا کام کرتے ہیں ان پر سب سے پہلے مؤمنوں اور مجرموں کا راستہ واضح کرنے کی ضرورت ہے۔

(2) اس کے لیے سب سے پہلے کارکنان دعوت پر حق کے راستے کو اچھی طرح واضح کیا جائے۔

(3) صراط مستقیم کی وضاحت کے ساتھ مجرموں کے راستے کی وضاحت کی جائے، ان پر تنقید نہ کی جائے، ان کی کمزوریاں واضح کی جائیں اور ان کے درمیان فرق کو کھول کر بیان کیا جائے۔

(4) کارکنان دعوت کو یہ علم دینے کی ضرورت ہے کہ جس ماحول میں وہ کام کر رہے ہیں اس میں مؤمن کون ہیں اور مجرم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کون ہیں؟ (5) کارکنان دعوت کو یہ علم دینا چاہیے کہ مجرموں کا طریقۂ کار کیا ہے اور ان کی علامات کیا ہیں؟
(6) کارکنان دعوت کو اتنا علم دینا چاہیے کہ ان کے ذہن میں کوئی شبہ باقی نہ رہے اور ان کی صفات اور ان کی عملی زندگی مجرموں سے بالکل مختلف ہو جائے۔

سوال 4: دعوت الی اللہ کا کام کرنے والے دعوت کا آغاز کیسے کریں؟

جواب: (1) حق کی دعوت واضح اور دوٹوک انداز میں دیں۔ (2) بغیر کسی خوف کے اور لاگ لپٹ کے بات کریں۔
(3) سادگی سے حق بات کو پہنچائیں۔ (4) کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔
(5) حق کا ساتھ دیتے ہوئے مخالفتوں سے نہ ڈریں۔

﴿قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ

’’آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں پکارتے ہو مجھے ان کی عبادت سے بالکل روکا گیا ہے، آپ کہہ دیں میں تمہاری خواہشات

قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ﴾

کے پیچھے نہیں چلوں گا، اس وقت تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت پانے والوں میں سے نہ ہوں گا‘‘ (56)

سوال 1: شرک کی ممانعت کی وضاحت ﴿قُلْ اِنِّیْ ... مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ’’آپ کہہ دیں‘‘ کہہ دیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ مشرکوں سے کہہ دو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔
(2) ﴿اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ’’اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں پکارتے ہو مجھے ان کی عبادت سے بالکل روکا گیا ہے‘‘ یعنی مجھے شرک اور بت پرستی سے منع کر دیا گیا ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت سے روکا گیا ہے جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، نہ زندگی کے مالک ہیں نہ موت کے۔
(3) ﴿قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا﴾ ’’آپ کہہ دیں میں تمہاری خواہشات کے پیچھے نہیں چلوں گا، اس وقت تو میں گمراہ ہو جاؤں گا‘‘ یعنی آپ کہہ دو کہ غیر اللہ کی عبادت جو تم نے اپنے آباؤ اجداد سے ورثے میں پائی ہے، سراسر گمراہی ہے۔ اس کے لیے کسی کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ میں تمہاری خواہشات کے پیچھے چل کر غیر اللہ کی عبادت نہیں کروں گا۔
(4) مفسر بیضاوی نے لکھا ہے کہ اس آیت میں مشرکین کی گمراہی کا سبب خواہش نفس کی اتباع بتایا گیا ہے اور یہ بتایا گیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ لوگ جس پر قائم ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت نہیں بلکہ خواہش نفس کی عبادت ہے اور حق کے متلاشی کو تقلید آباء چھوڑ کر دلیل وحجت سے ثابت حقائق پر عمل کرنا چاہیے۔(تیسیر الرحمن:403/1)

(5)﴿وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾"اور میں ہدایت پانے والوں میں سے نہ ہوں گا" یعنی اگر میں غیر اللہ کی عبادت کروں گا تو میں کسی اعتبار سے بھی ہدایت یافتہ نہیں رہوں گا۔

(6) میں غیر اللہ کی عبادت چھوڑ کر توحید اور اخلاص عمل پر گامزن رہوں گا کیونکہ یہی حق ہے۔

سوال 2: انسان اللہ تعالیٰ کے سوا کس کس کو معبود بناتا ہے؟

جواب:(1) انسان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر خواہش نفس کو معبود بناتا ہے پھر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔

(2) انسان جن کو اپنا مددگار سمجھتا ہے ان کو معبود بناتا ہے۔

(3) انسان جن سے توقع رکھتا ہے کہ یہ آخرت میں میری سفارش کریں گے ان کو معبود بناتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی بندگی کیوں کی جاتی ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی بندگی علم یا دلیل کی وجہ سے نہیں ہوتی ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی بندگی اس لئے بھی نہیں ہوتی کہ لوگ اسے حق سمجھتے ہوں۔

(3) اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی بندگی محض خواہشاتِ نفس کی بنیاد پر ہوتی ہے۔

سوال 4: جذبۂ عبودیت کیا ہے؟

جواب:(1) کسی کے آگے بچھ جانے کا، کسی کے آگے اپنی کم تری کے اعتراف کا جذبہ اور کسی کی غلامی کرنے کا جذبہ۔

(2) وہ جذبہ جو انسان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ کسی کی پرستش کرے، جس سے وہ مانگے تو وہ اسے دے، جو اس کی سنے، انسان اس کی عنایات پر اس کے آگے جھک جائے، اس کے سامنے اپنی پیشانی ٹیک دے، اسی کے سامنے اپنی ناک رگڑے، اسی کی خاطر آنسو بہائے، اسی کو یاد رکھے اور اسی کی مانتا رہے۔

سوال 5: انسان کے فطری جذبۂ عبودیت کی تسکین کس ہستی کے ذریعے ممکن ہے؟

جواب:(1) انسان کے جذبۂ عبودیت کی تسکین فقط اللہ تعالیٰ سے ممکن ہے۔(2) اللہ تعالیٰ ہی انسان کے فطری مطالبات کا جواب ہے، اس لئے کہ وہ انسان کو سب کچھ دے سکتا ہے، اس کی سن سکتا ہے اور اس پر انعام واکرام کر سکتا ہے۔

﴿قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

’’آپ کہہ دیں میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس کو تم نے جھٹلا دیا ہے، جس کی تم جلدی مچاتے ہو وہ

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ﴾

میرے پاس نہیں ہے، فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، وہی حق بیان کرتا ہے اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے‘‘ (57)

سوال: عذاب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ... خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اِنِّىْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ﴾ ’’آپ کہہ دیں میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں‘‘ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ کہہ دیں کہ میں تو اپنے رب اور اس کے کلام پر یقین رکھتا ہوں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے گواہی ہے جو کہ سب سے عدل والی گواہی ہے۔ ایمان والوں نے رسول اللہ ﷺ کی گواہی کی تصدیق کی ہے۔

(2) ﴿وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ﴾ ’’اور اس کو تم نے جھٹلا دیا ہے‘‘ یعنی تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کو جھٹلایا ہے۔ تم نے قرآن وسنت کو جھٹلایا ہے۔

(3) ﴿مَا عِنْدِىْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ﴾ ’’جس کی تم جلدی مچاتے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے‘‘ جس عذاب کی تم جلدی مچا رہے ہو وہ میرے اختیار میں نہیں۔

(4) ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ ’’فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہے‘‘ یعنی عذاب کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا وقت مقرر ہے، وہ جب چاہے گا جیسے چاہے گا تم پر نازل کرے گا۔ اگر وہ چاہے تو تمہارے مطالبے پر فوراً بھیج دے اور اگر وہ چاہے تو اپنی کسی عظیم حکمت اور مصلحت کی وجہ سے اسے مؤخر کر کے تمہیں مہلت دے دے۔

(5) یعنی جس طرح اس نے اوامر ونواہی میں اپنا حکم شرعی نافذ کیا ہے اسی طرح وہ حکم جزائی نافذ کرے گا اور اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق ثواب وعقاب دے گا پس اس کے فیصلے پر اعتراض درخور اعتنا نہیں۔ (تفسیر سعدی: 776/1)

(6) ﴿يَقُصُّ الْحَقَّ﴾ ’’وہی حق بیان کرتا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ نے راہ حق کو واضح کر دیا ہے اور اپنے بندوں کے سامنے حق بیان کر کے ان کا عذر ختم کر دیا اور یوں ان کی حجت منقطع ہو گئی تا کہ جو ہلاک ہو تو وہ دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔ (تفسیر سعدی: 776/1)

(7) ﴿وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ﴾ ’’اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے‘‘ اللہ تعالیٰ بہترین اور قابل تعریف فیصلے کرتا ہے۔ اس کے فیصلوں سے حق واضح اور متعین ہو جاتا ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ حق اور باطل کے درمیان بہترین فیصلے کرنے والا ہے۔ (فتح القدیر: 154/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ

"آپ کہہ دیں یقیناً اگر میرے پاس وہ ہوتا جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان معاملے کا فیصلہ کر دیا جاتا

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ﴾

اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو زیادہ جاننے والا ہے"(58)

سوال 1: عذاب جلدی مانگنے والوں کو جو جواب دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿قُلْ لَّوْ ... بِالظّٰلِمِیْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ﴾ "آپ کہہ دیں یقیناً اگر میرے پاس وہ ہوتا جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان معاملے کا فیصلہ کر دیا جاتا" اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے فرمایا: آپ ﷺ ان سے کہہ دیجیے! اپنی جہالت اور ظلم کی وجہ سے عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہو۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں تم پر عذاب واقع کر دیتا۔

(2) عذاب کے مطالبے میں جلدی نہ کرو۔ (3) اس کے آنے میں تمہارے لیے بھلائی نہیں ہے۔

(4) سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جو نافرمانوں اور گناہ گاروں کو مہلت بھی دیتا ہے اور ظاہری اور باطنی نعمتیں بھی عطا فرماتا ہے۔

(5) ﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ﴾ "اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو زیادہ جاننے والا ہے" اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ ظالموں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جانا چاہیے؟

(6) اللہ تعالیٰ کسی کو یوں ہی نہیں چھوڑتا۔

(7) اللہ تعالیٰ علم اور قدرت رکھتا ہے۔ وہ سخت عذاب سے دوچار کر سکتا ہے لیکن مہلت دیتا ہے اور ناحق کسی کو نہیں پکڑتا۔

سوال 2: اگر معجزات کا صدور اور عذابِ الٰہی کا نزول انسان کے اختیار میں ہوتا تو کیا نتیجہ نکلتا؟

جواب: (1) انسان کے اندر صبر، حلم، بردباری اور مہلت دینے کی صلاحیت محدود ہے۔

(2) انسان اگر انسان کے خلاف بغاوت کرتا ہے تو اس کے اندر سے صبر اور برداشت ختم ہو جاتی ہے۔

(3) اگر انسان کا عذابِ الٰہی پر اختیار ہوتا تو دعوت دینے کے فوراً بعد فیصلہ ہو جایا کرتا۔

سوال 3: نافرمانیوں کے باوجود اس جہان میں انسانوں کو رب کی طرف سے کیسے مہلت مل رہی ہے، واضح کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: اللہ تعالیٰ کا حلم ہے، اس کی بردباری ہے، اس کی عظمت اور اس کا صبر ہے کہ وہ انتقام لینے کی قدرت رکھتا ہے لیکن پھر بھی اپنے نافرمانوں کو کھانا پینا فراہم کرتا ہے، ان کے لئے بارشیں برساتا ہے اور انہیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔

﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ

''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے

مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ

اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز

اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾

مگر سب کھلی کتاب میں ہے'' (59)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا، اس کی وضاحت ﴿وَعِنْدَهٗ ... اِلَّا هُوَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) یہ آیت قرآن حکیم کی ان عظیم آیات میں سے ہے جن میں اللہ تعالیٰ کے علم محیط کی تفصیل ہے۔

(2) ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا'' اللہ تعالیٰ غیب کا علم رکھتا ہے۔ اس کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا، اس نے ملائکہ اور انبیاء سے بھی غیب کو پوشیدہ رکھا۔

(3) وہ جس کو چاہتا ہے اسے اپنے علم غیب میں سے کسی چیز کے بارے میں اطلاع دے دیتا ہے۔

(4) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ ''یقینا اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا؟ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا؟ یقینا اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔'' (لقمان: 34) پڑھ کر سنائی۔ (بخاری)

سوال 2: غیبی جہان کا اقرار کرنے کی اسلامی تصور حیات میں کیا اہمیت ہے؟

جواب: اسلامی تصورِ حیات کے مطابق اس کائنات میں دو جہان ہیں ایک غیب کا جہان ہے اور دوسرا عالم شہادت۔ غیبی جہان کا علم انسان کے پاس نہیں ہے اور عالم شہادت کا انسان مشاہدہ کر سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(1) غیبی جہان کا اقرار کرنا اسلامی فکر کی بنیاد ہے۔

(2) ایمان بالغیب وہ مشکل راستہ ہے جسے انسان نے ضرور اختیار کرنا ہے۔ جب تک وہ غیب کا اقرار نہیں کرتا وہ انسانی مقام تک نہیں پہنچ سکتا، حیوانی مقام پر رہتا ہے۔

(3) اس حقیقت کو غیب پر ایمان رکھنے والا انسان ہی سمجھ سکتا ہے کہ کائنات محض اتنی نہیں جتنی ہمارے حواس کے دائرے میں آتی ہے بلکہ کائنات ہمارے حواس کے دائرے کے باہر زیادہ وسیع ہے۔

(4) کائنات کے بارے میں غیبی جہان کا اقرار انسانی سوچ میں بڑی گہری تبدیلی لے کر آتا ہے۔ کائنات کے اندر چھپی ہوئی کام کرنے والی قوتوں کے بارے میں نیا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اس تصور کے اثرات انسان کی عملی زندگی پر پڑتے ہیں اس لئے غیب کے اقرار کو اسلامی نظریہ حیات میں بے حد اہمیت حاصل ہے۔

سوال 3: غیبی حقائق پر ایمان لانے کے مومن کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: غیبی حقائق پر ایمان لانے کے اثرات مومن کی فکری اور عملی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔

(1) کائنات کے بارے میں مومن وسیع تر سوچ رکھتا ہے۔

(2) مومن اس بات کا شعور رکھتا ہے کہ چھپی ہوئی اور ظاہری کائنات کے پیچھے ایک عظیم حقیقت ہے اور یہ حقیقت اس ظاہری کائنات سے بہت بڑی ہے۔ وہی جو ظاہر کی آنکھ سے پوشیدہ ہے اس کائنات کا خالق ہے۔

(3) جو انسان اس کائنات کے پیچھے کام کرنے والی قوتوں کے بارے میں شعور رکھتا ہے تو اس کے اثرات انسان کی عملی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔ وہ انسان جو اپنے حواس کے ساتھ اپنے ماحول کا محدود مشاہدہ کرتا ہے اس کے برابر نہیں ہو سکتا جو کائنات کے بارے میں وسیع سوچ رکھتا ہے۔ وسیع سوچ رکھنے والا انسان اپنے دل کے اندر سے گہرے تعلق میں بندھا ہوا ہوتا ہے اور زندگی کے لئے اہم ہدایات پاتا ہے۔

(4) انسان غیبی حقائق پر ایمان لا کر ہی اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کے لئے خود کو مجبور پاتا ہے اور اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے کلام کے زیر سایہ بسر کرتا ہے۔

سوال 4: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں'' اس پر غور و فکر انسان پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں'' پر غور و فکر انسان پر گہرے اثرات مرتب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے۔

(1) جو انسان کھلے اور چھپے ہوئے جہان پر غور و فکر کرتا ہے، وہ جو غیب کے پردوں کے پیچھے سے جھانکنا چاہتا ہے جس طرف بڑھتا ہے اسے نظر آتا ہے غیب کی چابیاں تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔

(2) انسان ماضی اور مستقبل میں جھانکنا چاہتا ہے لیکن ایک حد پر جا کر اس کو علم اور ایجادات کے دروازے بند نظر آتے ہیں اور آگے کیسے جائے چابیاں تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔

(3) سمندر کی گہرائیاں انسان کے سامنے عیاں ہیں۔ وہ ان پر غور و فکر کرتا ہے، گہرائیوں میں پہنچ کر سب کچھ عیاں کرنا چاہتا ہے لیکن جس طرف بھی جاتا ہے آگے حد آجاتی ہے اور آگے کی چابیاں تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

(4) انسان کائنات کی وسعتوں میں، خلاؤں میں، دوسری دنیاؤں میں، نامعلوم دنیا میں آگے بڑھنا چاہتا ہے اور ایک حد آجاتی ہے جہاں سے آگے کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

(5) وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کائنات میں اگنے والے بے شمار پودے اور ان سے نکلنے والے بیج جہاں کہیں پڑے ہیں ان کو ایک آنکھ دیکھتی ہے۔ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔

(6) ایک انسان کی عقل چکرا جاتی ہے۔ انسان مختلف زمانوں میں جھانکے یا کائنات کی گہرائیوں میں، وسعت ہی وسعت ہے اور قرآن مجید ان وسعتوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور ہمیں صاحب کلام تک لے جاتا ہے کہ وہ علیم ہے، وہ عظیم ہے، وہ قدیر ہے اور وہ بصیر ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کا علم ہمہ گیر ہے، اس کی وضاحت ﴿وَيَعْلَمُ ... مُّبِيْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ ''اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے'' اللہ تعالیٰ خشکی اور سمندر کی ہر چیز جانتا ہے۔ اس کا علم ہمہ گیر ہے اور کائنات کی ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ خشکی اور سمندر کی کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہیں۔ آسمان و زمین کا کوئی بھی ذرہ اس کے علم سے باہر نہیں۔

(2) ﴿وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا﴾ ''اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے ایک پتے سے اپنے علم کی وسعتوں کا شعور دلایا ہے کہ کوئی پتہ سمندر میں یا خشکی میں، جنگلوں بیابانوں میں یا آبادیوں میں، زمین کے کسی گوشے میں رات کو گرے یا دن کو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔

(3) ﴿وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ﴾ ''اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا'' بیج پھلوں کے ہوں یا سبزیوں کے، اجناس کے ہوں یا درختوں کے، پودوں کے، پھولوں کے پتوں یا کھیتوں کے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ﴾ ''اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز'' ہر خشک اور تر چیز خواہ جنگلوں میں ہو یا صحراؤں میں، آبادیوں میں ہو یا ویرانوں میں، پہاڑوں میں ہو یا میدانوں میں اللہ تعالیٰ اس کا علم رکھتا ہے۔

(5)﴿اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''مگر سب کھلی کتاب میں ہے'' یعنی وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ یہ امور حیرت میں مبتلا کر دینے والے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ کا علم ہمہ گیر ہے۔

سوال 6: قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کے علم کے بارے میں کیا تصور دیتا ہے؟

جواب: قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کے بارے میں یہ تصور دیتا ہے کہ (1) اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ کوئی ذرہ اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔

(2) زمین و آسمان کی ہر چیز اس کے علم میں ہے۔

(3) فضاؤں اور زمین کی گہرائیوں میں پایا جانے والا ہر ذرہ اس کے علم میں ہے۔

(4) سمندر اور خشکی کے سارے جانور اس کے علم میں ہیں۔ (5) زندہ و مردہ ہر چیز اس کے علم میں ہے۔

(6) چھپی ہوئی اور ظاہر ہر چیز اس کے علم میں ہے۔ (7) خشک اور تر ہر چیز اس کے علم میں ہے۔

(8) زمین کی تہوں میں چھپا ہوا کوئی دانہ اس کے علم سے باہر نہیں۔

(9) درخت سے گرنے والا کوئی پتہ اس کے علم سے باہر نہیں۔ (10) اللہ تعالیٰ کا علم ہمہ گیر ہے۔

(11) اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والی نگاہوں کو جانتا ہے۔ اس نے فرمایا: ﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾ ''اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے جو سینے چھپاتے ہیں۔'' (غافر: 19)

﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ

''اور وہی ہے جو تمہیں رات کو وفات دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو وہ جانتا ہے پھر وہ اس (دن) میں تمہیں اٹھا دیتا ہے

7 ع 5 13 لِيُقْضٰى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

تاکہ مقررہ مدت پوری کی جائے پھر اس کی طرف تمہاری واپسی ہے پھر وہ تمہیں اس کی خبر کر دے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے'' (60)

سوال 1: بندے موت سے پہلے اور بعد میں بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَهُوَ الَّذِيْ ... تَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ﴾ ''اور وہی ہے جو تمھیں رات کو وفات دیتا ہے''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ رات کو اپنے بندوں کی سونے کی حالت میں، روح قبض کر لیتا ہے۔نیند دراصل موت کی بہن ہے پھر روح اس لیے چھوڑ دی جاتی ہے کہ انسان اپنی زندگی کے دن پورے کرلے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''اللہ تعالیٰ جانوں کو اُن کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی اُن کو سونے کے وقت اپنے قبضے میں لے لیتا ہے پھر وہ اُسے روک لیتا ہے جس پر اُس نے موت کا فیصلہ کیا اور دوسروں کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے۔''(الزمر:42) بندے موت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بستر پر سونے آئے تو''بسم اللہ'' پڑھ کر اپنے کپڑے کے کونے سے اسے تین مرتبہ جھاڑ لے، اس لیے کہ اسے نہیں معلوم کہ اس کے اٹھ جانے کے بعد اس پر کون آیا ہے، اور پھر یہ دعا پڑھے:﴿بِاسْمِكَ رَبِّ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ اَرْفَعُهُ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ﴾ ''اے میرے رب! تیرے نام کے ساتھ اپنا پہلو بستر پر رکھتا ہوں اور تیری توفیق ہی سے اسے اٹھا سکوں گا۔اگر تو میری جان اس عالم میں روک رکھے (میں مرجاؤں) تو اس پر رحم فرمانا اور اگر اس کو چھوڑ دے تو اس کی اس چیز سے حفاظت کر جس چیز سے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔''(بخاری:6320)

(3)﴿وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ﴾ ''اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو وہ جانتا ہے''انسان جاگتے ہوئے جو کام کرتا ہے اس کے تمام کام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔اس کی کوئی حرکت اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں جاتی۔ انسان جو کچھ دن میں کماتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔

(4)﴿وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے ہیں تاکہ تم اُس میں سکون حاصل کرو اور تاکہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔''(القصص:73)

(5)﴿ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ﴾ ''پھر وہ اس (دن) میں تمھیں اٹھا دیتا ہے''جب انسان نیند کی حالت میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ارادے سے بیدار ہوتا ہے۔ان کے بدن آرام کرتے ہیں، نیند سے بے داری کے بعد انہیں دوبارہ زندگی ملتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) نیند کے بعد بیداری ہمیں سمجھاتی ہے کہ انسان کس طرح مرے گا اور کس طرح زندہ ہوگا؟

(7) ﴿لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى﴾ ''تا کہ مقررہ مدت پوری کی جائے'' اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر سے مدت مقررہ کا فیصلہ کرتا ہے یعنی زندگی کی مدت اور اس کے بعد ایک اور مدت ہے یعنی مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا۔

(8) ﴿ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ﴾ ''پھر اس کی طرف تمہاری واپسی ہے'' انسان کی واپسی اپنے مالک حقیقی کی طرف ہے۔

(9) ﴿ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''پھر وہ تمہیں اس کی خبر کر دے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے'' واپسی پر انسان کا نامۂ اعمال پیش ہوگا اور انسان کو بتا دیا جائے گا کہ وہ کیا کچھ کر کے آیا ہے؟ (10) انسان پر ظلم نہیں ہوگا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے غیبی حقائق کے بعد رات کو روحیں قبض کرنے اور دن کو واپس بھیجنے کی بات کی ہے ان دونوں میں کیا تعلق ہے؟

جواب: غیب کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کل کائنات پر اللہ تعالیٰ کا علم حاوی ہے۔ اس آیت سے یہ پتہ چل رہا ہے کہ انسان کی پوری زندگی کے کام اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی تقدیر اور تدبیر کے مطابق انجام پا رہے ہیں۔ جیسے اس کا سونا، جاگنا، پیدا ہونا، مرنا، دوبارہ اٹھنا وغیرہ۔

سوال 3: ''انسان اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے باہر نہیں نکل سکتا'' وضاحت کریں؟

جواب: (1) انسان کی حرکت، موت اور جی اٹھنا اللہ تعالیٰ کے ارادے کے تحت ممکن ہوتا ہے جیسے ہر روز کا سونا اور جاگنا اللہ تعالیٰ کے ارادے کے تحت ہوتا ہے۔ (2) انسان کی نیند کی حالت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ نیند کے بعد دوبارہ بیدار کرنا بھی دراصل مدت حیات کو پورا کرنے کے لئے ہے۔ یہ سارے حالات اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں داخل ہیں۔

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰۤى اِذَا جَاۤءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ

''اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے، ہمارے بھیجے

تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ﴾

ہوئے فرشتے اس کو قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے'' (61)

سوال 1: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غالب ہے، اس کی وضاحت ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ﴾ ''اور وہ'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر پوری قدرت رکھتا ہے یعنی وہ قوت والا بادشاہ ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ﴾ ''اپنے بندوں پر غالب ہے'' یعنی وہ اپنے بندوں کا خالق اور مالک ہے، وہ ان پر اپنا ارادہ نافذ کرتا ہے، وہ ان کے لیے فیصلے کرتا ہے، اس کی اجازت کے بغیر وہ اپنی حرکت اور سکون کے بھی مالک نہیں۔

(3) انسان اللہ تعالیٰ کے مکمل کنٹرول میں ہیں۔(4) اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی دوسری قوت نہیں۔

(5) اللہ تعالیٰ کے غلام پوری طرح اس کے قبضے میں ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے القہار ہونے کے تصور کے مومن کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے القہار ہونے کے تصور سے ایک مومن مکمل آزادی اور اختیار ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی غلامی کرتا ہے کیونکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی موت کا وقت مقرر ہے اور یہ کہ انسان اپنے وجود میں بھی اللہ تعالیٰ کے قوانین کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔ وہ اس کے ضابطوں میں بندھا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کے القہار ہونے کے علم سے مومن یہ جان لیتا ہے کہ کوئی قوت اس کی مددگار نہیں ہوسکتی، مدد صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے جسم کی حرکات کو مقرر کیا ہے اور ان کو پابند بنایا ہے، اسی کا پابند رہ کر نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

سوال 3: انسان کی حفاظت کے لیے محافظ فرشتے مقرر ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَيُرْسِلُ... يُفَرِّطُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً﴾ ''اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی حفاظت کے لیے محافظ فرشتے مقرر فرما دیے ہیں۔ فرشتے انسان کے جسم کی حفاظت کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ﴾ ''اس شخص کے لیے اس کے آگے سے اور اس کے پیچھے سے باری باری آنے والے کئی پہرہ دار ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔'' (الرعد: 11)

(2) قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے: اے ابن آدم تیرے اوپر نگران ہیں جو تیرے اعمال، تیرے رزق اور تیری اجل کی حفاظت کرتے ہیں اور جب تم وفات پاؤ گے تمہیں اپنے رب کے پاس لے جائیں گے۔ (جامع البیان: 227/7)

(3)﴿حَفَظَةً﴾ سے مراد وہ فرشتے ہیں جو انسان کے آگے پیچھے ہمہ وقت لگے رہتے ہیں اور ہر قسم کی آفت و مصیبت سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بچاتے ہیں۔ (تیسیر الرحمن: 405/1)

(4) اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرر فرشتوں یعنی کراماً کاتبین کو ہمارے اعمال محفوظ کرنے پر لگا رکھا ہے۔ ہم جو عمل کرتے ہیں وہ اسے محفوظ کر لیتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ (10) كِرَامًا كَاتِبِيْنَ (11) يَعْلَمُوْنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''حالانکہ یقیناً تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ معزز لکھنے والے۔ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔'' (الانفطار:10-12)

اور فرمایا: ﴿اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ (١٧) مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ ''جب کہ دو ضبط کرنے والے اس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ضبط کرتے رہتے ہیں۔ کوئی لفظ وہ نکال نہیں پاتا مگر ایک تیار نگران اس کے پاس ہوتا ہے۔'' (ق:18,17)

(5) انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہے۔ اس کو ایک لحہ کے لئے بھی آزاد نہیں چھوڑا جاتا۔ وہ کسی وقت بھی اکیلا نہیں ہوتا، ہر وقت اس کے ساتھ ایسے نگران ہوتے ہیں جو اس کی ہر حرکت ریکارڈ کرتے ہیں۔

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''یکے بعد دیگرے تمہارے پاس رات اور دن کے فرشتے آتے رہتے ہیں اور یہ عصر اور فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں پھر وہ اوپر چڑھتے ہیں جنہوں نے رات تمہارے ساتھ گزاری ہوتی ہے پھر اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں ان سے پوچھتا ہے حالانکہ اسے تمہاری خوب خبر ہے، پوچھتا ہے کہ میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔'' (صحیح بخاری:7429)

(7) ﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا﴾ ''یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے، ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کو قبض کر لیتے ہیں'' یعنی اس کی اجل آجاتی ہے۔

(8) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ملک الموت کے بہت سے مددگار فرشتے ہیں جو روح کو جسم سے نکالتے ہیں اور حلقوم تک جب روح آجاتی ہے پھر ملک الموت اسے قبض کر لیتے ہیں۔ (ابن کثیر:67/2)

(9) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آیا موت کا فرشتہ ایک ہے یا بہت سے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے یہی جواب دیا اور دلیل میں یہ آیت تلاوت کی۔ (المنار) (اشرف الحواشی:163/1)

(10) ﴿قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہیں قبض کرلے گا چنانچہ تم اپنے رب کی جناب میں لوٹائے جاؤ گے۔'' (السجدہ:11)

(11) ﴿وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ﴾ ''اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے'' اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قضا و قدر سے جو مدت مقرر کر دی ہے وہ اس میں ایک گھڑی کا نہ اضافہ کر سکتے ہیں نہ ایک گھڑی کی کمی۔ وہ صرف مکتوب الٰہی اور تقدیر ربانی کو نافذ کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:779/1)

(12) اس آیت میں جان نکالنے والے فرشتوں کی فرض شناسی کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جان نکالنے کے لئے تیار کھڑے ہوتے ہیں۔اس کے فرشتوں کا نظام بڑا محفوظ ہوتا ہے۔اس کے فرشتے اپنا فرض انجام دینے میں کوتاہی نہیں کرتے۔

سوال4: فرشتوں کی نگرانی کے شعور کے مومن پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) فرشتوں کی نگرانی کے شعور سے مومن کی شخصیت مکمل طور پر بے دار ہو جاتی ہے۔

(2) مومن اپنی ہر حرکت اور ہر بات پر نظر رکھتا ہے اور ہر کام شعوری طور پر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

سوال5: موت کے وقت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہماری کیا راہ نمائی فرمائی ہے؟

جواب: (1) موت کا وقت مقرر ہے جو انسان سے چھپا ہوا ہے۔(2) موت کے وقت کا علم انسان کو کسی ذریعے سے نہیں ہو سکتا۔(3) موت کے وقت کا علم پہلے سے طے شدہ تحریری طور پر موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

(4) موت کا وقت آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔(5) موت کا وقت قریب ہے۔

سوال6: موت اور موت کے فرشتوں کے بارے میں اسلامی عقیدہ مومن پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب: (1) یہ عقیدہ ایک غافل انسان کو جھنجوڑتا ہے۔(2) یہ عقیدہ رکھنے والا انسان محسوس کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں گھرا ہوا ہے۔(3) یہ عقیدہ رکھنے والا جانتا ہے کہ اگلے ہی لمحے اس کی سانسیں رک سکتی ہیں، روح قبض ہو سکتی ہے۔(4) یہ عقیدہ رکھنے والا غیر ذمہ دار نہیں رہتا۔

﴿ثُمَّ رُدُّوٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ

”پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں جو ان کا حقیقی مالک ہے، سُن لو! حکم اسی کا ہے اور وہ سب حساب لینے والوں

اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ﴾

سے زیادہ جلد (حساب لینے والا) ہے“ (62)

سوال1: ﴿ثُمَّ رُدُّوٓا ...اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ﴾ ”پھر“ یعنی موت اور حیات برزخ کے بعد۔

(2) ﴿رُدُّوٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ﴾ ”وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں جو ان کا حقیقی مالک ہے“ انہیں اپنے حقیقی مولا کی طرف لوٹایا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) اللہ تعالیٰ مولا ہے جو اپنے تقدیری حکم کے مطابق ان کا مولا ہے۔ وہ انسانوں پر اپنی تقدیر نافذ کرتا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ ہی سب کا مولا ہے جو اپنے حکم شرعی کے ذریعے ان کا مولا ہے۔ اس نے رسول بھیجے، کتابیں بھیجیں اور وہ ان کے اعمال کا حساب لے گا۔

(5) اللہ تعالیٰ حقیقی مولا ہے جو اپنا حکم جزائی نافذ کرے گا اور ان کو اعمال کا بدلہ عطا کرے گا۔

(6) ﴿ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ﴾ ''پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں جو ان کا حقیقی مالک ہے'' یعنی فرشتے لوٹائے جاتے ہیں۔ (المصباح المنیر: 465/2)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک میت کے پاس فرشتے آجاتے ہیں، اگر آدمی نیک ہو تو کہتے ہیں کہ اے پاک جان! نکل آ کہ تو پاک جسم میں تھی، نکل آ تو قابل ستائش ہے، تجھے سکون، خوش بودار پھولوں اور ناراض نہ ہونے والے رب کی خوش خبری ہو، اسے بار بار یہ کہا جاتا ہے، حتیٰ کہ روح نکل آتی ہے۔ پھر اسے آسمان تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ اس کے لیے دروازے کھولنے کا کہا جاتا ہے۔ پوچھا جاتا ہے، کون ہے؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں ہے۔ وہ کہتے ہیں، پاک نفس کو خوش آمدید ہو، اچھے جسم میں تھی، داخل ہو جا اس حال میں کہ تو قابل ستائش ہے، تجھے آرام، خوش بودار پھول اور ناراض نہ ہونے والے رب کی خوش خبری ہو۔ ہمیشہ اسے یہی کہا جاتا ہے، حتیٰ کہ اسے اس آسمان تک پہنچا دیا جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے اور اگر آدمی برا ہو تو فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ اے خبیث جان! نکل آ، تو خبیث جسم میں تھی، آ تو قابل مذمت ہے، تجھے گرم پانی، پیپ اور اس طرح کے اور بہت سے عذابوں کی خوش خبری ہو، اسے بار بار یہ کہا جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ باہر نکل آتی ہے۔ پھر جب آسمان کھولنے کا کہا جاتا ہے تو ادھر سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟ جواب دیا جاتا ہے فلاں، تو کہا جاتا ہے کہ اس خبیث جان کو، جو خبیث جسم میں تھی، ہرگز خوش آمدید نہیں۔ تو واپس لوٹ جا کہ تو قابل مذمت ہے، تیرے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جا سکتے۔ چنانچہ اسے آسمان سے واپس لوٹا دیا جاتا ہے اور پھر اسے قبر میں لے جایا جاتا ہے۔'' (مسند احمد: 140/6، ح: 25143، ابن ماجہ، :4262)

(8) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''پھر نیک آدمی کو بٹھا دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے تو کس دین پر تھا؟ وہ کہتا ہے دین اسلام پر۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو اُس شخص کے متعلق کیا کہتا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، ہمارے پاس وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلیلیں اور کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے، سو ہم نے ان کی تصدیق کی، تو اس کے لیے آگ کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے اور وہ اس (دوزخ) کو دیکھتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو کھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہی ہے۔اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اس سے بچالیا ہے، پھر اس کے لیے جنت کی طرف کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔سو وہ اس کی رونق اور نعمتیں دیکھتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے یہی تیرا ٹھکانا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے تو (دنیا میں) یقین پر تھا اور اسی پر فوت ہوا اور اللہ تعالیٰ چاہے تو یقین ہی پر اٹھے گا۔اور جب برے آدمی کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو وہ پریشان اور گھبرایا ہوا ہوتا ہے۔اس سے کہا جاتا ہے: تو کس دین پر تھا؟ تو وہ کہتا ہے: میں نہیں جانتا۔پھر اس سے پوچھا جاتا ہے: تو اُس شخص کے متعلق کیا کہتا ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا، وہ کہتا ہے، میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تھا، تو میں نے بھی ویسا ہی کہہ دیا تھا جیسے لوگ کہتے تھے۔تو اس کے لیے جنت کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے، وہ اس کی رونق و تروتازگی دیکھتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے اس کی طرف دیکھ! اللہ تعالیٰ نے تجھے اس سے محروم کر دیا ہے۔پھر اس کے لیے آگ کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے اور وہ اس کی طرف دیکھتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو کھا رہی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے، یہ تیرا ٹھکانا ہے، تو شک میں تھا، اسی پر تجھے موت آئی اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اسی پر تجھے اٹھایا جائے گا، پھر اس کو عذاب دیا جائے گا۔" (مسند احمد: 6/139، 140، ح: 25142)

(9)﴿اَلَا لَهُ الْحُكْمُ﴾ "سن لو! حکم اُسی کا ہے" انسانی زندگی کے فیصلے کرنے کے سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اس لئے کہ اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ فیصلے کا مالک ہے۔

(10) وہ انسان کا خالق ہے۔وہ اس کو زندگی گزارنے کا سامان عطا کرتا ہے۔انسان اللہ تعالیٰ کا غلام ہے۔اسے ایک دن مرنا ہے اور اپنے مولا کے سامنے پوری زندگی کا حساب کتاب پیش کرنا ہے۔

(11) دینے والا حساب لیتا ہے اور مالک فیصلہ کرتا ہے۔انسان کو سبھی کچھ وہی دیتا ہے، اس لئے اس کے بارے میں سارے فیصلے کرنے کا اختیار اسی کے پاس ہے۔

(12)﴿وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ﴾ "اور وہ سب حساب لینے والوں سے زیادہ جلد (حساب لینے والا) ہے" اللہ تعالیٰ ﴿اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ﴾ ہے کیونکہ اس کا علم کامل ہے۔

(13) وہ جلد حساب لینے والا ہے کیونکہ اس نے اعمال کو محفوظ کیا ہوا ہے پہلے لوح محفوظ میں پھر فرشتوں نے اپنی کتاب میں جو ان کے ہاتھوں میں ہے۔

(14) جب اللہ تعالیٰ خالق ہے، مالک ہے، حقیقی مولا ہے، نفع ونقصان کا مالک ہے اور اللہ تعالیٰ کے ماسواء کسی اور کی نہ قدرت ہے، نہ ارادہ ہے، نہ کوئی نفع کا مالک ہے، نہ نقصان کا پھر کھلے عام کفر وشرک کا ارتکاب کیسے کرتے ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

12

سوال 2: یہ عقیدہ کہ ﴿وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ﴾ انسان پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ﴾ ”اور وہ سب حساب لینے والوں سے زیادہ جلد (حساب لینے والا) ہے“ اس عقیدے کی وجہ سے انسان ایک لمحے کے لئے بھی غافل نہیں ہو سکتا ہے۔

(2) انسان اس عقیدے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو اپنا حاکم تسلیم کر لیتا ہے۔

(3) انسان یہ تسلیم کر لیتا ہے کہ اس زمین پر انسانوں کی زندگی کے سارے معاملات اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق طے ہوتے ہیں۔

سوال 3: اگر یہ طے کر دیا جائے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کے سوا کوئی اور قانون نافذ ہوگا، تو آخرت میں حساب کتاب کس قانون کے مطابق ہوگا؟

جواب: دنیا میں خواہ کوئی بھی قانون نافذ کر دیا جائے، آخرت میں اللہ تعالیٰ انسانوں سے حساب کتاب اپنی شریعت کے مطابق لے گا۔

﴿قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ

”آپ کہہ دیں تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے؟ تم اسے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارتے ہو

اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾

یقیناً اگر اس نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو ہم ضرور اس کا شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے“ (63)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر فضل و کرم کی وضاحت ﴿قُلْ مَنْ ... الشّٰكِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اپنی شانِ فضل و کرم کا بیان فرما رہا ہے کہ جب لق و دق میدانوں کی تاریکیوں میں اور طوفانی سمندروں کے اندھیروں میں گھرے ہوئے مجبور لوگ گھبرا کر اپنے بتوں کو نظر انداز کر کے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی شان کریمانہ یہی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو نجات دے دیتا ہے۔ (السراج المنیر: 509،508/1)

(2) ﴿قُلْ﴾ ”آپ کہہ دیں“ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ ﷺ شرک کرنے والوں سے کہہ دیں۔

(3) ﴿مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ ”تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے؟“ یعنی سمندر اور خشکی کی مشقتوں سے نجات کا کوئی بھی وسیلہ نظر آتا ہے تو اپنے رب کو گڑگڑا کر پکارتے ہو۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(4) خشکی کی تاریکیوں سے مراد مختلف قسم کی مصیبتیں، دشمن کا خوف اور راستہ بھٹک جانا ہے اور سمندر کی تاریکی سے مراد موجوں کا ڈر، آندھی اور طوفان کا خوف اور راہ بھٹک جانا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:461)

(5) ﴿تَدۡعُوۡنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفۡيَةً﴾ ''تم اسے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارتے ہو'' جب صحراؤں میں راستہ بھول جاتے ہو اور تاریک رات آتی ہے اور سمندری سفر کرتے ہو پھر بادل، رات اور سمندر کی تاریکی ڈھانپ لیتی ہے اور خوف سے دل مضطرب ہو جاتے ہیں تو کس کو پکارتے ہو؟ وہ صرف ایک اللہ ہی کو پکارتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ وہ اسے علانیہ اور پوشیدہ آہ وزاری سے پکارتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:398)

(6) ﴿هُوَ الَّذِيۡ يُسَيِّرُكُمۡ فِي الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ‌ؕ حَتّٰۤى اِذَا كُنۡتُمۡ فِي الۡـفُلۡكِ‌ۚ وَجَرَيۡنَ بِهِمۡ بِرِيۡحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوۡا بِهَا جَآءَتۡهَا رِيۡحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الۡمَوۡجُ مِنۡ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ اُحِيۡطَ بِهِمۡ‌ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ ۚ لَئِنۡ اَنۡجَيۡتَنَا مِنۡ هٰذِهٖ لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيۡنَ﴾ ''وہی ہے جو خشکی اور سمندر میں تمہیں چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ انہیں لے کر عمدہ ہوا کے ساتھ چلتی ہیں اور وہ اس پر خوش ہو رہے ہوتے ہیں کہ اچانک سخت تیز ہوا آجاتی ہے اور ان پر ہر جانب سے موج آجاتی ہے اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ بے شک انہیں گھیر لیا گیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کو خالص کرتے ہوئے اُسی کو پکارتے ہیں کہ اگر آپ ہمیں اس سے نجات دے دیں تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے۔'' (یونس:22)

(7) ﴿لَئِنۡ اَنۡجٰنَا مِنۡ هٰذِهٖ لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيۡنَ﴾ ''یقیناً اگر اس نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو ہم ضرور اس کا شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے'' یعنی اگر اس نے ہمیں اس ہلاکت اور مصیبت سے نجات دے دی تو ہم ضرور اس کے فضل کا اعتراف کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے، اس کے لیے خالص ہو کر عمل کریں گے اور اس کا شکریہ ادا کریں گے۔

سوال 2: خوفناک حالات اور مشکلات میں انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے کیسے دست بدعا ہو جاتا ہے؟

جواب: (1) مشکل حالات اور خوفناک صورت حال میں انسانوں کی اصلی فطرت پردے سے نکل کر سامنے آجاتی ہے۔

(2) انسان مشکل حالات اور خوفناک صورت حال میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو پالیتا ہے۔

(3) مشکل حالات میں انسان کو شرک کا بودا پن محسوس ہونے لگتا ہے اور وہ ایک اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتا ہے۔

سوال 3: انسان کو ہولناک لمحات کی یاد سے کیا شعور دلانا مطلوب ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1) ہولناک لمحات کی یاد سے انسان کو یہ شعور دلانا مطلوب ہے کہ انسان بہت ضعیف ہے اور وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے پر مجبور ہے۔

(2) اس یاد سے انسان کو یہ شعور دلانا مطلوب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر ہی مشکلات دور ہوتی ہیں اور نجات ملتی ہے۔

﴿قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں اس سے اور ہر تکلیف سے اللہ تعالیٰ ہی تمہیں نجات دیتا ہے پھر بھی تم شرک ہی کرتے ہو'' (64)

سوال 1: اللہ تعالیٰ ہی تمام آفتوں سے بچاتا ہے لیکن انسانوں کا رویہ کیا ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ ... تُشْرِكُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں اس سے اور ہر تکلیف سے اللہ تعالیٰ ہی تمہیں نجات دیتا ہے پھر بھی تم شرک ہی کرتے ہو'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی تمہیں تمام آفتوں سے بچاتا ہے لیکن انسان نجات کے بعد شکر گزار ہونے کے بجائے شرک کرنے لگتے ہیں اور عافیت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کو پوجنے لگتے ہیں۔

(2) ﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ ''اور جب سمندر میں تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں تم پکارتے ہو، وہ سب گم ہو جاتے ہیں۔ پھر جب وہ تمہیں خشکی تک لے آتا ہے تو تم منہ موڑ جاتے ہو اور انسان بڑا ناشکرا ہے۔'' (بنی اسرائیل:67)

سوال 2: مصیبت ختم ہونے پر انسان شرک کیوں کرنے لگتا ہے؟

جواب: مصیبت ختم ہو جائے تو انسان غفلت کا شکار ہو جاتا ہے (1) اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں پر اعتماد کرنے لگتا ہے۔

(2) ناشکری کا رویہ اختیار کرتا ہے جو شرک کی ایک صورت ہے۔

(3) مصیبت دور ہونے پر شرک کی عام صورت یہ ہے کہ انسان خود پر اعتماد کرتا ہے۔

سوال 3: انسان ناحق خود پر اعتماد کیسے کرتا ہے؟

جواب:(1) انسان جب اپنی کمائی کو اپنی کمائی سمجھتا ہے تو اس طرح وہ اپنی قابلیت پر اعتماد کرتا ہے۔

(2) انسان جب فخر سے چلتا ہے تو اپنے جسم پر اعتماد کرتا ہے۔

(3) انسان جب حق کو نظر انداز کرتا ہے تو وہ یہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میرا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(4) انسان جب کسی پر ظلم کرتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ کوئی میرا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ یہ ساری تکبر کی صورتیں ہیں اور تکبر بڑا شرک ہے کیونکہ یہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے مقام پر رکھنا ہے۔

سوال 4: جب کوئی مصیبت آتی ہے تو مومن کے رویے میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب: (1) مومن کو جب کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو وہ یک سو ہو کر اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے۔

(2) وہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے بے بس ہے اور ساری قدرت اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔

(3) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے جب عکرمہ بن ابی جہل کے قتل کا حکم دیا تھا تو عکرمہ بھاگ نکلا، یہاں تک کہ بحر احمر کے کنارے پہنچا اور ایک کشتی پر سوار ہو کر علاقہ بدر ہونے لگا، کشتی جب سمندر کے درمیان پہنچی تو طوفان میں پھنس گئی۔ کشتی میں سوار لوگ کہنے لگے، اب صرف ایک اللہ تعالیٰ کو پکارو، کیونکہ اب اس طوفان میں تمہارے مشکل کشا تمہارے کسی کام نہیں آسکتے۔ مشرکین کی یہ بات سن کر عکرمہ بن ابی جہل کہنے لگا، اگر سمندر میں ایک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا کشتی پار نہیں لگا سکتا تو اللہ کی قسم! زمین پر بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا میری بگڑی نہیں سنوار سکتا۔ اے اللہ! میں تجھ سے پکا وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے اس طوفان سے زندہ سلامت نکال دیا تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر ضرور ان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں گا اور میں ان کو مہربان اور بخشنے والا پاؤں گا، چنانچہ وہ آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ (نسائی: 4072)

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ

”آپ کہہ دیں وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب بھیج دے

اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ

یا تمہیں گروہوں میں ملا دے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے، آپ دیکھیں ہم آیات کو کیسے پھیر پھیر کر

الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ﴾

بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھیں“ (65)

سوال 1: اللہ تعالیٰ ہر طرف سے عذاب بھیجنے پر قادر ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ۔۔۔يَفْقَهُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اپنی قوم کے مشرکوں سے کہہ دو جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں اور اس کا شکر ادا نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ قدرت رکھتا ہے کہ کسی طرف سے بھی تم پر عذاب بھیج دے۔

(2)﴿هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ﴾ ''کہ وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے کوئی عذاب بھیج دے'' جیسے کڑکتی بجلیاں وغیرہ۔

(3)﴿اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ﴾ ''یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے'' جیسے زلزلے، زمین میں دھنسنا وغیرہ۔

(4) انسان کو دائیں بائیں سے آنے والے عذاب کے بارے میں یہ وہم ہوتا ہے کہ وہ اس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ سر کے اوپر سے نازل ہونے والے یا پاؤں کے نیچے سے آنے والے عذاب سے یہ یقین دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب جب چاہے اور جس طرح چاہے اسے گھیر سکتا ہے۔ (5) اللہ تعالیٰ کسی وقت بھی اپنے بندوں کو پکڑ سکتا ہے۔

(6)﴿اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا﴾ ''یا تمہیں گروہوں میں ملا دے'' ﴿يَلْبِسَكُمْ﴾ کا معنی ملا دے، خلط ملط کر دے۔ یہ التباس سے نکلا ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر) یعنی تمہیں مختلف قوموں میں بانٹ دے۔

(7)﴿وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ﴾ ''اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے'' یعنی تمہیں فتنے میں مبتلا کر دے اور تم ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو، اس لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو۔

(8) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے کہا: ''اے اللہ! میں تیرے منہ کی پناہ مانگتا ہوں'' پھر یہ اترا۔ ﴿اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ﴾ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یا اللہ! میں تیرے منہ کی پناہ مانگتا ہوں۔'' پھر یہ اترا۔ ﴿اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ﴾ اس وقت نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ پہلے عذابوں سے ہلکا یا آسان ہے۔'' (صحیح بخاری:4628)

(9) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے کہ ہمارا گزر مسجد بنی معاویہ کے پاس سے ہوا تو آپ ﷺ مسجد کے اندر تشریف لے گئے اور اس میں دو رکعات نماز ادا فرمائی اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ مل کر نماز ادا کی، پھر آپ ﷺ نے اپنے رب سے لمبی دُعا کی اور پھر فرمایا: ''میں نے اپنے رب سے تین دعائیں کی ہیں: (i) میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میری ساری امت کو غرق کر کے ہلاک نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو قبول فرما لیا۔ (ii) میں نے دعا کی میری ساری اُمت کو قحط میں مبتلا کر کے ہلاک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے میری اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعا کو بھی شرف قبولیت سے نوازا۔(iii)اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی میری اُمت کو آپس میں اختلاف وانتشار میں مبتلا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو قبول نہیں فرمایا۔''(مسلم:7260)

(10)خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری رات نماز پڑھتے دیکھا یہاں تک کہ فجر ہوگئی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز سے سلام پھیرا، تو خباب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ نے آج رات ایسی نماز پڑھی کہ اس طرح میں نے آپ کو پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں یہ رغبت اور خوف کی نماز تھی، میں نے اپنے رب سے اس میں تین باتوں کی درخواست کی، تو اس نے دو مجھے دے دیں اور ایک نہیں دی، میں نے اپنے رب سے درخواست کی کہ وہ ہمیں اس چیز کے ذریعہ ہلاک نہ کرے جس کے ذریعہ اس نے ہم سے پہلے کی امتوں کو ہلاک کیا، تو اس نے یہ مجھے دے دی، اور میں نے اپنے رب سے درخواست کی کہ وہ کسی دشمن کو جو ہم میں سے نہ ہو ہم پر غالب نہ کرے، تو اسے بھی اس نے مجھے دے دیا، اور میں نے اپنے رب سے درخواست کی کہ وہ ہم میں پھوٹ نہ ڈالے، اور ہم گروہ در گروہ نہ ہوں، تو اس نے میری یہ درخواست قبول نہیں کی۔''(نسائی:1639)(11)سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہم میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور کہا: خبردار! تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں کھڑے ہوئے اور فرمایا خبردار تم سے پہلے اہل کتاب 72 فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے اور یہ ملت تہتر 73 فرقوں میں تقسیم ہوگی، بہتر آگ میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں جائے گا۔(سنن ابوداؤد:4597)

(12)﴿اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ﴾ ''آپ دیکھیں ہم آیات کو کیسے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھیں'' یعنی ہم آیات کو مختلف طرح سے بیان کرتے ہیں شاید کہ وہ اس بات کو سمجھ جائیں جس مقصد کے لیے انہیں پیدا کیا گیا ہے۔(13)﴿لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ﴾ شاید کہ وہ شریعت کے حقائق سمجھ جائیں۔

سوال 2: انسانیت پر گروہ بندی کا عذاب کب آتا ہے؟

جواب:(1)جب بھی انسان نے اپنی زندگی سے اللہ تعالیٰ کے نظام کو خارج کیا ہے انسان اس گروہ بندی کے عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔(2)جب لوگ سیدھا راستہ گم کر بیٹھتے ہیں تو اپنے لیے اچھائی برائی کے پیمانے خود تجویز کرنے لگتے ہیں۔اس کے نتیجے میں انسان انسانوں کے غلام بن جاتے ہیں۔یوں دو فریقوں کے مقاصد، میلانات، خواہشات اور مفادات ٹکراتے ہیں پھر ایک دوسرے کی طاقت کا مزہ چکھتے ہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کا دائمی اور طویل المدت عذاب کون سا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا دائمی اور طویل المدت وہ عذاب ہے جو دھیمی رفتار سے آتا ہے اور انسان اس کا عادی بن جاتا ہے۔

(2) انسان کے اپنے ہاتھوں یہ عذاب اس پر آتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ انسانوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیتا ہے اور وہ آپس میں دست و گریباں ہو جاتے ہیں۔

﴿وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ﴾

''اور آپ کی قوم نے اس کو جھٹلا دیا ہے حالانکہ وہ حق ہے، آپ کہہ دیں میں تم پر کوئی نگہبان نہیں ہوں'' (66)

سوال 1: رسول کا کام پیغام پہنچا دینا ہے، منوانا نہیں، اس کی وضاحت ﴿وَكَذَّبَ بِهٖ ... بِوَكِيْلٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ﴾ ''اور آپ کی قوم نے اس کو جھٹلا دیا ہے حالانکہ وہ حق ہے'' قوم سے مراد قریش ہیں اور جس کو جھٹلایا گیا وہ قرآن ہے۔ (2) ﴿وَهُوَ الْحَقُّ﴾ ''حالانکہ وہ حق ہے'' یعنی قرآن۔

(3) ﴿قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ﴾ ''آپ کہہ دیں میں تم پر کوئی نگہبان نہیں ہوں'' محمد ﷺ آپ کہہ دیں کہ میں تمہارے اعمال کی نگرانی پر متعین نہیں ہوں۔ میں تو صرف پیغام پہنچانے والا اور ڈرانے والا ہوں۔

(4) آپ ﷺ فرما دیں کہ میں تم پر حاکم نہیں کہ تمہیں زبردستی راہ پر لے آؤں۔ ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَمَنْ شَاۗءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاۗءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ ''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے۔ پھر جو چاہے وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے وہ کفر کرے۔'' (الکہف: 29) یعنی میرا کام دین پہنچا دینا ہے اور تمہارا کام اطاعت کرنا ہے۔ جس نے میری اطاعت کی تو وہ دنیا و آخرت میں کامیاب رہے گا اور جس نے میری نافرمانی کی وہ دنیا و آخرت میں بدبخت رہے گا۔

(5) جب نبی پیغام پہنچا دے اور دین کو سمجھا دے تو اس کا فریضہ ختم ہو جاتا ہے۔

سوال 2: حق کے داعی کو جھٹلا دیا جائے تو کیا اس کا یقین قائم رہتا ہے؟

جواب: دعوت دینے والے کو پورا معاشرہ جھٹلا دے تب بھی اسے یقین ہوتا ہے کہ سچائی کے بارے میں فیصلہ کرنا جاہلوں کا کام نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ حق غالب آئے گا۔

﴿لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾

''ہر خبر کے واقع ہونے کا ایک وقت مقرر ہے اور بہت ہی جلد تم جان جاؤ گے'' (67)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: ہر واقعہ کے ظہور کا ایک وقت ہے، اس کی وضاحت ﴿لِكُلِّ ۔۔۔ تَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ﴾ ''ہر خبر کے واقع ہونے کا ایک وقت مقرر ہے'' ہر واقعہ کے ظہور کا ایک وقت ہے اگرچہ اس کا ظہور ایک مدت کے بعد ہو۔ (مختصر ابن کثیر: 510/1)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ﴾ ''اور یقیناً تم کچھ وقت کے بعد اُس کی خبر کو ضرور جان لو گے۔'' (ص: 88) (3) ﴿لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ﴾ ''ہر وقت کے لیے ایک کتاب ہے۔'' (الرعد: 38)

(4) وقت مقرر سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ ہر صورت حال کا انجام سامنے آنے والا ہے اس لیے باطل کے ظاہری ہنگامے سے نہ ڈریں، ثابت قدم رہیں۔

(5) ﴿وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور بہت ہی جلد تم جان جاؤ گے'' یعنی جس عذاب کی تمہیں وعید سنائی گئی ہے عنقریب آپ اسے جان لو گے۔

﴿وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ

''اور جب آپ ان کو دیکھیں کہ ہماری آیتوں پر فضول بحث کرتے ہیں تو آپ ان سے منہ موڑ جائیں یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی

غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾

اور بات میں مشغول ہو جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں'' (68)

سوال: آیات کا مذاق اڑانے والوں کی مجلس میں بیٹھنا منع ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَا رَاَيْتَ ۔۔۔ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ﴾ ''اور جب آپ ان کو دیکھیں کہ ہماری آیتوں پر فضول بحث کرتے ہیں تو آپ ان سے منہ موڑ جائیں یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیات میں عیب چینی میں مشغول دیکھیں تو ان سے اعراض کریں، ایسے لوگوں کی مجلسوں میں نہ جائیں جب تک وہ کسی اور کام میں مشغول نہ ہوں۔

(2) ﴿يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا﴾ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں ناحق باتیں کرنا، باطل اقوال کو سراہنا اور ان کی طرف دعوت دینا، حق سے روگردانی کرنا اور حق اور حق پر چلنے والوں کی عیب جوئی کرنا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(3) ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ایسے لوگوں میں نہ بیٹھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۚ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تم پر حکم نازل کر دیا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے اور ان کا مذاق اُڑایا جاتا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں، بلاشبہ تم بھی اس وقت ان ہی جیسے ہو گے، یقیناً اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔'' (النساء:140)

(4) اہل بدعت کی صحبت اس صحبت سے بھی کئی درجہ بدتر ہے جس میں گناہوں کا علانیہ ارتکاب کیا جائے خصوصاً اس شخص کے لئے جو علمی اور ذہنی اعتبار سے ناپختہ ہو۔ (شوکانی) (اشرف الحواشی:163/1)

(5) ﴿وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں'' یعنی جہاں تک بھول جانے کا تعلق ہے تو وہ آدم بھی بھولے تھے۔ ﴿فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا﴾ ''تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں ارادے کی پختگی نہ پائی۔'' (طٰہٰ:115)

(6) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بھی کہا تھا: ﴿قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ﴾ ''موسیٰ نے کہا: جو میں بھول گیا اس پر آپ مجھے نہ پکڑیں۔'' (الکہف:73)

(7) شیطان انسان کو بھلاوے میں ڈال دیتا ہے اس لیے رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ﴾ ''اور جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کریں۔'' (الکہف:24)

(8) یعنی اگر آپ غفلت سے یا بھول چوک سے ان کی مجلس میں جا بیٹھیں تو یاد آنے کے بعد ان کے ساتھ نہ بیٹھیں جو ایسی باتیں کرتے ہوں جن کو حرام ٹھہرایا گیا ہو۔

(9) سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری خاطر میری امت کو غلطی، بھول اور وہ کام معاف کر دیے ہیں جن پر انہیں مجبور کیا گیا ہو۔'' (ابن ماجہ:2043)

(10) یہ نہی اور ممانعت اس شخص کے لیے ہے جو ایسے لوگوں کی مجلس میں شریک ہوتا ہے اور تقویٰ کا دامن چھوڑ کر ان کے قول اور عمل محرم میں خود بھی شریک ہو جاتا ہے یا ان کے غیر شرعی افعال و اقوال پر خاموشی اختیار کرتا ہے اور ان پر نکیر نہیں کرتا، لیکن اگر وہ تقویٰ کا التزام کرتے ہوئے مجلس میں شریک ہو، شرکائے مجلس کو نیکی کا حکم دے، اس برائی اور بری گفتگو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے روکے جو اس مجلس میں صادر ہو، جس سے یہ برائی زائل ہو جائے یا تخفیف ہو جائے تو ایسی مجلس میں شریک ہونے میں کوئی حرج ہے نہ کوئی گناہ۔ (تفسیر سعدی:783،782/1)

﴿وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾

''اور ان لوگوں کے ذمے نہیں ہے جو بچتے ہیں ان کے حساب میں سے لیکن یاد دہانی ہے تا کہ وہ بھی بچ جائیں'' (69)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب مشرکین کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت ہوگئی تو مسلمانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ اس قطع تعلق کی صورت میں ہم نہ تو مسجد میں جا سکتے ہیں اور نہ طواف کر سکتے ہیں، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ ان کے ساتھ بیٹھ سکتے ہو مگر اس شرط کے ساتھ کہ شاید وہ اس قسم کی یاوہ گوئی سے باز آ جائیں۔ (کبیر، قرطبی) (اشرف الحواشی:146/1)

سوال 2: خلاف شرع مجالس سے کنارہ کشی اختیار کرنے والے بری الذمہ ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ ...يَتَّقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ ''اور ان لوگوں کے ذمے نہیں ہے جو بچتے ہیں ان کے حساب میں سے'' جب پرہیز گار ان خلاف شرع مجالس سے کنارہ کشی کر لیں جہاں اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور ان کے ساتھ نہ بیٹھیں تو وہ ان سے بری ہو گئے اور ان کے گناہ سے بچ گئے۔

(2) ﴿وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ ''لیکن یاد دہانی ہے تا کہ وہ بھی بچ جائیں'' یعنی صرف اس لیے وہ ان کو وعظ و نصیحت کریں کہ شاید وہ ڈر جائیں۔

(3) اس آیت میں دلیل ہے کہ نصیحت کرنے والا ایسا اسلوب اختیار کرے جو تقویٰ کے حصول میں مدد و معاون ہو۔

(4) ہم نے تمھیں ان سے کنارہ کشی کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے تا کہ انھیں بھی معلوم ہو جائے کہ وہ کس کام میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ اس سے بچ جائیں اور اسے دوبارہ اختیار نہ کریں۔ (المصباح المنیر:473/2)

(5) اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر وعظ و نصیحت سے برائی بڑھنے کا امکان ہو تو وعظ و نصیحت ترک کرنا واجب ہے۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ ایسی مجلسوں سے الگ رہنے کے حکم سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا وجوب ساقط نہیں ہو جاتا۔ (تیسیر الرحمن:408/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال3:اسلامی نظام میں متقین اور مشرکین کی مشترکہ ذمہ داریوں کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:(1)اسلامی نظام میں متقین اور مشرکین میں کوئی مشترکہ ذمہ داری نہیں ہے کیونکہ دونوں الگ الگ امتیں ہیں۔

(2)ظالموں کے حساب میں سے کوئی ذمہ داری اہل تقویٰ پر نہیں ہے۔

(3)متقین پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مشرکوں کی اصلاح کی کوشش کرتے رہیں تا کہ وہ متقی بن جائیں۔

﴿وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

”اور آپ چھوڑ دو ان لوگوں کو جنہوں نے اپنا دین کھیل اور دل لگی بنا رکھا ہے اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے

وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ

اور آپ اس (قرآن) کے ساتھ انہیں نصیحت کرتے رہیں کہ کوئی جان اس کی وجہ سے جو اس نے کمایا ہلاکت میں نہ ڈال دی جائے،

وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے لیے کوئی دوست اور سفارشی نہ ہوگا اور اگر وہ فدیہ دے، ہر فدیہ تو بھی اس سے نہیں لیا جائے گا، یہ لوگ ہیں

اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ

جو اس کے بدلے ہلاکت میں ڈالے گئے جو انہوں نے کمایا، ان کے لیے کھولتے ہوئے پانی سے پینا ہوگا اور دردناک عذاب ہوگا

ع 8 10 14 بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ﴾

اس کی وجہ سے جو وہ کفر کیا کرتے تھے“(70)

سوال1:اہل ایمان کو اسلامی نظام کا مذاق اڑانے والوں کے بارے میں جو حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَذَرِ الَّذِيْنَ ...غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اہل ایمان کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ بھی ایسے لوگوں سے قطع تعلق کر لیں (ماسوائے تبلیغی مقاصد کے) جو دین کا مذاق اڑاتے ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَذَرِ الَّذِيْنَ﴾”اور ان لوگوں کو چھوڑ دو“یعنی کافروں کو چھوڑ دو۔

(2)﴿اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا﴾”جنہوں نے اپنا دین کھیل اور دل لگی بنا رکھا ہے“وہ کھیلتے ہیں حالانکہ اس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور وہ شغل کرتے ہیں اور ان کا تماشا دین حق سے ہے جو انہیں کمال اور سعادت تک پہنچاتا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہے۔(ایسر التفاسیر:399)

(3)﴿دِيْنَهُمْ﴾ ''اپنا دین'' اس سے مراد ان کا دین یعنی سچا دین اسلام ہے چاہے وہ اس پر ایمان نہ لائیں۔ جو دین اسلام کو چھوڑتا ہے وہ اپنے دین کو چھوڑتا ہے۔

(4) جو لوگ دین کو اپنے لئے زندگی کا ضابطہ قرار دے کر اس کا صحیح مقام اسے نہیں دیتے اور اسے پر وقار نہیں بناتے وہ دین کا مذاق اڑاتے ہیں۔

(5) جو لوگ دینی موضوعات پر بات کرتے ہیں اور اسلامی احکامات کو ہلکا سمجھ کر ان کی تضحیک کرتے ہیں وہ بھی مذاق اڑاتے ہیں۔ مثلاً جو لوگ شرم وحیا کا مذاق اڑاتے ہیں یا جو غیبی معاملات کا مذاق اڑاتے ہیں کہ ایسی جنت سے کیا حاصل جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں وغیرہ۔

(6) جو عمل اور بھاگ دوڑ غیر اللہ کے لیے ہو وہ لہو ولعب ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں حکم ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے، اس سے بچا جائے اور اس سے دھوکہ نہ کھایا جائے۔

(7)﴿وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ ''اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے'' وہ لوگ جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے وہ اس زعم میں مبتلا ہیں کہ وہ حق پر، صاحب دین اور صاحب تقویٰ ہیں اور حالت یہ ہے کہ اس نے دین کو لہو ولعب بنا رکھا ہے اور اس کا قلب اللہ تعالیٰ کی معرفت سے خالی ہو کر لہو ولعب میں مستغرق ہو گیا اور ہر اس چیز میں مصروف ہو گیا جو اس کے لیے ضرر رساں ہے۔ وہ اپنے بدن کے ساتھ لہو اور باطل میں مشغول ہے۔(تفسیر سعدی:784/1)

(8) یہ دنیا کی زندگی کا دھوکا ہے کہ بندہ خود کو متقی سمجھتا رہے اور عملاً دنیا میں غرق رہے۔

سوال 2: دین کے ساتھ کیسا تعلق مطلوب ہے؟

جواب: بندوں سے جو چیز مطلوب ہے وہ یہ کہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کریں یعنی اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے محبوب امور کے حصول میں مقدور بھر کوشش صرف کریں اور یہ چیز اس بات کو متضمن ہے کہ قلب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر اور اس کی طرف متوجہ رہے، بندے کی کوشش انتہائی سنجیدہ اور نفع مند ہو، نہ کہ غیر سنجیدہ اور یہ کوشش اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو، اس میں ریا اور شہرت کی خواہش کا شائبہ نہ ہو۔ یہی وہ حقیقی دین ہے جس کو دین کہا ہے۔(تفسیر سعدی:783/1)

سوال 3: رسول اللہ ﷺ کو مذاق اڑانے والوں سے قطع تعلقی کے ساتھ اور کیا تلقین کی گئی، اس کی وضاحت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَذَكِّرْ ۔۔۔ يَكْفُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ﴾ ''اور آپ اس (قرآن) کے ساتھ انہیں نصیحت کرتے رہیں کہ کوئی جان اس کی وجہ سے جو اس نے کمایا ہلاکت میں نہ ڈال دی جائے'' رسول اللہ ﷺ کو مذاق اڑانے والوں سے قطع تعلقی کے ساتھ یہ تلقین بھی کی گئی کہ انہیں نظر انداز کرتے ہوئے بھی انہیں یاد دہانی کروائیں اور انہیں یاد دلائیں کہ برائیاں سمیٹنے کا وبال خود ان کی اپنی جان پر ہوگا۔

(2) ﴿وَذَكِّرْ بِهٖٓ﴾ ''اور اس (قرآن) کے ساتھ نصیحت کرتے رہیں'' اس قرآن کے ذریعے انہیں نصیحت کریں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لیے نفع مند ہے۔

(3) ﴿لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے لیے کوئی دوست اور سفارشی نہ ہوگا'' اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرتے ہوئے نفس کو نفس کے گناہوں میں گھر جانے سے پہلے نصیحت کا حکم دیا ہے کیونکہ اس کے بعد مخلوق میں سے کوئی اس کے کام نہیں آئے گا۔ نہ کوئی قریبی رشتے دار، نہ کوئی دوست، نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ولی اور مددگار اور کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا۔

(4) ﴿وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا﴾ ''اور اگر وہ فدیہ دے، ہر فدیہ تو بھی اس سے نہیں لیا جائے گا'' اگرچہ کوئی زمین بھر سونا معاوضے میں دینا چاہے اس سے نہیں لیا جائے گا اور نہ فدیہ فائدہ دے گا۔

(5) ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا﴾ ''یہ لوگ ہیں جو اس کے بدلے ہلاکت میں ڈالے گئے جو انہوں نے کمایا'' یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہلاک کر دیا گیا، جو ہر بھلائی سے مایوس ہو گئے اور یہ ان کے اعمال کی وجہ سے ہے۔

(6) انسان اپنے برے اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں پکڑے جائیں گے۔

(7) ﴿لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ﴾ ''ان کے لیے کھولتے ہوئے پانی سے پینا ہوگا'' حمیم یعنی شدید کھولتا پانی جس کو پینے کی طاقت نہ ہوگی۔ (ایسر التفاسیر:399)

(8) ﴿وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ﴾ ''اور دردناک عذاب ہوگا اس کی وجہ سے جو وہ کفر کیا کرتے تھے'' دردناک عذاب اس بات کی دلیل ہوگی کہ وہ دین کا مذاق اڑاتے رہے ہیں اور کفر کرتے رہے ہیں۔

﴿قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”آپ کہہ دیں کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور ہم اس کے بعد اپنی

بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ ص

ایڑیوں پر پھیر دیئے جائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دے رکھی ہے اس کی مانند جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا ہو اس حال

لَهٗ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ

میں کہ وہ حیران ہو، اس کے ساتھی ہوں جو اسے ہدایت کی طرف بُلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آ جاؤ۔ آپ کہہ دیں یقیناً راہ نمائی

وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

صرف اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم جہانوں کے رب کے تابع فرمان بن جائیں“ (۷۱)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: (1) یہ آیت ان مشرکین کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے مسلمانوں کو شرک کی دعوت دی۔

(2) بعض نے لکھا ہے کہ یہ آیت سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہو جانے کے بعد ان کو کفر کی طرف بلاتے اور سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ ان کو ایمان کی دعوت دیتے۔ بالآخر عبدالرحمن مسلمان ہو گئے مگر علمائے محققین نے لکھا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ ایک مرتبہ مروان نے اسی آیت کو عبدالرحمن کے بارے میں بطور طعن پڑھا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی پرزور تردید کی اور فرمایا کہ آل ابوبکر کے بارے میں کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جس سے ذم کا پہلو نکلتا ہو۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ تردید اصح اسناداً بالقبول ہے واللہ اعلم۔ (فتح الباری)

سوال 2: ایمان اور عمل صالح کے بعد کفر کی طرف لوٹنے والے کی جو مثال دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ اَنَدْعُوْا ...لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ”آپ کہہ دیں“ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے کہا کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسرے معبودوں کو پکارنے والے جو تمہیں شرک کی دعوت دیتے ہیں انہیں جواب دیتے ہوئے کہہ دو۔

(2) ﴿اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا﴾ ”کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں“ اس وصف میں ہر وہ معبود داخل ہے جس کی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا بندگی کی جاتی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہے کیونکہ وہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان، اسے کسی معاملے کا کوئی اختیار نہیں، تمام معاملہ صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔(تفسیر سعدی:785/1)(3)﴿وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ﴾''اور ہم اس کے بعد اپنی ایڑیوں پر پھیر دیے جائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دے رکھی ہے''یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت سے نوازے جانے کے بعد کیا ضلالت کی طرف پلٹ جائیں اور رشد و ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کی طرف لوٹ جائیں؟ نعمتوں بھری جنتوں کے راستے کو چھوڑ کر ان راستوں پر چل نکلیں جو اپنے سالک کو عذاب الیم کی منزل پر پہنچا دیتے ہیں؟ رشد و ہدایت رکھنے والا شخص اس حال پر کبھی راضی نہیں رہ سکتا۔(تفسیر سعدی:785/1)

(4)﴿كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ﴾''اس کی مانند جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا ہو اس حال میں کہ وہ حیران ہو''جو آدمی توحید کی دعوت قبول کر لینے کے بعد پھر شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے اور بتوں کی پرستش شروع کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمی کی یہاں مثال بیان کی ہے کہ جیسے کوئی آدمی اپنے ساتھیوں کے ساتھ کسی صحراء سے گزر رہا ہو اور شیاطین جنوں کے نرغے میں آ جائے جو اسے راہ راست سے بھٹکا کر کسی اور طرف لے جائیں اور وہ حیران و پریشان نہ سمجھ سکے کہ کیا کرے۔(تیسیر الرحمن:409/1)

(5)﴿لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا﴾''اس کے ساتھی ہوں جو اسے ہدایت کی طرف بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آ جاؤ''اس کے ساتھی راہ پر کھڑے ہوئے اسے زور زور سے پکار رہے ہیں کہ ہم تیرے انتظار میں کھڑے ہیں، ہمارے پاس آ جا لیکن وہ ان کے پاس آنے سے انکار کرتا ہے یہی مثال اس کی ہے جو اسلام لا کر کفر اختیار کر لے، نبی ﷺ راہ پر کھڑے ہوئے اسے آواز دے رہے ہیں کہ میرے پاس آ جا اور راستہ اسلام ہے۔(ابن جریر رحمہ اللہ علیہ)
(مختصر ابن کثیر:512/1)

(6)یہ وہ مقام ہے جہاں سعادت مندوں اور بدبختوں کی پہچان ہوتی ہے، اس مقام پر صرف وہی سعادت کا راستہ پاتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

(7)﴿قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى﴾''آپ کہہ دیں یقیناً راہ نمائی صرف اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی ہے''کہ دو راہ نمائی اللہ تعالیٰ کی ہے یعنی وہ اسلام ہے۔ اس راستے کے سوا کوئی ہدایت کا راستہ نہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے ہم پر واضح کیا ہے، اس کے سوا تمام راستے ہلاکت اور گمراہی کے ہیں۔

(8)ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ﴾''اور اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دے اسے پھر کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ تعالیٰ سب پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غالب، انتقام لینے والا نہیں ہے؟'' (الزمر:37) اور فرمایا: ﴿اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ ''اگر آپ ان کی ہدایت کے خواہش مند ہیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نہیں دیتا جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے اور نہ ہی ان کے لیے کوئی مددگار ہیں۔'' (النحل:37)

(9) ﴿وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم جہانوں کے رب کے تابع فرمان بن جائیں'' ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانیں اور اس کی عبودیت میں داخل ہو جائیں۔

(10) ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم مالک کائنات کے فرماں بردار ہو جائیں۔

(11) گمراہی سے نکلنے کا اس کے ماسوا کوئی راستہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جھکا دیں۔ جو سارے جہانوں کو اپنی سچی راہ نمائی کے مطابق چلا رہا ہے وہی انسان کو بھی راہ نمائی دے سکتا ہے۔

(12) بندوں کے لیے سب سے بڑی راہ نمائی نعمت اسلام ہے جو اس نے ہمیں پہنچائی ہے۔

﴿وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ۭ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾

''اور یہ کہ تم نماز قائم کرو اور اللہ تعالیٰ سے تم ڈرو۔ اور وہی ہے جس کی طرف تم سب جمع کیے جاؤ گے'' (72)

سوال 1: نماز کی پابندی اور تقویٰ کے حکم کی وضاحت ﴿وَاَنْ اَقِيْمُوا ... تُحْشَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ﴾ ''اور یہ کہ تم نماز قائم کرو اور اللہ تعالیٰ سے تم ڈرو'' ہمیں اقامت صلاۃ اور تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے۔

(2) ﴿وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''اور یہ کہ تم نماز قائم کرو'' ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ نماز کو تمام ارکان، شرائط، سنن اور جو امور نماز کی تکمیل کرتے ہیں ان کے ساتھ قائم کریں۔

(3) (i) نماز کے ذریعے مومن کی نفسیاتی اصلاح ہوتی ہے۔ (ii) وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا سیکھتا ہے۔

(iii) وہ نماز کے ذریعے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ محسوس کرتا ہے۔

(iv) وہ نماز کے ذریعے عملی زندگی کی اصلاح کے لیے قوت حاصل کرتا ہے۔

(4) ﴿وَاتَّقُوْهُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے تم ڈرو'' جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس سے ثواب کی امید رکھ کر بجالانے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے ایک مومن اپنی زندگی اسی کی فرماں برداری میں گزارتا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿وَهُوَ الَّذِیْٓ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ ''اور وہی ہے جس کی طرف تم سب جمع کیے جاؤ گے'' یعنی رب العالمین کے سامنے قیامت کے دن تمہیں جمع کیا جائے گا۔ وہ تمہیں تمہارے اچھے، برے اعمال کی جزا دے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾ ''اور ہم ان سب کو جمع کریں گے، چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔'' (الکہف:47)

سوال 2: حشر کا تصور دے کر انسان کو کس بات پر آمادہ کیا جا رہا ہے؟

جواب: (1) انسان کو حشر کا تصور دے کر آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔

(2) انسانوں کو یاد دہانی کروائی گئی ہے کہ لوٹ کر اس کے پاس جانا ہے تو بہتر ہے کہ اس کے لیے ایسے اعمال ساتھ لے جائیں جس کی وجہ سے کامیابی ممکن ہو۔

(3) انسان کو یقین دلا گیا ہے کہ اس دن کوئی بچ کر نہ جا سکے گا لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جھکا دو۔

سوال 3: ان آیات میں گمراہی سے بچنے کے لئے کیا طریقہ بتایا گیا ہے؟

جواب: (1)﴿لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''ہم جہانوں کے رب کے تابع فرمان بن جائیں'' رب العالمین کے سامنے سر اطاعت جھکا دیں۔

(2)﴿وَاَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''اور یہ کہ تم نماز قائم کرو۔'' (3)﴿وَاتَّقُوْهُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے تم ڈرو۔''

(4)﴿اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ ''جس کی طرف تم سب جمع کیے جاؤ گے'' یہ یاد رکھیں کہ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَیَوْمَ یَقُوْلُ كُنْ فَیَكُوْنُ ۚ

''اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور جس دن وہ کہے گا ''ہو جا'' تو (حشر) ہو جائے گا۔

قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ

اس کی بات سچی ہے اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا بادشاہت اُسی کی ہوگی، وہ غائب اور حاضر کو جاننے والا ہے،

وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ﴾

اور وہی کمال حکمت والا، پوری خبر رکھنے والا ہے'' (73)

سوال 1: آسمان و زمین کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کارفرما ہے، اس کی وضاحت ﴿وَهُوَ الَّذِیْ ... بِالْحَقِّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ﴾ ''اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے'' اور وہ جس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس کے فرماں بردار بن جائیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے آسمان اور زمین پیدا کیے، وہی ان کا خالق، مالک اور ان میں رہنے والوں کا منتظم ہے۔(مختصر ابن کثیر:513/1)

(2) جس نے زمین وآسمان کو بے مقصد نہیں بنایا بلکہ ان دونوں کو اس لیے پیدا کیا کہ ان میں اسے یاد کیا جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے۔(ایسر التفاسیر:401)

(3)﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ''اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچالیں۔'' (آل عمران:191)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا﴾ ''اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور دونوں کے درمیان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا۔'' (ص:27)

(5)﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ﴾ ''اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور جو ان دونوں کے درمیان ہیں ان کو کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا۔'' (الانبیاء:16)

سوال2:﴿وَيَوْمَ ...وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''اور جس دن وہ کہے گا ''ہوجا'' تو (حشر) ہوجائے گا'' اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے۔(ایسر التفاسیر:400)

(2)﴿قَوْلُهُ الْحَقُّ﴾ ''اس کی بات سچی ہے'' اس کا ارشاد حق ہے جس میں کوئی شک نہیں، اس کے کسی قول میں کوئی عبث بات نہیں۔ اس نے فرمایا:﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ ''پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے۔'' (الاعراف:54)

(3)﴿وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ﴾ ''اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا بادشاہت اُسی کی ہوگی'' اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے وہ ہر چیز کا مالک ہے، اس نے خاص طور پر قیامت کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ اس دن ساری ملکیتیں ختم ہوجائیں گی اور ایک اللہ واحد وقہار کی ملکیت باقی رہ جائے گی۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ''جس دن سب لوگ صاف ظاہر ہوں گے، اللہ تعالیٰ سے اُن کی کوئی چیز پوشیدہ نہ ہوگی۔ آج بادشاہت کس کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو اکیلا ہے، بہت دبدبے والا ہے۔'' (المومن:16)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ﴾ ''اور جس دن صور میں پھونک ماردی جائے گی تو سب گھبرا اٹھیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر وہ جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا، اور سب اس کے پاس ذلیل ہو کر چلے آئیں گے۔'' (النمل:87)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آج وہ لوگ کہاں ہیں جن کو دنیا میں اپنی اپنی حکومت اور بادشاہت کا دعویٰ تھا۔'' (مسلم:7051)

(7) صور سے مراد وہ سینگ ہے جس میں اسرافیل علیہ السلام پھونک ماریں گے۔ جس دن صور میں پھونکا جائے گا وہ دن انتہائی افراتفری اور گھبراہٹ کا دن ہوگا، لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کر آواز کی جانب بھاگیں گے۔ اس دن کی تفصیلی کیفیت ہمارے علم میں نہیں آسکتی، اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صور دوبارہ پھونکا جائے گا اور ان دونوں میں چالیس کا فاصلہ ہوگا۔ لوگوں نے پوچھا: چالیس دن کا؟ کہنے لگے: میں نہیں کہہ سکتا۔ پھر لوگوں نے پوچھا: چالیس برس کا؟ کہنے لگے: میں نہیں کہہ سکتا۔ اس کے بعد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا تو لوگ زمین سے اس طرح اگ آئیں گے جیسے سبزہ اگ آتا ہے۔ دیکھو آدمی کے بدن کی ہر چیز گل سڑ جاتی ہے مگر ایک ہڈی (کی نوک) وہ اس مقام کی ہڈی ہے جہاں جانور کی دُم ہوتی ہے۔ قیامت کے دن اسی ہڈی سے مخلوق کو جوڑ جاڑ دیا جائے گا۔ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ النباء)

(9) صور پھونکنے والے دن کا تصور دلا کر انسان کو یہ باور کروایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فیصلے کرے گا لہٰذا ابھی سے اپنا طرز عمل درست کرلیں اس سے پہلے کہ اس جبار اور قہار کے سامنے حاضر ہو کر اطاعت کریں۔

(10)﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ ''وہ غائب اور حاضر کو جاننے والا ہے'' یعنی وہ جانتا ہے جو اس کے غیب کے خزانوں میں پوشیدہ ہے۔ (11) اس کے لیے کائنات کا کھلا ہوا اور چھپا ہوا ایک ہی درجہ رکھتا ہے۔

(12) اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں لہٰذا اس کے سامنے سر جھکا کر اس کی اطاعت کرنی ہے۔

(13)﴿وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾ ''اور وہی کمال حکمت والا، پوری خبر رکھنے والا ہے'' یعنی وہ حکمت تام، نعمت کامل اور احسان عظیم کا مالک ہے۔ اس کا علم اسرار نہاں، باطنی راز اور چھپے ہوئے امور کا احاطہ کیے ہوئے ہے جس کے سوا کوئی معبود اور رب نہیں۔ (تفسیر سعدی:787/1) (14) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے وہ اپنی حکمت کے ساتھ کائنات کو چلا رہا ہے۔

(15) وہ اپنے بندوں کے معاملات حکمت کے ساتھ چلاتا ہے اور آخرت میں حکمت کے ساتھ فیصلے کرے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(16) اللہ تعالیٰ الخبیر ہے، اس کی حکمت اس کی خبر کی بنیاد پر ہے، اسے ہر بات کی خبر ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے حکیم وخبیر ہونے کا یقین دلا کر ایمان والوں کو کس تبدیلی کے لئے آمادہ کیا جارہا ہے؟

جواب: ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کے علیم وخبیر ہونے کا یقین دلا کر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی کے لیے تیار کیا جارہا ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم وحکمت سے استفادہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رحمت میں لوٹ آئیں۔ اس ذہنی انتشار، فکری پراگندگی سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی محبت، حکمت اور دانائی کے جہان میں داخل ہوجائیں جہاں انہیں علم اور بصیرت بھی ملے گی اور صراط مستقیم بھی۔

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ

''اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا: ''کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو؟ بلاشبہ میں تمہیں اور تمہاری قوم کو

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں'' (74)

سوال 1: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کس ماحول میں آنکھ کھولی؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہاں سورج، چاند اور تاروں کی پرستش ہوتی تھی۔

سوال 2: کیا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ تلاش حق کا واقعہ ہے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ تلاش حق کا نہیں مشاہدۂ حق کا واقعہ ہے۔

سوال 3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام شرک سے کیسے محفوظ رہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی خصوصی راہ نمائی اور فطرت کے مشاہدے سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام شرک سے محفوظ رہے۔

سوال 4: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو جو نصیحت کی، اس کی وضاحت ﴿وَاِذْ قَالَ ...مُّبِيْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ﴾ ''اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا: ''کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو؟'' اللہ تبارک و تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے کہ کیسے انہوں نے اپنے والد کو توحید کی دعوت دی اور شرک سے روکا؟

(2) اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی صفت دعوت بیان کی ہے کہ انہوں نے اپنے والد کو بت پرستی سے باز رہنے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نصیحت کی اور کہا:﴿اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً﴾ ''کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو؟'' کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو؟ جو کسی قسم کا اختیار نہیں رکھتے، خود اپنی ذات کے بھی مالک نہیں، اپنی حرکت پر بھی اختیار نہیں رکھتے وہ نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔

(3)﴿اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''بلاشبہ میں تمھیں اور تمھاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں'' یعنی میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے بھی سیدھا راستہ گم کر دیا ہے اور آپ کے پیچھے چلے ہوئے لوگ بھی گمراہ ہیں اور نہیں جانتے کہ کدھر جا رہے ہیں۔ یہ کھلی گمراہی ہے کیونکہ تم ایسی ہستیوں کی عبادت کرتے ہو جو اس کی مستحق نہیں اور اپنے خالق و رازق کی عبادت کو چھوڑ دیتے ہو۔

(4) سورۂ مریم میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت اور والد کے جواب کا تذکرہ زیادہ وضاحت سے ملتا ہے۔﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۥ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿41﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿42﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَاۗءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿43﴾ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۥ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿44﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿45﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿46﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿47﴾ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ڮ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَاۗءِ رَبِّيْ شَقِيًّا﴾ ''اور آپ اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کرو، یقیناً وہ بہت سچے نبی تھے۔ جب اُس نے اپنے باپ سے کہا: ''اے میرے اباجان! آپ اس کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ آپ کے کچھ بھی کام آ سکتا ہے؟ اے میرے اباجان! بلاشبہ میرے پاس یقیناً وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا چنانچہ آپ میرے پیچھے چلیں، میں آپ کو سیدھے راستے پر لے جاؤں گا۔ اے میرے اباجان! آپ شیطان کی عبادت نہ کریں، یقیناً شیطان ہمیشہ سے رحمٰن کا بڑا نافرمان ہے۔ اے میرے اباجان! یقیناً میں ڈرتا ہوں کہ آپ کو رحمٰن کا کوئی عذاب پکڑ لے پھر آپ شیطان کے ساتھی ہو جائیں۔'' باپ نے کہا: ''اے ابراہیم! کیا تم میرے معبودوں سے بے رغبتی کرنے والے ہو؟ یقیناً اگر تم باز نہ آئے تو میں ضرور تمھیں سنگسار کر دوں گا اور تم مجھے چھوڑ دو کہ تم صحیح سالم حال میں ہو۔'' اُس نے کہا: ''آپ پر سلام ہو! میں ضرور ہی اپنے رب سے آپ کے لیے بخشش کی دُعا کروں گا، یقیناً وہ مجھ پر ہمیشہ سے بہت مہربان ہے۔ اور میں تم سے بھی کنارہ کشی کرتا ہوں اور ان سے بھی جنھیں اللہ تعالیٰ کے سوا تم پکارتے ہو۔ اور میں اپنے رب کو پکارتا ہوں، اُمید ہے کہ میں اپنے رب کو پکارنے میں نامراد نہیں ہوں گا۔'' (مریم:41-48)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سیدنا ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے والد آزر سے ملیں گے اور آزر کا منہ سیاہی اور گرد وغبار ہو گا تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام ان سے کہیں گے کہ میں نے دنیا میں آپ سے کہا نہیں تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو۔ اس پر ان کا باپ کہے گا کہ آج میں تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کہیں گے کہ اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے قیامت کے دن ذلیل نہیں کرے گا تو اس سے زیادہ ذلت کیا ہو گی کہ میرا باپ (ذلیل اور) تیری رحمت سے دور پڑا ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے کافروں پر جنت حرام کر دی ہے۔ پھر کہا جائے گا کہ اے ابراہیم! دیکھو تمہارے پاؤں کے نیچے کیا ہے؟ وہ دیکھیں گے کہ ایک بجو ہے جو نجاست سے لتھڑا ہوا ہے، پھر اس کے پاؤں پکڑ کر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا (یعنی ان کے باپ کو بجو بنا دیا جائے گا)۔'' (بخاری: 3350)

سوال 5: سیدنا ابراہیم علیہ السلام حلیم تھے اور بیٹے ہونے کی حیثیت میں باپ سے کہتے ہیں ﴿اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''بلاشبہ میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے طرز عمل کے بارے میں ان کی اولاد کو نصیحت کی گئی کہ ان کی پیروی کریں۔ باپ اور بیٹے کے اس تعلق کی اسلامی نقطۂ نظر سے وضاحت کریں؟

جواب: (1) باپ اور بیٹے کے تعلق کے بارے میں اللہ تعالیٰ وصیت کرتا ہے کہ اولاد ماں باپ کے سامنے اپنے بازو بچھا کر رکھے، ان کا احترام کرے۔ ﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا﴾ ''اور ان کے لیے تواضع کا بازو رحم دلی سے جھکائے رکھو اور کہو کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسے انہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا۔'' (بنی اسرائیل: 24)

(2) اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ والدین کی عزت کی جائے اور ان سے حسن سلوک کیا جائے۔

(3) اللہ تعالیٰ اس مقام پر واضح فرماتا ہے کہ والدین اور اولاد کے رشتے سے زیادہ قیمتی رشتہ رب کا رشتہ ہے۔

(4) جب والدین رب کی مخالفت پر اتر آئیں اور رب کے مقابلے میں دوسروں کو شریک ٹھہرائیں تو والدین اور اولاد کے رشتے کے مقابلے میں رب کا رشتہ اور دین کا تعلق زیادہ قیمتی ہے۔ یہ واقعہ بعد میں آنے والوں کے لئے بطور نمونہ سامنے رکھا جا رہا ہے تاکہ بعد میں آنے والے اپنے رشتوں کو اسی بنیاد پر ترتیب دیں جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دیا تھا۔

﴿وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور ابراہیم کو اسی طرح ہم آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے تھے تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔'' (75)

سوال1: سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر توحید کے دلائل کھول دیے گئے، اس کی وضاحت ﴿وَ كَذٰلِكَ ... مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ كَذٰلِكَ﴾ ''اور اسی طرح'' یعنی جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو توحید اور اس کی دعوت دینے کی توفیق عطا کی۔ (تفسیر سعدی: 788/1)

(2) ﴿نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''ابراہیم کو ہم آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے تھے'' یعنی ہم نے آسمان و زمین کی چیزوں میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے اپنی توحید کے دلائل کھول دیے اور ان پر یہ بات روشن کر دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود و مربی نہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 515/1)

(3) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''کہہ دو کہ دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے؟ اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان کے کام نہیں آتیں جو لوگ ایمان نہیں لاتے۔'' (یونس: 101)

(4) ﴿اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور کیا انہوں نے کبھی نظر نہیں ڈالی آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور ہر اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے؟ اور اس بات پر کہ شاید ان کا مقررہ وقت واقعتا قریب آ چکا ہو پھر اس (قرآن) کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے؟'' (الاعراف: 185)

(5) ﴿وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ﴾ ''تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے'' تاکہ وہ دلائل کے مطابق یقین اور علم کامل حاصل کرے۔

سوال2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کے اور توحید کے دلائل کھول دیئے گئے، وہ کس بنیاد پر اس کے مستحق تھے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی فطرت کی صفائی، کھلی بصیرت، خلوص نیت، حق کے راستے پر چلنے کی طلب اور باطل کے انکار کی وجہ سے اس کے مستحق ٹھہرے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کائنات کے رازوں سے پردہ اٹھا کر دلائل عطا کریں۔

سوال3: انسان کو فطرت کے گہرے طریقہ کار کے مطابق فراست کیسے دی جاتی ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)انسان کے دل کے اندر جب حق کی روشنی آتی ہے تو دل حق کے دلائل کو قبول کرتا ہے۔ یہ دلیل کی روشنی انسان کو راہ ہدایت دکھاتی ہے۔

(2)انسان جب باطل کا ہر طریقے سے انکار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسے انسان کو آگے بڑھایا جاتا ہے تاکہ وہ معرفت حق کے مقام تک پہنچ جائے اور اسے یقین کامل حاصل ہو جائے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ انسانی فطرت کی راہ نمائی کیسے کرتے ہیں؟

جواب: جو انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش کرتا ہے ایسے انسان کی اللہ تعالیٰ راہ نمائی کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ ''اور جنہوں نے ہماری خاطر پوری کوشش کی، انہیں ہم ضرور اپنے راستے دکھائیں گے۔'' (العنکبوت:69)

﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ

''چنانچہ جب اس پر رات چھا گئی تو اس نے ایک تارا دیکھا، اس نے کہا: ''یہ میرا رب ہے'' پھر جب وہ ڈوب گیا تو اس نے کہا:

لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ﴾

''میں ڈوب جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا'' (76)

سوال 1: ڈوبنے والا معبود نہیں ہو سکتا، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ... اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ﴾ ''چنانچہ جب اس پر رات چھا گئی'' جب رات تاریک ہو گئی۔

(2)﴿رَاٰ كَوْكَبًا﴾ ''تو اس نے ایک تارا دیکھا'' تارے تو سبھی دیکھتے ہیں یہاں ایک تو تارے کی تحقیق ہے جو کہ دلالت کرتی ہے کہ اس کی روشنی دوسروں سے زیادہ تھی اور دوسرے تاروں پر غور وفکر کر کے اصل حقیقت تک پہنچنا ہے جس سے عام لوگ محروم رہتے ہیں لیکن ان کے لیے بھی دعوت غور وفکر ہے کہ ﴿هٰذَا رَبِّيْ﴾ ''یہ میرا رب ہے'' یعنی انہوں نے دلیل کی خاطر مد مقابل کے مقام پر اترتے ہوئے کہا کہ ''یہ میرا رب ہے'' آؤ ہم دیکھیں کہ کیا ربوبیت کا مستحق ہے؟ کیا ہمارے سامنے ایسی دلیل قائم ہوتی ہے جو اس کے رب ہونے کو ثابت کرتی ہو؟ کیونکہ کسی عقل مند کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ بغیر کسی حجت و برہان کے اپنی خواہشات نفس کو اپنا معبود بنا لے۔ (تفسیر سعدی:789,788/1)

(3)﴿فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ﴾ ''پھر جب وہ ڈوب گیا تو اس نے کہا: ''میں ڈوب جانے والوں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محبت نہیں رکھتا''یعنی جو ظاہر ہونے کے بعد غائب ہو کر عبادت کرنے والے سے اوجھل ہو جائے کیونکہ معبود کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس شخص کے مصالح کا انتظام اور اس کے تمام معاملات کی تدبیر کرے جو اس کی عبادت کرتا ہے۔ رہی وہ ہستی جو اکثر اوقات غیر موجود اور غائب ہوتی ہے تو عبادت کی کیوں کر مستحق ہو سکتی ہے؟ کیا ایسی ہستی کو معبود بنانا سب سے بڑی بیوقوفی اور سب سے بڑا باطل نہیں؟ (تفسیر سعدی: 789/1)

سوال 2: تارے کے ڈوبنے پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا کہنا کہ میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا کیا ظاہر کرتا ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تارے کے مشاہدے کے بعد نتیجہ نکالا کہ تارہ ڈوب جائے، نظروں سے اوجھل ہو جائے، ساری مخلوقات سے دور ہو جائے تو نگہبانی کیسے کر سکتا ہے؟ رب تو سارے جہان کی نگہبانی کرتا ہے اور جو غائب ہو جائے وہ نگرانی نہیں کر سکتا لہٰذا تارہ رب نہیں ہو سکتا کیونکہ رب غائب نہیں ہو سکتا۔

(2) یہ کہنا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے فطری استدلال کو ظاہر کرتا ہے جس کو انسانی فکر قبول کر لیتی ہے۔

سوال 3: اللہ کے بارے میں فطرت کا تقاضا کیا ہے؟

جواب: اللہ ہر وقت حاضر اور موجود ہو، وہ سب کچھ سنتا ہو، سب کچھ دیکھتا ہو، سب کی خبر رکھتا ہو، سب کچھ جانتا ہو اور سب کی مدد کرنے پر قدرت رکھتا ہو۔

﴿فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ

''چنانچہ جب اس نے جگمگاتا ہوا چاند دیکھا تو کہا: ''یہ میرا رب ہے۔'' پھر جب وہ ڈوب گیا تو اس نے کہا: ''اگر یقیناً میرے رب

لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ﴾

نے میری راہ نمائی نہ کی تو میں ضرور گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا'' (77)

سوال 1: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے چاند کو دیکھ کر کیا کہا، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ... مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ﴾ ''چنانچہ جب اس نے جگمگاتا ہوا چاند دیکھا تو کہا: ''یہ میرا رب ہے'' چاند ستاروں سے زیادہ روشن ہوتا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب چاند کو طلوع ہوتے دیکھا اور ستاروں سے زیادہ روشن دیکھا تو کہا ﴿هٰذَا رَبِّيْ﴾ یہ میرا رب ہے۔ یہ بات انہیں دلیل دینے کے لیے مخالفین کے مقام پر رہتے ہوئے کہی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنۡ لَّمۡ يَهۡدِنِىۡ رَبِّىۡ لَاَ كُوۡنَنَّ مِنَ الۡقَوۡمِ الضَّآ لِّيۡنَ﴾ ”پھر جب وہ ڈوب گیا تو اس نے کہا: اگر یقیناً میرے رب نے میری راہ نمائی نہ کی تو میں ضرور گمراہ لوگوں میں سے ہوجاؤں گا“ جب چاند ڈوب گیا تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کے بغیر میں گمراہ لوگوں میں سے ہوجاؤں گا۔

(3) سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہ جانتے تھے اور انہیں یہ علم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کے بغیر کوئی راہ نمائی کرنے والا نہیں۔ وہ رب کی راہ نمائی کی ضرورت کو بیان کر رہے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کے بغیر نہ کوئی سیدھا راستہ جان سکتا ہے نہ اس کی اطاعت کر سکتا ہے۔ اگر وہ اپنی اطاعت کے لیے بھی مدد نہ کرے تو کوئی اطاعت نہیں کر سکتا۔

﴿فَلَمَّا رَاَ الشَّمۡسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّىۡ هٰذَاۤ اَكۡبَرُ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَتۡ قَالَ

”پھر جب اس نے سورج چمکتا ہوا دیکھا تو کہا: ”یہ میرا رب ہے، یہ سب سے بڑا ہے“ پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو اس نے کہا:

يٰقَوۡمِ اِنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِكُوۡنَ﴾

”اے میری قوم! بلاشبہ میں ان سے بے تعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو“ (78)

سوال 1: سورج کو دیکھ کر ابراہیم علیہ السلام نے کیا کہا، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ... تُشۡرِكُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَلَمَّا رَاَ الشَّمۡسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّىۡ هٰذَاۤ اَكۡبَرُ﴾ ”پھر جب اس نے سورج چمکتا ہوا دیکھا تو کہا: ”یہ میرا رب ہے، یہ سب سے بڑا ہے“ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ یہ سب سے بڑا ہے۔ سورج ستاروں سے بھی بڑا ہے اور چاند سے بھی بڑا ہے اس لیے یہ میرا رب ہے۔

(2)﴿فَلَمَّاۤ اَفَلَتۡ قَالَ يٰقَوۡمِ اِنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِكُوۡنَ﴾ ”پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو اس نے کہا: ”اے میری قوم! بلاشبہ میں ان سے بے تعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو“ جب سورج ڈوب گیا تو ہدایت واضح ہوگئی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میری قوم میں شرک سے بے زار ہوں اور ان سے بے تعلق ہوں جن کو تم شریک بناتے ہو۔

(3) اس طرح شرک کے باطل ہونے پر سچی اور واضح دلیل قائم ہوگئی۔

﴿اِنِّىۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِىَ لِلَّذِىۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِيۡفًا وَّمَاۤ

”یقیناً میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، یکسو ہو کر،

اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ﴾

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں'' (79)

سوال 1: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اس قول ﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ ... مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ ''یقیناً میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اب میں نے اپنی نیت، اپنی ہر عبادت اور عمل صالح کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر دیا ہے اور اپنے قلب و روح کی گہرائیوں میں اسی کی محبت کو بسالیا ہے۔ (تیسیر الرحمن: 412/1)

(2) میں نے اپنا دل اپنے رب کو پیش کر دیا ہے اور اس کے ماسوا سے اعراض کر لیا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 402)

(3) میں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

(4) میں نے اپنے دل کا رخ اور اپنی روح کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں لگا دیا ہے بلکہ میں نے اسے فرماں بردار بنا لیا ہے۔ (تفسیر قاسمی: 59/6)

(5) میں نے اپنا رخ اس اللہ تعالیٰ کی طرف کر لیا ہے جس نے یہ سارے سورج، چاند، تارے، آسمان اور زمین پیدا کیے، اسی کو عبادت کے لائق جانتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کرتا۔

(6) ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَنْ یُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ ''اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور وہ ہو بھی نیک تو یقیناً وہ ایک مضبوط سہارا تھام چکا اور سارے کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے۔'' (لقمان: 22)

(7) ﴿حَنِیْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ﴾ ''یکسو ہو کر، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں'' ﴿حنیفا﴾ گمراہی سے ہدایت کی طرف مائل ہونے والا۔ (ایسر التفاسیر) (8) گمراہی اور شرک سے دین قیم کی طرف مائل ہونے والا۔ (تفسیر منیر: 274/4) (9) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا﴾ ''اور دین میں اُس سے اچھا کون ہے؟ جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو اور اس نے ابراہیم کی ملت کی پیروی کی، جو ایک (اللہ کی) طرف ہو جانے والا تھا اور ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے خاص دوست بنا لیا تھا۔'' (النساء: 125)

(10) نبی ﷺ جب نماز کا آغاز کرتے تو تکبیر تحریمہ کے بعد یہ الفاظ کہتے ﴿وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ﴾ یعنی "میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان وزمین بنایا، یک سو ہو کر اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ یقیناً میری نماز اور میری ہر (بدنی و مالی) عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو کائنات کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم ملا ہے اور مسلمانوں میں سے ہوں۔ یا اللہ! تو بادشاہ ہے کوئی معبود نہیں مگر تو، تو میرا پالنے والا ہے اور میں تیرا غلام ہوں۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اپنے گناہوں کا اقرار کیا، سو میرے سب گناہوں کو بخش دے اس لیے کہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا اور مجھے اچھی عادتیں سکھا دے کہ نہیں سکھا تا ان کو مگر تو اور دور رکھ مجھ سے بری عادتیں نہیں دور رکھ سکتا ان کو مگر تو، میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور تیرا فرمانبردار ہوں اور ساری خوبی تیرے ہاتھوں میں ہے اور شر سے تیری طرف نزدیکی حاصل نہیں ہو سکتی میری توفیق تیری طرف سے ہے اور میری التجا تیری طرف ہے تو بڑی برکت والا ہے اور بلند ذات والا ہے۔ میں تجھ سے مغفرت مانگتا ہوں اور تیری طرف جھکتا ہوں۔" (مسلم:1812)

(11) یہ مقام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے اپنی قوم کے ساتھ مناظرے کا مقام تھا اور مقصد ان اجرام فلکی وغیرہ کی الوہیت کا بطلان تھا۔ رہا ان لوگوں کا موقف کہ یہ جناب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ایام طفولیت میں غور وفکر کا مقام تھا تو اس کی کوئی دلیل نہیں۔ (تفسیر سعدی:789/1)

﴿وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ

"اور اس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا، اس نے کہا: "کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ اس نے مجھے

مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ

ہدایت دی ہے اور میں ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے ہو مگر یہ کہ میرا رب ہی کچھ چاہے،

اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ﴾

میرے رب نے ہر چیز کا علم سے احاطہ کر رکھا ہے تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے؟" (80)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال1: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے اُن سے جھگڑا شروع کیا تو انہوں نے کیا جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿وَحَآجَّهٗ ...تَذَكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ﴾ ''اور اس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا'' حجت واضح اور قوی دلیل کو کہتے ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ان کی قوم نے توحید کے بارے میں جھگڑا کیا تو آپ علیہ السلام نے انہیں جواب دیتے ہوئے کہا:

(2) ﴿قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ﴾ ''اس نے کہا: کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ اس نے مجھے ہدایت دی ہے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا تمہارا مجھ سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور عبادت کے بارے میں جھگڑا کیسے درست ہو سکتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی اور اپنی توحید کی معرفت دی ہے اور میں اس کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں۔ (ایسر التفاسیر:403)

(3) انہوں نے جواب دیا کہ تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہو جب کہ مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے ہدایت دے چکا ہے۔

(4) ﴿وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ﴾ ''اور میں اُن سے نہیں ڈرتا جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے ہو'' میں ان جھوٹے خداؤں سے نہیں ڈرتا کیونکہ نہ وہ مجھے نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

(5) ﴿اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْــــًٔا﴾ ''مگر یہ کہ میرا رب ہی کچھ چاہے'' اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو نقصان پہنچے گا، وہ نفع پہنچانا چاہے تو نفع پہنچے گا۔

(6) ﴿وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''میرے رب نے ہر چیز کا علم سے احاطہ کر رکھا ہے تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے؟'' میرے رب کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں پھر تم میری نصیحت کیوں نہیں مانتے؟

(7) یعنی جو بات میں نے تمہیں سمجھا دی ہے اسے مان لو کہ یہ معبود جھوٹے ہیں، ان کے پاس کوئی اختیار نہیں لہٰذا ان کی عبادت چھوڑ دو۔ (8) اللہ تعالیٰ اکیلا ہی عبودیت کا مستحق ہے۔

﴿وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ

''اور میں ان سے کیسے ڈر جاؤں جن کو تم نے شریک بنایا ہے؟ جب کہ تم ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے نہیں ڈرتے جس کی اُس

بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۭ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے کوئی دلیل بھی تم پر نازل نہیں کی؟ چنانچہ فریقین میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے؟ اگر تم جانتے ہو' (81)

سوال 1: بے جان بتوں سے ڈرنا نادانی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَكَيْفَ... تَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ﴾ ''اور میں ان سے کیسے ڈر جاؤں جن کو تم نے شریک بنایا ہے؟'' یعنی میں باطل اور عاجز معبودوں سے کیسے ڈر جاؤں جو نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔

(2) ﴿وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا﴾ ''جب کہ تم ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے نہیں ڈرتے جس کی اُس نے کوئی دلیل بھی تم پر نازل نہیں کی'' میں کیوں ان بتوں سے مرعوب ہوں جو محض بے جان ہیں جب کہ تم بھی حی وقیوم سے نہیں ڈرتے اور اس کے ساتھ شرک کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم پر شرک کی کوئی سند نہیں اتاری۔ (مختصر ابن کثیر: 516/1)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ﴾ ''کیا اُن کے کچھ شریک ہیں جنھوں نے دین کا وہ طریقہ اُن کے لیے مقرر کیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی؟'' (الشوریٰ: 21)

(4) ﴿اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ﴾ ''یہ (بت) کچھ نہیں سوائے چند ناموں کے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔'' (النجم: 23)

(5) ﴿فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''چنانچہ فریقین میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے؟ اگر تم جانتے ہو'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا معبود اللہ تعالیٰ ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اور تمہارے معبود ان مٹی کے ڈھیر ہیں۔ سوچو تو سہی کہ امن وسکون کے حق دار تم مشرکین ہو یا ہم اہل ایمان؟ (تیسیر الرحمن: 413/1)

(6) محفوظ حیثیت ہمیشہ اس کی ہوتی ہے جو دلیل پر کھڑا ہو۔ دنیا میں جھوٹی خدائیوں پر یقین رکھنے والے اس دھوکے میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ہم زیادہ محفوظ ہیں مگر دنیا کے رسم ورواج سے سمجھوتہ کر کے کوئی دنیا میں محفوظ ہونے کی کوشش کر بھی لے تو آخرت میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے کیوں نہیں ڈرتے تھے؟

جواب: (1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی ذات کی پہچان کی وجہ سے کامل یقین تھا۔

(2) انہوں نے اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا تھا۔ (3) وہ اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلتے تھے۔

(4) وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسروں کو ضعیف اور ناتواں سمجھتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی خدائی اور دوسری خدائیوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی خدائی اپنے آپ پر قائم ہے اور دوسری تمام خدائیاں ماننے والوں کی بدولت ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ کی خدائی کو کوئی تسلیم نہ کرے تب بھی اس کی خدائی قائم ہے لیکن اگر جھوٹی خدائیاں ماننے والے نہ مانیں تو وہ بے وجود ہو کر رہ جائیں۔

(3) اللہ تعالیٰ کی خدائی سچے عقائد کی بنیاد پر قائم ہے۔ جھوٹی خدائیاں توہمات کی بنیاد پر کھڑی ہوتی ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ کی خدائی حق ہے اور دوسری خدائیاں ناحق ہیں۔

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک سے آلودہ نہیں کیا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے

وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾

اور وہی ہدایت پانے والے ہیں'' (82)

ع 9 12 15

سوال 1: امن اور ہدایت کس کے لئے ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَّذِيْنَ ... مُّهْتَدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ ''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک سے آلودہ نہیں کیا'' یعنی جنہوں نے اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ آلودہ نہیں کیا، جنہوں نے خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جو ایک ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا قیامت کے دن ان ہی کو امن نصیب ہوگا اور وہی ہدایت پائیں گے۔

(2) سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ ''وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو نہیں ملایا'' تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر شاق گزری تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ (اے اللہ کے رسول ﷺ) ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہ کیا ہو؟ (یعنی اس سے گناہ نہ ہوا ہو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا مطلب یہ نہیں جو تم خیال کر رہے ہو۔ اس آیت میں ظلم کا مطلب وہ ہے جو لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔'' (صحیح مسلم 327، صحیح بخاری: 4629)

(3) ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے'' ان کے لیے دنیا اور آخرت میں امن ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

عذاب اور شقاوت وغیرہ میں سے کسی قسم کا خوف نہ ہوگا۔

(4)﴿وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ ''اور وہی ہدایت پانے والے ہیں'' اور سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی سے نوازے جائیں گے۔

(5) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کیا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' (صحیح بخاری:129)

سوال 2: ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب: (1) جھوٹے معبودوں سے مرعوب ہو کر ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ کیا جاتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسروں سے مصالحت کر کے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ کیا جاتا ہے۔

(3) ایمان کے مخالف رویوں کو اپنا کر انسان اپنے ایمان میں ایسا نقصان شامل کر لیتا ہے جو ایمان کو اللہ تعالیٰ کی نظر میں مشتبہ بنا دیتا ہے۔

﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَيْنٰهَاۤ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ

''اور یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلے میں دی تھی، ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں،

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ﴾

بے شک آپ کا رب کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (83)

سوال 1: ﴿وَتِلْكَ ... عَلٰى قَوْمِهٖ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَيْنٰهَاۤ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ﴾ ''اور یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلے میں دی تھی'' یعنی ان دلائل و براہین کی مدد سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ان کو نیچا دکھایا اور ان پر غالب آئے۔ (تفسیر سعدی:1/790)

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم کے مقابلے میں کون سی حجت عطا کی گئی تھی؟

جواب: (1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے شرک کے بودے پن کو اپنی قوم کے سامنے واضح کیا۔

(2) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ان کے الٰہوں کے بارے میں غلط تصورات کو واضح کیا اور انہیں ان کا وہم قرار دیا۔

(3) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی حقیقت قوم کے سامنے رکھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

14

سوال3: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے درجات بلند کیے، اس کی وضاحت ﴿نَرْفَعُ ... عَلِیْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ﴾ ''ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں'' دنیا میں درجات کی بلندی علم اور حکمت کی وجہ سے نصیب ہوتی ہے اور وہ درجہ ایمان، درجہ علم، درجہ حکمت اور توفیق اور درجہ نبوت ہے۔ یہ حصہ کسی اور کو نہیں دیا جاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾ ''یہ سب رسول ہیں ان کے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے کچھ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور بعض کو اس نے درجات میں بلند کیا۔'' (البقرہ:253)

(2) آخرت میں جنت اور ثواب سے درجات بلند کیے جاتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے درجات بلند کیے اس حجت کی وجہ سے جو انہیں عطا فرمائی۔ (تفسیر منیر:28/4)

(4) اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے درجات دنیا میں بھی بلند کیے اور آخرت میں بھی۔

(5) اللہ تعالیٰ علم کی بنیاد پر دوسروں پر صاحب علم کو فوقیت عطا فرماتے ہیں اور خاص طور پر جو باعمل ہو اور معلم بھی۔

(6) اللہ تعالیٰ باعمل معلم کو لوگوں کا امام بنا دیتے ہیں پھر اس کے اعمال کو دیکھا جاتا ہے اور اس سے علم کی روشنی حاصل کی جاتی ہے اور اس کی پیروی کی جاتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا اور جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ ان سے پوری طرح باخبر ہے۔'' (المجادلہ:11)

(7) ﴿اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ﴾ ''بے شک آپ کا رب کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس لیے وہ علم اور حکمت کو ان کے شایان شان مقام پر رکھتا ہے۔ (تفسیر سعدی:791/1)

(8) ﴿عَلِيْمٌ﴾ ''سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ علیم ہے وہ اس مقام کو اور جو کچھ اس کے لیے مناسب ہے خوب جانتا ہے۔ (تفسیر سعدی:791/1)

﴿وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ

''اور ہم نے اسے اسحق اور یعقوب عطا فرمائے، ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی اور اس سے پہلے ہم نے نوح کو بھی ہدایت دی تھی اور اس کی

دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نسل میں سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ کو اور ہارون کو بھی اور ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں'' (84)

سوال 1: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا نوح علیہ السلام کی خصوصیات کی وضاحت ﴿وَوَهَبْنَا ... نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ﴾ ''اور ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسے بیٹے پوتے دیے جو نبی اور ہدایت یافتہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت اور ہدایت کے انعام کو یاد دلایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو سیدنا اسحٰق علیہ السلام اور سیدنا یعقوب علیہ السلام عطا فرمائے جو کہ سیدنا اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے تھے، ان کو اسرائیل کہا جاتا ہے۔

(3) ﴿كُلًّا هَدَيْنَا﴾ ''ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی'' ہر ایک کو ہم نے علم نافع اور عمل صالح کا راستہ دکھایا اور اس پر چلایا۔

(4) ﴿وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ﴾ ''اور اس سے پہلے ہم نے نوح کو بھی ہدایت دی تھی'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو جو ہدایت دی وہ ہدایت کی اعلیٰ ترین قسم تھی جو دنیا میں چند افراد کو حاصل ہوئی۔

(5) ﴿وَمِن ذُرِّيَّتِهِ﴾ ''اور ان کی نسل میں سے'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام کی نسل میں سے۔

(6) ﴿دَاوُۥدَ وَسُلَيْمَٰنَ﴾ ''داؤد کو اور سلیمان کو'' یعنی دو باپ بیٹے، سیدنا سلیمان علیہ السلام سیدنا داؤد علیہ السلام کے فرزند تھے۔

(7) ﴿وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ﴾ ''اور ایوب کو اور یوسف کو'' سیدنا ایوب علیہ السلام جن کی زندگی صبر کی بہت بڑی مثال ہے اور سیدنا یوسف علیہ السلام جو سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔

(8) ﴿وَمُوسَىٰ وَهَٰرُونَ﴾ ''اور موسیٰ کو اور ہارون کو بھی'' یعنی عمران کے بیٹے۔

(9) ﴿وَكَذَٰلِكَ﴾ ''اور اسی طرح'' یعنی جس طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو صالح بنایا کیونکہ انہوں نے بہترین طریقے سے اپنے رب کی عبادت کی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو نفع پہنچایا۔

(10) ﴿نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾ ''ہم نیک لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں'' ہم نیک لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق سچی مدح وثنا اور صالح اولاد عطا کرتے ہیں۔ (11) اللہ تعالیٰ محسنین کو اپنے راستے پر چلنے کی ہدایت دیتے ہیں۔

﴿وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّٰلِحِينَ﴾

''اور زکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو بھی، سب کے سب صالحین تھے'' (85)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: ﴿وَزَكَرِيَّا ... مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى﴾ ''اور زکریا کو اور یحییٰ کو'' دو باپ بیٹے جو اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ سیدنا یحییٰ علیہ السلام سیدنا زکریا علیہ السلام کے بیٹے تھے۔

(2) ﴿وَعِيْسٰى﴾ ''اور عیسیٰ کو'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جو سیدہ مریم علیہا السلام بنت عمران کے بیٹے تھے۔

(3) ﴿وَاِلْيَاسَ﴾ ''اور الیاس کو بھی'' اور سیدنا الیاس علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔

(4) ﴿كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''سب کے سب صالحین تھے'' سب نیک تھے یعنی اپنے اخلاق و اعمال اور علوم میں صالح لوگ تھے بلکہ صلحا کے سردار، قائد اور ان کے امام تھے۔ (تفسیر سعدی: 793/1)

﴿وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور اسماعیل کو اور یسع کو اور یونس کو اور لوط کو بھی اور ہر ایک کو ہم نے تمام دنیا پر فضیلت عطا کی'' (86)

سوال 1: ﴿وَاِسْمٰعِيْلَ ... عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِسْمٰعِيْلَ﴾ ''اور اسماعیل کو'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے، عربوں کے باپ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد تھے۔

(2) ﴿وَالْيَسَعَ﴾ ''اور یسع کو'' اللہ تعالیٰ کے پیغمبر یسع علیہ السلام۔

(3) ﴿وَيُوْنُسَ﴾ ''اور یونس کو'' اللہ تعالیٰ کے پیغمبر یونس بن متی علیہ السلام۔

(4) ﴿وَلُوْطًا﴾ ''اور لوط بھی'' جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران کے بیٹے تھے۔

(5) ﴿وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور ہر ایک کو ہم نے تمام دنیا پر فضیلت عطا کی'' یعنی سارے انبیاء کو ہم نے جہانوں پر فضیلت دی۔ فضیلت کے چار درجات ہیں جن کا ذکر النساء کی آیت 69 میں کیا گیا۔ ان میں سے انبیاء کا پہلا درجہ ہے اور تمام انبیاء و مرسلین میں سے وہ افضل ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا۔

﴿وَمِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ

''اور ان کے بعض آبا و اجداد کو اور ان کی بعض اولادوں کو اور ان کے بعض بھائیوں کو بھی اور اُنہیں ہم نے چن لیا

اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

اور ہم نے انہیں سیدھا راستہ دکھلایا'' (87)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: ﴿وَمِنْ آبَائِهِمْ ... صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ آبَائِهِمْ﴾ ''اوران کے بعض آباواجداد کو''یعنی ان تمام انبیاء کے آباواجداد میں سے۔

(2) ﴿وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ﴾ ''اوران کی اولاد اوران کے بھائیوں میں سے''یعنی ہم نے انبیاء کی اولاد اوران کے بھائیوں کو بھی ہدایت عطا فرمائی۔

(3) ﴿وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ ''اورانہیں ہم نے چن لیا اور ہم نے انہیں سیدھا راستہ دکھلایا''یعنی انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے چنا اورانہیں ہدایت اور سیدھے راستے کی توفیق عطا فرمائی۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ مِن ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِن ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۚ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا﴾ ''یہی لوگ ہیں جو ان پیغمبروں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد میں سے انعام فرمایا، اوران میں سے جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا، اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے، اوران میں سے جنہیں ہم نے ہدایت بخشی اور ہم نے منتخب کیا۔ جب انہیں رحمان کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے تھے۔'' (مریم:58)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ہدایت کون حاصل کرتا ہے؟

جواب: (1) جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اپنا حقیقی راہ نما مانتے ہیں۔

(2) جو اللہ تعالیٰ کے کام کے ساتھ اپنے آپ کو اس طرح شامل کر دیتے ہیں کہ ان پر اس راستے کے راز عیاں ہو جاتے ہیں ان ہی کو اس کتاب سے ہدایت ملتی ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ لوگوں کو کس کام کے لیے چن لیتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ لوگوں کو اپنی پیغام رسانی کے لیے چن لیتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ ہدایت کے لئے اور اپنا پیغام پہنچانے کے لئے انتخاب کس بنیاد پر کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نیک عملی یعنی احسان کی بنیاد پر انتخاب کرتے ہیں۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کا کام کون لوگ کرتے ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: اللہ تعالیٰ کے لئے دعوت حق کا کام صرف وہ لوگ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی خاطر یکسو اور بے غرض ہو چکے ہوں، جو کسی کو دعوت دے کر کسی قسم کی مادی توقعات نہ رکھیں۔

﴿ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ

''یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، وہ اس کے ساتھ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے راہ نمائی فرماتا ہے، اور اگر وہ شرک کرتے

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

تو یقیناً اُن سے ضائع ہو جاتا جو وہ عمل کرتے تھے'' (88)

سوال 1: ﴿ذٰلِكَ... عِبَادِهٖ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے سوا کوئی ہدایت نہیں، وہی نفع مند علم اور عمل صالح کی توفیق دینے والا ہے۔

(2) انسانوں کی ہدایت کے لئے سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی وہ تعلیمات ہیں جو اس نے اپنے رسولوں کے ذریعے دی ہیں۔ یہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب میں محفوظ صورت میں موجود ہے۔

(3) ﴿يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ ''وہ اس کے ساتھ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے راہ نمائی فرماتا ہے'' اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے اس لیے بندوں پر لازم ہے کہ وہ اس سے ہدایت مانگیں کیونکہ اگر وہ ہدایت نہ دے تو کوئی اور ہدایت دینے والا نہیں۔

(4) ﴿وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾ ''اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے، تو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کرتا ہے تو آپ اللہ تعالیٰ کے سوا اُن کا کوئی سرپرست ہرگز نہیں پائیں گے۔'' (الاسراء: 97)

(5) اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا: ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔'' (القصص: 56)

(6) اللہ تعالیٰ جس کی طرف اپنے محبوب بندوں کو ہدایت دیتا ہے وہ ایمان اور استقامت ہے۔ (ایسر التفاسیر: 405)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: شرک سے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْ ... يَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اگر وہ شرک کرتے تو یقیناً ان سے ضائع ہوجاتا جو وہ عمل کرتے تھے'' اگر اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے بھی عقیدے اور عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کریں تو ان کے اعمال ضائع ہوجائیں گے اور وہ اس جانور کی طرح ہلاک ہوجائیں گے جو زہریلی گھاس کھا کر پھول جاتا ہے۔ (2) گویا شرک ایسی نحوست ہے جو بڑے بڑوں کے عمل پر پانی پھیر دیتا ہے۔

(3) شرک تمام اعمال کو برباد کر دیتا ہے اور جہنم میں ہمیشہ رہنے کا موجب بنتا ہے۔

(4) اگر اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے لوگ بھی شرک کرتے تو اعمال برباد کروالیتے حالانکہ وہ اس سے پاک ہیں دیگر لوگ تو اس جزا کے زیادہ مستحق ہیں۔ (تفسیر سعدی: 793/1)

(5) ﴿وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ کی طرف اور آپ سے پہلے لوگوں کی طرف وحی کی گئی کہ اگر آپ نے شرک کیا تو یقیناً ضرور آپ کا عمل ضائع ہوجائے گا اور آپ ضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔'' (الزمر: 65)

(6) انبیاء کرام اگر وہ ان عظمتوں کے باوجود شرک کا ارتکاب کر بیٹھتے، تو ان کے سارے اعمال صالحہ ضائع ہوجاتے، تو اگر دوسرے لوگ شرک کا ارتکاب کریں گے تو ان کا کیا حال ہوگا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں شرک کی ہیبت ناکی اور اس کی خطرناکی کو بیان کیا گیا ہے۔ (تیسیر الرحمن: 416/1)

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ

''یہی لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب، حکمت اور نبوت عطا کی پھر اگر یہ لوگ نبوت کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے اس کے لیے ایسے لوگ

فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ﴾

مقرر کر دیے ہیں جو اس کا کسی صورت انکار کرنے والے نہیں ہیں'' (89)

سوال 1: کتاب و نبوت اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں، اس کی وضاحت ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ ... بِكٰفِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب، حکمت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور نبوت عطا کی'' یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے انبیاء پر کتاب، نبوت اور حکمت کے انعامات فرمائے۔

(2) یعنی اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو کتابیں بھی دیں، حکمت سے نوازا اور نبوت عطا فرمائی۔

(3)﴿وَالْحُكْمَ﴾ یہاں اس سے مراد حکمت بھی ہے اور حکومت بھی۔

(4) سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حکم سے مراد عقل ہے۔ (ابن ابی حاتم: 1338/4)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حکم سے مراد علم ہے۔ (ابن ابی حاتم)

(6) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حکم سے مراد قرآن ہے۔ (ابن ابی حاتم)

(7) اللہ تعالیٰ نے کچھ نبیوں کو حکومت دی مثلاً سیدنا داوَد علیہ السلام، سیدنا سلیمان علیہ السلام وغیرہ اور حکمت تو اللہ تعالیٰ نے سبھی انبیاء کو عطا کی۔

(8)﴿فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَاۗءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ﴾ ''پھر اگر یہ لوگ نبوت کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے اس کے لیے ایسے لوگ مقرر کر دیے ہیں جو اس کا کسی صورت انکار کرنے والے نہیں ہیں'' اگر دنیا والے نبوت کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے یہ اپنی نعمتیں ایسی قوم کو سونپ دیں جو انکار کرنے والی نہیں یعنی مہاجرین اور انصار کو اور قیامت تک ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کو جن کا محکم اور متشابہ پر ایمان ہے اور ہر ایک آیت پر ایمان ہے اور ہم نے انہیں اپنے احسان اور کرم سے نعمتیں دی ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 519/1)

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۭ قُلْ لَّآ اَسْـَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ

''یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی سو آپ بھی ان کی ہدایت کی پیروی کریں۔ آپ کہہ دیں میں اس پر تم

10 ع 8 16

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ﴾

سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، یہ تو تمام جہانوں کے لیے ایک نصیحت ہے'' (90)

سوال 1: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیائے کرام کی پیروی کا جو حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ... لِلْعٰلَمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی سو آپ بھی ان کی ہدایت کی پیروی کریں'' یعنی اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم! ان انبیائے اخیار کی پیروی اور ان کی ملت کی اتباع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیجیے اور واقعی رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے پہلے انبیا و مرسلین کی پیروی کی اور ان کے ہر کمال کو اپنے اندر جمع کر لیا۔ آپ ﷺ کے اندر ایسے فضائل اور خصائص جمع تھے جس کی بنا پر آپ ﷺ کو تمام جہانوں پر فوقیت حاصل ہوئی۔ آپ ﷺ تمام انبیا و مرسلین کے سردار اور متقین کے امام تھے۔ صلوت الله و سلامه علیه و علیهم اجمعین۔ (تفسیر سعدی: 794/1)

(2) نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ آپ ﷺ انہی مذکورہ بالا انبیاء کی اقتدا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان باللہ، توحید خالص، اخلاق حمیدہ اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے اعمال کی توفیق دی تھی۔ (تیسیر الرحمن: 417/1)

(3) مجاہد نے خبر دی کہ انہوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا سورہ "ص" میں سجدہ ہے؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتلایا، ہاں پھر آپ نے آیت ﴿وَوَهَبْنَا﴾ سے ﴿فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ تک پڑھی اور کہا کہ سیدنا داؤد علیہ السلام بھی ان انبیاء میں شامل ہیں (جن کا ذکر آیت میں ہوا ہے) مجاہد نے بیان کیا کہ میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا، تو انہوں نے کہا تمہارے نبی بھی ان میں سے ہیں جنہیں اگلے انبیاء کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری: 4632)

(4) ﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا﴾ "آپ کہہ دیں میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں طلب کرتا" اے رسول کریم ﷺ! ان سے کہہ دیں جن کی طرف آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا ہے میں آپ لوگوں سے دین اسلام کی دعوت دینے پر اجرت طلب نہیں کرتا، میرا اجر تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔

(5) ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ﴾ "یہ تو تمام جہانوں کے لیے ایک نصیحت ہے" قرآن مجید تو سارے جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔ (6) قرآن مجید میں رب عظیم کے اسما و صفات ہیں۔

(7) جو اس نصیحت سے فائدہ اٹھانا چاہے وہ مفید چیزوں پر عمل کرتے ہیں اور جن چیزوں سے یہ کتاب روکتی ہے، جو ضرر رساں ہیں ان سے رکتے ہیں۔ (8) قرآن مجید اخلاق حسنہ کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔

(9) یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے لہٰذا بندوں پر واجب ہے کہ وہ اس نعمت کو قبول کریں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ

"اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی جیسا اس کی قدر پہچاننے کا حق ہے، جب انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کچھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ

بھی نازل نہیں کیا، آپ کہیں وہ کتاب کس نے اتاری تھی جو موسیٰ لے کر آئے تھے؟ جو انسانوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی، تم اسے چند

تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ

ورق بناتے ہو، اس میں سے کچھ ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپا جاتے ہو اور تمہیں وہ کچھ سکھایا گیا جسے نہ تم جانتے تھے اور نہ

ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿

تمہارے باپ دادا، آپ کہیں اللہ تعالیٰ ہی نے، پھر آپ ان کو چھوڑیں وہ اپنی بحثوں میں کھیلتے رہیں'' (91)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مالک بن صیف نامی ایک یہودی نے آکر رسول اکرم ﷺ سے جھگڑا کرنا شروع کر دیا، رسول اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: ''میں تجھے اس ذات کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں جس نے تورات سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی ہے، کیا تو نے تورات میں یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ موٹے آدمی سے بغض فرماتے ہیں'' اور وہ خود موٹا تھا، یہ سن کر غصہ میں آ گیا اور کہنے لگا: اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی، تو اس سے اس کے ساتھیوں نے کہا کہ تیرا منہ کالا ہو (یعنی تو رسوا ہو) اس کا مطلب ہے کہ نہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر کوئی کتاب نازل ہوئی، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ان منکروں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر پہچاننا واجب تھی ویسی قدر نہیں پہچانی، یہ روایت مرسل ہے۔ (ابن ابی حاتم)

سوال 2: رسولوں کو جھٹلانا اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا حق ادا نہ کرنا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَا قَدَرُوْا ... مِّنْ شَيْءٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی جیسا اس کی قدر پہچاننے کا حق ہے'' کسی چیز کی اہمیت کا احساس کرنے کو قدر کرنا کہتے ہیں۔

(2) قدر تب ہوتی ہے جب کسی چیز کی اہمیت کا احساس، علم اور شعور حاصل ہو جائے۔

(3) قدر وہ کرتا ہے جو اس چیز کی حقیقت پہچانتا ہے۔

(4) وہ قدر نہیں کر سکتا جو غافل ہو، بے شعور ہو اور جسے نفع و نقصان کی کوئی پہچان نہ ہو۔

(5) کسی چیز کو پہچان کر، اس کا شعور حاصل کر کے، اس سے نفع کی امید رکھ کر، اس کی قوتوں سے خوف کھا کر اس کی قدر کی جا سکتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) اللہ تعالیٰ کی قدر کرنے سے مراد وہ رویہ اختیار کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لائق ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو بڑا ماننا، ساری قوتوں کا مالک سمجھنا اور اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت کرنا۔

(7) یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم نہیں کی جیسا کہ تعظیم کا حق تھا اور انہوں نے اس کو نہیں پہچانا جیسا کہ اس کی معرفت کا حق تھا۔ (ایسر التفاسیر:407)

(8) ﴿اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ﴾ ''جب انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کچھ بھی نازل نہیں کیا'' اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور مشرکوں کے اس قول کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کوئی چیز نازل نہیں کی یہ فرمایا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر اور تعظیم نہیں کی جیسا کہ اس کا حق تھا۔

(9) یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں عیب جوئی ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مہمل چھوڑ دے گا اور ان کو کوئی حکم دے گا نہ ان کو کسی چیز سے روکے گا اور اس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت کی نفی کی ہے جس سے اس نے اپنے بندوں کو نوازا ہے اور وہ یہ رسالت ہے۔ اس رسالت کے سوا بندوں کے لیے سعادت، کرامت اور فلاح حاصل کرنے کا کوئی راستہ نہیں، تب اس نفی رسالت سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی ذات میں اور کون سی طعن و تشنیع ہے؟ (تفسیر سعدی:795/1)

(10) رحمت عالم ﷺ بشر ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا نہ صرف قریشی بلکہ سارا عرب انکار کرتا تھا کیونکہ آپ ﷺ بشر تھے جیسا کہ خود قرآن مجید نے فرمایا: ﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک آدمی کو وحی کی کہ آپ لوگوں کو ڈرا دو اور بشارت دے دو ان لوگوں کو جو ایمان لائے یقیناً ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچا مرتبہ ہے۔ کافروں نے کہا بے شک یہ ضرور کھلا جادوگر ہے۔'' (یونس:2) ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل رہے ہوتے تو ضرور ہم آسمان سے ان پر کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔'' (بنی اسرائیل:95)

سوال 3: ﴿قُلْ ... يَلْعَبُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہیں'' آپ کہہ دیں اس چیز کی تصدیق کرواتے ہوئے جس کا وہ خود اقرار کرتے ہیں۔

(2) ﴿مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى﴾ ''وہ کتاب کس نے اتاری تھی جو موسیٰ لے کر آئے تھے؟''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا موسیٰ علیہ السلام تورات لے کر آئے یہ بتاؤ تورات کس نے اتاری؟

(3) ﴿نُوْرًا﴾ ''روشنی'' جو جہالت کے اندھیروں میں روشنی ہے۔

(4) ﴿وَّهُدًى لِّلنَّاسِ﴾ ''اور انسانوں کے لیے ہدایت تھی'' اور تورات اس گمراہی میں ہدایت تھی جو سارے جہان میں پھیل چکی تھی اور لوگوں کے لیے حق اور باطل کا فرق واضح کرنے والی تھی۔

(5) ﴿تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا﴾ ''تم اسے چند ورق بناتے ہو، اس میں سے کچھ ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپا جاتے ہو'' قراطیس قرطاس کی جمع ہے کہ تم نے تورات کو بجائے اکٹھی مجموعی یکجا کتاب بنانے کے مختلف اوراق میں رکھ چھوڑا ہے جس میں سے کچھ کو ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپاتے ہو۔ جب ان کے عوام کچھ بات پوچھنے کے لیے آتے تھے تو صندوق وغیرہ میں ہاتھ ڈال کر کوئی سا بھی ایک ورق نکال لیتے تھے اور سائل کے مطلب کے مطابق پڑھ کر سنا دیتے تھے۔ (تفسیر انوار البیان: 268،267/2)

(6) کتاب کا کچھ حصہ ظاہر اور کچھ چھپایا ایسے جاتا ہے کہ انعام والی آیات تو پڑھی جائیں اور جن اعمال کی وجہ سے انعام ملتا ہے انہیں نہ پڑھا جائے۔ ان آیتوں کو خوب بیان کیا جائے جن سے اپنی فضیلت نکلتی ہو اور ان کو چھوڑ دیا جائے جن سے اپنی ذمہ داریاں پتہ چلتی ہوں۔

(7) ﴿وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ﴾ ''اور تمہیں وہ کچھ سکھایا گیا جسے نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا'' اور اس قرآن مجید کے سبب سے تمہیں وہ علم دیا گیا جس کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا یعنی علمی حقائق جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے اسماء و صفات، آخرت کا گھر اور جو اس میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں اور دردناک عذاب ہے۔

(8) ﴿قُلِ اللّٰهُ﴾ ''آپ کہیں اللہ تعالیٰ ہی نے'' یعنی انہیں بتا دیں کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔

(9) ﴿ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ﴾ ''پھر آپ ان کو چھوڑیں وہ اپنی بحثوں میں کھیلتے رہیں'' پھر انہیں ان کے باطل حالات میں، ان کے مشاغل میں چھوڑ دیں یہاں تک کہ وہ دن آجائے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ

''اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے بڑی بابرکت ہے، اس (کتاب) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے

الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور تا کہ آپ مکہ اور اس کے اردگرد والوں کو خبردار کر دیں اور جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہی اس پر ایمان لاتے ہیں

﴿صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾

اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت بھی وہی کرتے ہیں" (92)

سوال 1: رسول اللہ ﷺ پر قرآن مجید نازل ہوا، اس کی وضاحت ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ ... يُحَافِظُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ﴾ "اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے بڑی بابرکت ہے" رسول اللہ ﷺ پر قرآن مجید نازل ہوا، برکت قرآن مجید کا وصف ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ یہ بھلائیوں اور نیکیوں پر مشتمل ہے۔

(i) جس مہینے میں قرآن مجید نازل کیا گیا وہ مہینہ مبارک ہے یعنی رمضان المبارک۔ (ii) جس رات میں قرآن مجید نازل کیا گیا وہ رات مبارک ہے یعنی لیلۃ القدر جو برکت والی رات ہے۔ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ﴾ "یقیناہم نے اس کو ایک بابرکت رات میں نازل کیا ہے یقیناہم ڈرانے والے تھے۔" (الدخان:3) (iii) جس ہستی پر نازل کیا گیا وہ ذات مبارک ہے یعنی محمد ﷺ۔ (iv) قرآن مجید اپنے مضامین، مفہوم، ہدایات اور ان کے اثرات کے اعتبار سے مبارک ہے۔ (vi) قرآن مجید کا متن معانی کے اظہار کے اعتبار سے مبارک کلام ہے۔ قرآن میں معانی کا دریا ہے۔ (vii) قرآن مجید اپنے اثرات کے اعتبار سے مبارک ہے۔ کوئی اور کلام اس طرح اثر انداز نہیں ہو سکتا جیسے یہ کلام اثر انداز ہوتا ہے۔ (viii) قرآن مجید کو ایک خاص قوت عطا کی گئی ہے۔ یہ اپنی اس قوت کے اعتبار سے مبارک ہے۔ (ix) یہ قرآن کریم کے بابرکت ہونے کا نتیجہ تھا کہ اس نے عرب جیسی جاہل قوم کو، جو قبائلی عصبیت کی وجہ سے ہر وقت برسر پیکار اور لڑتی مرتی رہتی تھی ایک مہذب قوم بنا کر چند ہی سالوں میں اس کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ ان کے اخلاق و عادات اس قدر اعلیٰ بن گئے کہ یہی جاہل وحشی اور اجڈ قوم تمام اقوام عالم کی پیشوا بن گئی۔ بڑی بڑی طاقتوں کو سرنگوں کیا اور دنیا کے ایک کثیر حصہ پر قابض ہو کر ان میں علوم و تہذیب پھیلانے کا سبب بن گئی۔ قرآن کی تعلیم نے انہیں ذلت کی گہرائیوں سے نکال کر عزت کے بلند مقامات پر پہنچا دیا۔ (تیسیر القرآن:1/640)

(2) ﴿مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ "اس (کتاب) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے" قرآن مجید پچھلی کتابوں کی تصدیق ان کی اصل شکل میں کرتا ہے۔ قرآن مجید پچھلی کتابوں کی تصدیق یعنی موافقت کرتا ہے اور ان کی سچائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر گواہ ہے۔

(3) قرآن مجید پچھلی کتابوں کی تصدیق اس لیے کرتا ہے کہ جو اصول اور عقائد قرآن کے اندر موجود ہیں وہ پچھلی کتابوں میں بھی موجود تھے۔

(4) ﴿وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ ''اور تا کہ آپ مکہ اور اس کے اردگرد والوں کو خبردار کر دیں'' مکہ مکرمہ کو ''ام القریٰ'' اس لئے کہا گیا ہے کہ وہاں وہ پہلا گھر ہے جسے انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنایا گیا اور جو تمام اہل جہان کا قبلہ اور ان کے حج کی جگہ ہے۔ (تیسیر الرحمن: 418/1)

(5) اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن حکیم سے مکہ والوں کو تو خبردار کیا جائے گا مگر اس کے اردگرد رہنے والے دنیا کے تمام انسانوں کو بھی خبردار کیا جائے گا۔ دو الفاظ توجہ طلب ہیں: ام القریٰ بستیوں کی ماں یعنی بستیوں میں مرکز کی حیثیت رکھنے والی اور دوسرے حول یعنی اس کے مرکز کے اردگرد اور یہاں اس سے مراد پوری انسانیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور ہم نے آپ کو تمام جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔'' (الانبیاء: 103) ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ ''اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔'' (سبا: 28)

(6) قرآن مجید کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ مکہ والوں اور اس کے اردگرد یعنی تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اور اس کی پکڑ سے ڈرائیں تا کہ وہ ان کاموں سے بچ جائیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب بنتے ہیں۔

(7) ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ﴾ ''اور جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہی اس پر ایمان لاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی کتاب ہدایت قرآن مجید کو وہ لوگ مان لیتے ہیں جو آخرت کا خوف رکھتے ہیں اور جو قیامت کے قیام کو مان لیتے ہیں۔

(8) ایمان بالآخرت کا تقاضا ہے کہ آدمی نبی کریم ﷺ اور قرآن پر ایمان لائے اس لئے آپ ﷺ کی دعوت کا مقصد ہی یہ تھا کہ آپ بنی نوع انسان کو آخرت میں عذاب نار سے بچنے اور حصول جنت کے لئے عمل کرنے کی دعوت دیں۔ (تیسیر الرحمن: 419/1) (9) جب دل میں آخرت کا یقین بس جاتا ہے تو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں لگ جاتے ہیں۔

(10) قرآن مجید کے نزول کا مقصد لوگوں کو ہوشیار کرنا ہے۔ جب تک کسی کے دل میں آخرت کا اندیشہ نہیں ہوتا وہ کتاب سے ہدایات لینے کے معاملے کو سنجیدہ معاملہ نہیں سمجھتا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کی دعوت اسی کے دل میں جگہ بناتی ہے جو آخرت کا خوف رکھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے نزول کتاب کا مقصد ''انذار'' یعنی برے انجام سے ڈرانا اور ہوشیار کرنا قرار دیا ہے۔

(11) ﴿وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾ ''اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت بھی وہی کرتے ہیں'' جو آخرت پر یقین رکھتا ہے اور قرآن مجید کو اپنی زندگی کی کتاب سمجھ کر تھام لیتا ہے ایسے لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یعنی وہ نمازوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کووقت کی پابندی کے ساتھ ہمیشہ ادا کرتے ہیں اور نماز کے ارکان، حدود اور اس کے آداب و شرائط اور اس کی تکمیل کرنے والے تمام امور کی حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نمازوں کی حفاظت کرنے والوں میں شامل فرمالے۔ آمین

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ

''اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے؟ یا کہے کہ مجھ پر وحی کی گئی حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ کیا گیا ہو اور جو

وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ

کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے جلد ہی میں بھی ویسا ہی اُتاروں گا، اور کاش آپ دیکھیں جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں

وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ

ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلانے والے ہوتے ہیں کہ ''نکالو اپنی جانیں، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا

بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾

اس وجہ سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق باتیں کہتے تھے اور اس کی آیات سے تکبر کیا کرتے تھے'' (93)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن جریر رحمہ اللہ نے عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت مسیلمہ کذاب (جھوٹے نبی) کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ﴿وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ (الخ) یہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ نیز سدی سے بھی اسی طرح روایت نقل کی ہے البتہ اس میں اتنا اضافہ ہے کہ وہ کہتا تھا کہ اگر محمد ﷺ کے پاس وحی آتی ہے، تو میرے پاس بھی وحی آتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ آپ پر کتاب نازل کرتا ہے تو میرے پاس بھی ویسی ہی کتاب نازل ہوتی ہے۔ (تفسیر ابن عباس: 407/1)

سوال 2: مشرک اور نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا سب سے بڑا ظالم ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ ... اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ''اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے؟'' سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہوئے اس کے شریک ٹھہرائے، اللہ تعالیٰ کی اولاد ٹھہرائے یا نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے سے مراد ایسی بات اس کی طرف منسوب کرنا ہے جس سے وہ بری ہے۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کو سب سے بڑا ظلم اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ یہ بہتان ہے۔ اس میں دین میں کی جانے والی تبدیلی کو اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے جو کہ سب سے بڑا ظلم ہے۔

(3) نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنا اور یہ کہنا کہ مجھ پر وحی آتی ہے اسی افترا پردازی میں شامل ہے۔

(4) نبوت کا جھوٹا دعویٰ دوسروں پر بھی یہ لازم کرتا ہے کہ وہ اس کی پیروی کریں اور مخالفوں کے جان و مال کو حلال قرار دیں، اس لیے یہ بہت بڑا ظلم ہے۔

(5) ﴿اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ﴾ ''یا کہے کہ مجھ پر وحی کی گئی حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ کیا گیا ہو'' یہ دعویٰ ایسا شخص کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے نبی کی عظمت کو سمجھ نہیں پاتا۔

(6) جس کو مادی اعتبار سے اپنی ذات بڑی اور نبی کی ذات چھوٹی دکھائی دیتی ہے، جس کی نظریں دنیا میں گم ہو جاتی ہیں وہ آخرت کی دعوت دینے والے کی عظمت کو سمجھ نہیں پاتا، اس لئے دعویٰ کر بیٹھتا ہے کہ مجھ پر بھی وحی آتی ہے۔

(7) ﴿وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ ''اور جو کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے جلد ہی میں بھی ویسا ہی اُتاروں گا'' کون اس سے بڑھ کر ظالم ہو سکتا ہے جو یہ جھوٹا گمان رکھتا ہو کہ وہ اس چیز پر قدرت رکھتا ہے جس کی قدرت اللہ تعالیٰ رکھتا ہے، وہ بھی ویسی ہی شریعت دے سکتا ہے جیسی اللہ تعالیٰ نے دی، وہ بھی وحی اتار سکتا ہے؟

(8) جو شخص قرآن مجید کا مقابلہ کرنے کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ بھی اس جیسی کتاب بنا سکتا ہے وہ بڑا ظالم ہے اس لیے کہ ایک محتاج اور ناقص بندہ، بے نیاز بادشاہ کے ساتھ کیسے خدائی میں شریک ہو سکتا ہے؟

سوال 3: عالم نزع میں ظالموں کا کیا حال ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْ تَرٰٓی...تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے ظالموں کی مذمت کی اور ان کے لیے عذاب کا ذکر کیا ہے جو عالم نزع میں ان کو دیا جائے گا۔

(2) جب ان پر موت کی سختیاں آئیں گی، ہولناک کرب میں مبتلا ہوں گے تو اس شدت کرب کو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔

(3) ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ ''اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلانے والے ہوتے ہیں کہ ''نکالو اپنی جانیں'' نزع کی حالت میں فرشتے ظالموں کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے اور روحوں کو قبض کرتے وقت جب وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جسموں سے نکلنے کا انکار کریں گی تب انہیں کہا جائے گا لاؤ نکالو اپنی جان۔

(4)﴿اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ﴾ ''آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا'' یعنی ایسا سخت عذاب جو تمہیں ذلیل ورسوا کر دے گا۔

(5)﴿فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ﴾ ''تو کیا ہوگا جب فرشتے ان کی ارواح قبض کریں گے ان کے چہروں اور ان کی کمروں پر ماریں گے۔(محمد:27)

(6) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''جب کافر کے دنیا سے جانے کا اور آخرت کی طرف پہنچنے کا وقت ہوتا ہے تو اس وقت آسمان سے سیاہ چہروں والے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں، وہ اس کے پاس آ کر وہاں تک بیٹھ جاتے ہیں جہاں تک نظر پہنچتی ہے، پھر ملک الموت تشریف لاتے ہیں وہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خبیث جان! تو نکل اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی طرف۔ وہ روح اس کے جسم میں متفرق ہو جاتی ہے (یعنی جسم میں ادھر ادھر پھرتی ہے کیونکہ نکلنا نہیں چاہتی) ملک الموت (زبردستی) اس کی جان کو اس طرح نکالتے ہیں جیسے بھیگا ہوا اون سیخ پر لپٹا ہو اور طاقت کے ذریعے اس اون سے نکالا جائے۔ جب اس کی روح کو ملک الموت نکال لیتے ہیں تو دوسرے فرشتے جو وہاں موجود ہوتے ہیں وہ پلک جھپکنے کے برابر ذرا سی دیر بھی ان کے ہاتھ میں نہیں چھوڑتے ان کے ہاتھ سے لے کر ان ٹاٹوں میں رکھ دیتے ہیں جو ساتھ لے کر آئے تھے اور اس روح سے ایسی بدبو نکلتی ہے جیسے زمین پر سب سے زیادہ سڑی ہوئی نعش سے کبھی بدبو آئی ہو۔ اس روح کو لے کر وہ آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں، فرشتوں کی جس جماعت پر بھی گزرتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں یہ کون خبیث روح ہے؟ وہ اس کا برے سے برا نام لے کر جس سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا جواب دیتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے یہاں تک کہ قریب آنے والے آسمان تک لے جاتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر دروازے کھلواتے ہیں تو وہ دروازہ نہیں کھولا جاتا'' اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ اعراف کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ ''ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔'' (الاعراف:40)(احمد:18733)

(7) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور دفن کر کے اس کے لوگ پیٹھ موڑ کر رخصت ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے پھر دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پوچھتے ہیں کہ اس شخص (محمد رسول اللہ ﷺ) کے متعلق تمہارا کیا اعتقاد ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس جواب پر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ دیکھ جہنم کا اپنا ایک ٹھکانہ لیکن اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے جنت میں ایک مکان اس کے بدلے بنا دیا ہے۔'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''پھر اس بندہ مومن کو جنت اور جہنم دونوں دکھائی جاتی ہیں اور رہا کافر یا منافق اس کا جواب یہ ہوتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں، میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا تھا وہی میں بھی کہتا رہا پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے کچھ سمجھا اور نہ (اچھے لوگوں کی) پیروی کی۔ اس کے بعد اسے ایک لوہے کے ہتھوڑے سے بڑے زور سے مارا جاتا ہے اور وہ اتنے بھیانک طریقے سے چیختا ہے کہ انسان اور جن کے سوا ارد گرد کی تمام مخلوق سنتی ہے۔'' (صحیح بخاری:1338)

(8)﴿وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب فرشتے ان کی جان قبض کرتے ہیں جنہوں نے انکار کیا۔ وہ ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر ضربیں لگاتے ہیں۔'' (الانفال:50)

(9)﴿بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ﴾ ''اس وجہ سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق باتیں کہتے تھے'' یعنی یہ عذاب اس لیے دیا جا رہا ہے کہ تم جھوٹ بولتے تھے اور انبیاء جو حق لے کر آتے تھے اسے جھٹلاتے تھے۔

(10) یہ عذاب تمہارے اعمال کی جزا ہے اور جزا ہمیشہ عمل کی جنس سے ہوتی ہے۔

(11)﴿وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ''اور اس کی آیات سے تکبر کیا کرتے تھے'' تم اللہ تعالیٰ کی آیات کو ماننے اور ان پر عمل کرنے سے انکار کرتے تھے اس لیے تمہیں یہ عذاب دیا جا رہا ہے۔

(12) یہاں یہ آیت کریمہ برزخ کے عذاب اور برزخ کی نعمت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس خطاب اور عذاب کا رخ ان کی طرف عین نزع کے وقت اور موت سے تھوڑا پہلے اور موت کے بعد کا ہے۔

(14) یہ آیت کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ روح جسم رکھتی ہے جو داخل ہوتی ہے اور خارج ہوتی ہے، جس کو مخاطب کیا جاتا ہے، وہ جسد کے ساتھ مل کر رہتی ہے اور اس سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ (تفسیر سعدی:798/1)

سوال 4: انسان کے اندر تکبر کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب: (1) جب انسان اپنی دنیاوی حیثیت کو دیکھتا ہے تو اس کے اندر تکبر پیدا ہوتا ہے۔

(2) جب انسان اپنی حقیقت کو بھول جاتا ہے۔ (3) جب انسان اپنی زندگی کے مقصد کو بھول جاتا ہے۔

15

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) جب انسان یہ بھول جاتا ہے کہ دنیا میں مجھے جو کچھ حاصل ہے وہ آزمائش کے لئے ہے، مقررہ مدت کے لئے ہے اور موت کے وقت یہ سب کچھ مجھ سے چھن جاتا ہے پھر نہ دولت ہوگی، نہ حیثیت، نہ دوست، نہ سفارشی، نہ پکڑ سے بچانے والی کوئی چیز ہوگی۔

سوال 5: اس آیت کے خوفناک منظر کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) انسان خوف کے مارے دہشت زدہ ہو جاتا ہے۔ اس کا کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔

(2) وہ تکبر چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ

''اور بلاشبہ تم ہمارے پاس یقیناً اکیلے آ گئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو بھی ہم نے تمہیں دیا تھا تم اپنی

ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ

پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تمہارا گمان تھا کہ یقیناً

لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾ ع 11/4/17

وہ تمہارا کام بنانے میں حصہ دار ہیں بلاشبہ تمہارا رشتہ یقیناً ٹوٹ گیا اور تم سے وہ سب گم ہو گئے جن کو تم گمان کیا کرتے تھے'' (94)

سوال 1: قیامت کے دن ظالموں کے حالات کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا ... تَزْعُمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ''اور بلاشبہ تم ہمارے پاس یقیناً اکیلے آ گئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا'' یہ قیامت کے دن ان سے کہا جائے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ''اور وہ سب آپ کے رب کے حضور صَف دَر صَف پیش کیے جائیں گے، بلاشبہ تم ہمارے پاس یقیناً ویسے ہی آ گئے جیسے ہم نے پہلی بار تمہیں پیدا کیا تھا'' (الکہف: 48)

(2) ''تم ہمارے پاس اکیلے آ گئے ہو ناں'' کہہ کر اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ دیکھو بے یار و مددگار اور ننگے جسم آ گئے ہو ناں، تمہارے سارے سہارے چھوٹ گئے، تمہارے سارے وسیلے تم سے دور ہو گئے، تمہارے اختیارات جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کئے تھے ختم ہو چکے۔

(3) قیامت کے دن نہایت افلاس میں سب اکیلے اکیلے آئیں گے۔ ان کے ساتھ نہ گھر والے ہوں گے، نہ اولاد، نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوست احباب، قیامت کے دن عریاں حالت میں آئیں گے جیسے اللہ تعالیٰ نے پہلی بار پیدا کیا تھا۔

(4) ﴿وَتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ﴾ ''اور جو بھی ہم نے تمہیں دیا تھا تم اپنی پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو'' اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے بسی کا احساس دلایا ہے کہ دیکھو مال پیچھے رہ گیا، اولاد پیچھے رہ گئی، عزت پیچھے رہ گئی، Status پیچھے رہ گیا، تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں، تمہارا کوئی اختیار نہیں۔ بے اختیار ہونے سے پہلے اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرلو۔

(5) قیامت کے دن وہ سارے امور کٹ جائیں گے جو دنیا میں بندے کے ساتھ تھے سوائے اچھے اور برے اعمال کے۔ یہ اعمال ہی ہیں جو نفع دیں گے یا نقصان۔ قیامت کے دن جن نعمتوں سے نوازا تھا وہ سب پیچھے چھوڑ جائیں گے یعنی کسی کام نہیں آئیں گی۔

(6) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ، فَيَرْجِعُ اثْنَانِ، وَيَبْقَى مَعَهُ وَاحِدٌ: يَتْبَعُهُ أَهْلُهُ، وَمَالُهُ، وَعَمَلُهُ، فَيَرْجِعُ: أَهْلُهُ وَمَالُهُ، وَيَبْقَى عَمَلُهُ﴾ ''مرنے والے کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، پھر دو چیزیں واپس آجاتی ہیں جبکہ ایک چیز باقی رہ جاتی ہے۔ مرنے والے کے ساتھ اس کے گھر والے اور اس کا مال اور اس کا عمل جاتے ہیں۔ اس کے گھر والے اور اس کا مال تو واپس آجاتے ہیں اور اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری: 6514)

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''قیامت کے دن لوگوں کا حشر (اس طرح ہوگا) کہ وہ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کئے ہوئے ہوں گے۔'' (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ) میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا عورتیں اور مرد اکٹھے ہوں گے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! وہاں کی مصیبت ایسی سخت ہوگی کہ کوئی دوسرے کو نہ دیکھے گا۔'' (صحیح مسلم: 7198)

(8) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ قیامت کے دن تم اس حال میں جمع کیے جاؤ گے کہ تن پر کپڑے نہ ہوں گے اور سب بے ختنہ ہوں گے'' اس کے بعد آپ نے سورۃ الانبیاء کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ﴿كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ ''جیسا کہ ہم نے ابتداء میں پیدا کیا تھا اسی طرح ہم لوٹائیں گے ہمارے ذمہ یہ وعدہ ہے بے شک ہم اس کے مطابق کرنے والے ہیں۔'' پھر فرمایا: ''سب سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔'' (بخاری: 693/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9) امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: ابن آدم کو قیامت کے دن اس طرح لایا جائے گا کہ وہ بکری کے بچے کی طرح کمزور لاغر سا ہوگا، اللہ عزوجل فرمائے گا ''تونے جو مال جمع کیا تھا وہ کہاں ہے؟'' بندہ جواب دے گا: اے میرے رب! میں نے اسے جمع تو کیا مگر جتنا جمع کیا اس سے بھی زیادہ پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ اے آدم! ذرا یہ تو بتا کہ تونے اپنے لیے آگے کیا بھیجا؟ لیکن وہ کوئی ایسی چیز نہیں دیکھے گا جسے اس نے آگے بھیجا ہو، حسن بصری نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔ ﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ﴾ (ابن ابی حاتم:4/1349)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿يَقُولُ الْعَبْدُ مَالِي مَالِي، إِنَّمَا لَهُ مِنْ مَالِهِ ثَلَاثٌ مَا أَكَلَ فَأَفْنَى أَوْ لَبِسَ فَأَبْلَى أَوْ أَعْطَى فَاقْتَنَى وَمَا سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَتَارِكُهُ لِلنَّاسِ﴾ ''بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال، حالانکہ اس کے مال میں سے اس کی صرف تین چیزیں ہیں: جو کھایا اور ختم کر لیا، جو پہنا اور پرانا کر لیا اور جو اس نے (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) دیا اور (یہ اس نے آخرت کے لیے جمع کر لیا) اس کے علاوہ تو صرف جانے والا اور لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔'' (صحیح مسلم:7422)

(11) ﴿وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا﴾ ''اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تمہارا گمان تھا کہ یقیناً وہ تمہارا کام بنانے میں حصہ دار ہیں'' انسان دنیا میں سفارش کرنے والوں سے توقعات باندھتا ہے اور انہیں اپنے مال میں شریک کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ دیکھو جن کے بارے میں تمہارا خیال تھا کہ مشکل حالات میں سفارش کریں گے آج تمہارے ساتھ نہیں ہیں۔

(12) مشرک کل بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے تھے اور آج بھی کرتے ہیں۔ کل وہ ملائکہ، انبیاء اور صالحین کی عبادت کرتے تھے حالانکہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور مملوک ہیں۔ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی مخلوق کو حصہ دار ٹھہراتے ہیں۔ ان کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی عبادت کا مستحق ہے۔

(13) ﴿لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ﴾ ''بلاشبہ تمہارا رشتہ یقیناً ٹوٹ گیا'' اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو جھنجوڑا ہے کہ دیکھو تعلقات ٹوٹ گئے، رابطے ختم ہو گئے، سفارشی گم ہو گئے، شریک خدا غائب ہو گئے، خود ساختہ عقیدے کھو گئے اور ہر وہ چیز جس پر تمہارا اعتماد تھا اس کا اثر و رسوخ ختم ہو گیا۔ آج تمہارے اور تمہارے شرکاء کے درمیان رابطے ختم ہو گئے، ان تعلقات نے کوئی نفع نہیں دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(14)﴿وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾''اورتم سے وہ سب گم ہو گئے جن کوتم گمان کیا کرتے تھے''وہ جو تمہارے دعوے تھے کہ تمہارے سفارشی تمہیں امن دیں گے،نفع دیں گے،نجات دیں گے سب کچھ گم ہو گیا ناں!ابلیس نے تمہارے لیے سب کچھ کیسے خوب صورت بنادیا تھا،تم دھوکہ کھا گئے اور اپنی ذات،اپنی اولاد اور اپنے مال کے بارے میں خسارے میں رہے۔

سوال2:اس آیت کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:(1)انسان دہشت زدہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹتا ہے کہ اب کوئی جائے پناہ نہیں۔

(2)اس آیت کو پڑھ کر مومن کا دل اللہ تعالیٰ پر یقین سے بھر جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا دامن تھام لیتا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ

''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے،وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾

وہی اللہ تعالیٰ ہے،پھر تم کدھر کو بہکائے جاتے ہو؟''(95)

سوال1:اللہ تعالیٰ ہی زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے،اس کی وضاحت﴿اِنَّ اللّٰهَ ... تُؤْفَكُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ دانے اور گٹھلی کو پھاڑ کر ان سے درخت اگاتا ہے یعنی وہ دانے اور گٹھلی کو مٹی کی تاریکی میں پھاڑ دیتا ہے پھر اس سے مختلف انواع واقسام کے پودے اور کھیتیاں پیدا ہوتے ہیں جن سے مختلف دانے اور پھل پیدا ہوتے ہیں جن کے رنگ،شکلیں اور ذائقے مختلف ہوتے ہیں۔اسی لیے﴿فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى﴾کی تفسیر یہ بیان فرمائی ہے کہ﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ﴾''وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے''وہ دانے اور گٹھلی سے،جو مردہ جمادات کی طرح ہے،زندہ نباتات کو نکالتا ہے۔(المصباح المنیر:497/2)

(2)﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾''وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے''وہی ہے جو منی سے حیوان اور انڈے سے چوزہ پیدا کرتا ہے۔(3)وہی دانے اور گٹھلی سے اناج اور درخت پیدا کرتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ﴾ ’’اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے‘‘ میت سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جن میں روح نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پرندے سے انڈا نکالتا ہے اور درختوں اور پودوں سے گٹھلیاں اور دانے نکالتا ہے۔

(5)﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ (٣٣) وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ (٣٤) لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ (٣٥) سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ’’اور اُن کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے۔ ہم نے اُسے زندہ کیا اور ہم نے اُس میں سے اناج نکالا۔ پھر اُس میں سے وہ کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اُس میں کھجوروں اور اناروں کے باغ بنائے ہیں۔ اور ہم نے اُس میں چشمے جاری کر دیئے ہیں تاکہ وہ اُس کے پھلوں میں سے کھائیں۔ یہ سب اُن کے ہاتھوں نے نہیں بنایا۔ کیا پھر بھی وہ شکر نہیں کرتے؟ پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے اُن میں سے بھی جو زمین اُگاتی ہے اور اُن کے اپنے نفسوں میں سے بھی اور اُن میں سے بھی جنہیں وہ نہیں جانتے۔‘‘ (یٰس:33-36)

(6) ’’وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے‘‘ اس سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی مردہ ذروں کو زندہ کرنے والا نہیں۔

(7) زندگی کے آغاز کے وقت کوئی یہ قدرت نہیں رکھتا کہ مردہ ذروں کو زندہ کر سکے۔ (8) وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو موت کے وقت زندہ ذروں کو مردہ کر دیتا ہے۔ (9) زندگی ایک راز ہے جس کی حقیقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

(10) ہر چیز کی تخلیق اللہ تعالیٰ کے اندازے اور اس کی تقدیر کے مطابق ہوتی ہے۔

(11)﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ﴾ ’’وہی اللہ تعالیٰ ہے‘‘ وہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے جو زندگی کا موجد ہے جس کا راز کسی کو معلوم نہیں۔ اسی کا حق ہے کہ تم اس کے احکامات کی اطاعت کرو اور اسی سے ڈرو۔

(12) ساری مخلوق پر فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور عبودیت کو تسلیم کرے جس نے اپنے فضل وکرم سے ساری مخلوقات کے لیے غذا اور ان کی زندگی کے لیے ساری ضروریات کا اہتمام کیا۔

(13)﴿فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ ’’پھر تم کدھر کو بہکائے جاتے ہو؟‘‘ زندگی کا موجد اللہ تعالیٰ ہے پھر تم کدھر بہکائے جا رہے ہو یعنی تمہاری زندگی کے لئے تدبیر وانتظام تو اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ تمہاری مکمل اطاعت کا وہ مستحق ہے پھر انسان اس کو چھوڑ کر کس جانب توجہ کر رہا ہے اور پیچھے کون ہے جو اُس کی توجہ بٹا رہا ہے؟

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(14) اللہ تعالیٰ جو عظیم ہے، قدرتوں والا ہے اس کی عبادت کو چھوڑ کر تم کن ہستیوں کی طرف بہکائے جا رہے ہو، کن کی عبادت کر رہے ہو جو اپنے لیے نفع ونقصان کے مالک نہیں، جو موت وحیات اور دوبارہ اٹھائے جانے پر قادر نہیں؟

﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ

''وہ صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو سکون کا باعث بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا ہے،

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾

یہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے'' (96)

سوال 1: اللہ تعالیٰ روشنی اور اندھیرے کا خالق ہے، اس کی وضاحت ﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا﴾ ''وہ صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو سکون کا باعث بنایا'' اللہ تعالیٰ روشنی اور اندھیرے کا خالق ہے جیسا کہ سورۃ الانعام کے آغاز میں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ﴾ ''اور اس نے اندھیروں اور روشنی کو بنایا۔'' (الانعام:1)

(2) ﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ﴾ ''وہ صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے'' رات کی تاریکی سے صبح نکالنا ایسا ہی عمل ہے جس طرح گٹھلی اور دانے کو پھاڑ کر پورا درخت نکالا جاتا ہے، ایک حرکت میں صبح کی روشنی نکلتی ہے اور دوسری سے پودے کی کونپل نکلتی ہے۔ ان دونوں مثالوں میں تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ حرکت، زندگی اور خوب صورتی میں دونوں مزاج کے اعتبار سے ایک جیسی ہیں۔

(3) جو رب دانے اور گٹھلی کو پھاڑتا ہے وہی زمین کے اندھیروں کو صبح کے اجالے سے پھاڑتا ہے پھر تاریکی ختم ہو جاتی ہے اور لوگ اپنی معاش اور دیگر کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

(4) گٹھلی اور رات دونوں میں سکون بھی وجہ مماثلت ہے اس سکون کا ہر چیز کے اگنے اور بڑھنے سے خاص تعلق ہے۔

(5) ﴿وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا﴾ ''اور اس نے رات کو سکون کا باعث بنایا'' مخلوق کو جس سکون اور آرام کی ضرورت ہوتی ہے ان کے آرام اور سکون کے لیے رات بنائی۔

(6) رات میں پرندے اور جانور بھی آرام کرتے ہیں اور انسان بھی سکون کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ دن کی روشنی لے آتا ہے پھر رات ہوتی ہے یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) زمین اپنے محور کے گرد گھومتی ہے، جو حصہ سورج کے سامنے آتا ہے وہاں دن ہوتا ہے اور باقی حصے میں رات ہوتی ہے۔ یہ محوری گردش زبردست قدرت اور علم رکھنے والے کے اندازے کے مطابق ہے۔

(8) زمین کا سورج کے سامنے ایک متعین فاصلے پر رہنا قدرت اور علم رکھنے والے کا اندازہ ہے۔

سوال 2: ﴿وَّالشَّمْسَ ... الْعَلِیْمِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا﴾ ''اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا ہے'' سورج اور چاند کے ذریعے وقت اور زمانوں کی پہچان ہوتی ہے۔

(2) سورج اور چاند کے ذریعے عبادات کے اوقات اور معاملات کی مدت مقرر ہوتی ہے۔ اگر سورج اور چاند باری باری نہ آئیں تو سارے مصالح فوت ہو جائیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ﴾ ''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا ہے اور اس کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ، وہ ان لوگوں کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں۔'' (یونس:5)

(4) چاند کا حجم اور موجودہ فاصلے پر رہنا زبردست قدرت اور علم والے کا اندازہ ہے۔

(5) موجودہ درجہ حرارت اور موجودہ فاصلہ جس کی وجہ سے زمین پر زندگی ممکن ہو سکتی ہے، زبردست قدرت والے اور علم والے کے اندازے کی وجہ سے ممکن ہوئی ہے۔

(6) انہی کی وجہ سے حیات ممکن ہوئی ہے۔ یہ اتفاق کی بنیاد پر نہیں قدرت والے اور علم والے کی تقدیر کے مطابق ہے، سورج کی جسامت زمین سے بارہ لاکھ گنا زیادہ ہے اور زمین چاند سے چار گنا بڑی ہے اور یہ سب حرکت میں ہیں یہ قدرت والے، علم والے کا اندازہ ہے۔

(7) چاند تقریباً اڑھائی لاکھ میل دور رہ کر زمین کے گرد چکر کاٹ رہا ہے۔ زمین سورج سے تقریباً ساڑھے نو کروڑ میل کے فاصلے پر رہتے ہوئے سورج کے گرد دو طریقے سے گھوم رہی ہے ایک اپنے محور پر اور دوسرے سورج کے مدار پر، یہ زبردست قدرت اور علم رکھنے والے کے اندازے ہیں۔

(8) اتنا بڑا نظام صحت سے چل رہا ہے۔ اس کائناتی نظام سے دن اور رات پیدا ہو رہے ہیں، اسی سے دن، مہینے، سال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وجود میں آئے ہیں۔اسی سے انسان کے لئے اپنی زندگی میں ترتیب رکھنا ممکن ہے، ہزاروں سال سے اس نظام میں فرق نہیں آرہا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کو ایک ایسی ہستی قائم رکھنے والی ہے جس کی قوت لامحدود حد تک زیادہ ہے۔کوئی بے علم ہستی ایسا نظام قائم نہیں کرسکتی۔اس کی منصوبہ بندی کامل ہے۔وہ بہت غلبے والا ہے، اس کے غلبے کے بغیر اتنا بڑا کارخانہ چلنا ممکن نہیں۔

(9)﴿ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾''یہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے'' یہ اللہ رب العزت کا غلبہ ہے کہ ساری مخلوق اس کے لیے مطیع ہے اور اپنے کاموں کو جاری رکھے ہوئے ہے اور ان حدوں سے انحراف نہیں کرتی جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہیں۔

(10)﴿الْعَلِيْمِ﴾وہی ہے جس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے، کچھ بھی اس سے چھپا ہوا نہیں۔اس کے علم محیط کی دلیل ہے کہ اس نے سارے نظام مسخر کر رکھے ہیں۔﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ(۳۷) وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾''اور اُن کے لیے ایک نشانی رات ہے، ہم اُس سے دن کو کھینچ لیتے ہیں تو اچانک وہ اندھیرے میں رہ جانے والے ہوتے ہیں۔اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جارہا ہے، یہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔''(یٰس:38,37)

﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ

''اور وہی ذات ہے جس نے تمہارے لیے تاروں کو بنایا تاکہ تم ان سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرو

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾

یقیناً ہم نے دلائل کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں''(97)

سوال1: اللہ تعالیٰ ہی تاروں کا خالق ہے، اس کی وضاحت﴿وَهُوَ الَّذِيْ ...يَعْلَمُوْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾''اور وہی ذات ہے جس نے تمہارے لیے تاروں کو بنایا تاکہ تم ان سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرو''اللہ تعالیٰ ہی نے دنیا کی ضروریات اور فائدوں کے لیے تارے بنائے۔(2)اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو راستے دکھانے کے لیے ستاروں کو تخلیق فرمایا۔

(3)صحرا اور سمندر میں انسان ہمیشہ ستاروں کے ذریعے راستہ معلوم کرتا ہے۔آج جدید آلات کی تیاری کے باوجود ان سفروں میں قطب شمالی اور تاروں سے ہدایت لی جاتی ہے۔

(4)﴿قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾''یقیناً ہم نے دلائل کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لیے جو علم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھتے ہیں‘‘ اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کو علم والوں کے لیے کھول کر بیان کر دیا ہے۔

(5) جیسے صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں انسان تب راہ نمائی لے سکتا ہے جب اسے ستاروں کے مداروں اور ان کے مختلف مواقع کا علم ہو اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ اپنے خالق تک پہنچنے کی ہدایت بھی علم والے ہی پا سکتے ہیں، جو علم سے محروم ہے وہ اپنے خالق کے تعلق سے محروم ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ

’’اور وہی ہے جس نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا پس ایک قرار گاہ ہے اور ایک سونپے جانے کی جگہ ہے

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ﴾

یقیناً ہم نے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں ان لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں‘‘ (98)

سوال 1: ﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ ... يَّفْقَهُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ ’’اور وہی ہے جس نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا‘‘ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سیدنا آدم علیہ السلام سے ساری نسل انسانی کو پیدا کیا۔ ان کی تخلیق، اخلاق اور اوصاف میں فرق ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے۔

(2) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹھی بھر مٹی سے پیدا کیا، جو ساری زمین سے لی گئی تھی، اسی لیے بنی آدم کی زمین کی طرح مختلف قسمیں ہیں، (رنگت کے اعتبار سے) کوئی سرخ مائل، کوئی گورا اور کوئی کالا ہے اور اسی طرح (طبیعت کے اعتبار سے) کوئی خوش مزاج، کوئی اکھڑ مزاج اور کوئی برا اور کوئی اچھا۔‘‘ (ترمذی: 2955، ابوداؤد: 4693)

(3) مرد اور عورت اپنی حقیقت کے اعتبار سے ایک ہیں۔ ایک مرد اور ایک عورت سے اللہ تعالیٰ نے کھربوں انسانوں کی پیدائش کا سلسلہ جاری کر دیا ہے۔ جس نے انسان کو اور اس کائنات کو پیدا کیا ہے اس کی قدرت وسیع ہے۔

(4) انسان کی یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ ایک مشین تخلیق کرے تو اس سے اسی قسم کی بے شمار مشینیں نکلتی چلی آئیں، انسانی کارخانوں کو الگ الگ مشینیں بنانی پڑتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس نادر تخلیق پر قادر ہے کہ ایک انسان کو وجود میں لا کر اس کی ساری نسل وجود میں لاتا ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور اُن دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔'' (النساء:1)

(6) ﴿فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ﴾ ''پس ایک قرارگاہ ہے اور ایک سونپے جانے کی جگہ ہے'' مستقر سے مراد ارحام اور مستودع سے مراد مردوں کی پشت ہے۔ (ایسر التفاسیر:410,409)

(7) انسان ابتدا میں ماں کے سپرد کیا جاتا ہے جو اس کے لئے مستقر ہے پھر وہ دنیا میں آتا ہے پھر موت کے بعد قبر میں جاتا ہے تو اس کے لئے مستودع ہے۔ ہر انسان کے لئے مستقر بھی الگ ہے اور مستودع بھی مقرر ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ نے ان کا مستقر یعنی ان کی غایت وانتہا مقرر فرما دی ہے جس کی طرف ان کو لے جایا جا رہا ہے اور وہ ہے آخرت کی جائے قرار، اس سے آگے کوئی غایت ومنتہا نہیں۔ دنیا وہ گھر ہے جہاں رہنے کے لیے مخلوق کو پیدا کیا گیا اور ان کو اس لیے وجود میں لایا گیا تا کہ وہ ان اسباب کے لیے بھاگ دوڑ کریں جو زمین میں پیدا ہوتے ہیں اور زمین ان سے آباد ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آباء کی پشتوں اور ماؤں کے رحموں میں امانت رکھ دیا، وہاں سے یہ امانت دنیا میں آجاتی ہے پھر برزخ میں منتقل ہو جاتی ہے۔ ہر جگہ اس کی حیثیت امانت کی ہوتی ہے جس کو ٹھہراؤ اور ثبات نہیں بلکہ منتقل ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ دار آخرت میں اسے پہنچا دیا جائے جو اس کا مستقر ومقام ہے۔ رہا دنیا کا یہ گھر تو یہ صرف گزرگاہ ہے۔ (تفسیر سعدی:802/1)

(9) ﴿قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم نے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں ان لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے سمجھ رکھنے والوں کے لئے نشانیاں واضح کر دی ہیں اور فقیہہ وہ ہے جو انسان کی تخلیق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی کاریگری کو جانتا ہو کہ کیسے نطفے سے مرد اور عورت پیدا ہو جاتے ہیں؟ کیسے ان کی تعداد کم وبیش برابر رہتی ہے؟ کیسے نسل کے جاری رہنے کے لئے انتظامات کئے جاتے ہیں؟ اس میں ایک غالب اور علم رکھنے والے خالق تک پہنچنے کے لئے نشانیاں ہیں مگر سمجھ رکھنے والوں کے لئے۔

(10) اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں اس لیے کھول کر بیان کی ہیں تا کہ لوگ اس کی آیات کو سمجھیں۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ

''اور وہی ذات ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا سو ہم نے اس سے ہر قسم کی نباتات اگائیں، تو ہم نے اُس سے سبز کھیتی نکالی

خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ

جس سے ہم تہ بہ تہ دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے اس کے گابھوں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں اور انگور اور زیتون

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ

اور انار کے باغات ہیں آپس میں ملتے جلتے اور نہ ملنے جلنے والے، اس کے پھل کو دیکھو جب وہ پھل لائے اور جب وہ پکتا ہے

وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾

بلاشبہ ان چیزوں میں یقیناً نشانیاں ہیں اُن کے لیے جو ایمان لاتے ہیں" (99)

سوال 1: پانی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اس کی وضاحت ﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ ... يُّؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ "اور وہی ذات ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا" اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات میں سے بڑی نعمت کو بیان فرمایا ہے کہ ہر چیز کی پیدائش میں پانی کا کردار ہے۔ سطح زمین پر مٹی کی فراہمی پانی کی وجہ سے ہے۔ زمین کو تر و تازہ اور سرسبز رکھنے کے لئے پانی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ آسمانوں میں بجلیوں کی چمک کی وجہ سے برف اور بارشوں کے ساتھ نائیٹروجن گرتی رہی جو پانیوں میں تحلیل ہو سکتی ہے اس طرح زمین کی روئیدگی شروع ہو گئی۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ "اور جن لوگوں نے کفر کیا کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ یقیناً آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے ان دونوں کو پھاڑ کر جدا کیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو بنایا تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے۔" (الانبیاء: 30) اللہ تعالیٰ نے پانی جیسی نعمت عطا فرمائی جس سے ہر قسم کی غذائیں مہیا کیں اور دیگر ضروریات پوری کیں۔ یہ انعام واجب کرتا ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، اس کی عبادت اور اس کی محبت کے لیے کوشش کریں۔

(3) ﴿فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا﴾ "سو ہم نے اس سے ہر قسم کی نباتات اگائیں تو ہم نے اُس سے سبز کھیتی نکالی" ہر پودا جب اگتا ہے تو سبز ہوتا ہے۔ مٹی سے سبزہ نکالنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے پانی سے اگنے والی نفع مند نباتات کا ذکر کیا ہے۔

(5) ﴿نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا﴾ "جس سے ہم تہ بہ تہ دانے نکالتے ہیں" اللہ تعالیٰ نے سرسبز نباتات میں سے تہ بہ تہ دانے نکالے یعنی گندم، جو، مکئی، چاول اور دیگر اجناس سب ایک ہی مادے سے اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے نہیں۔ تمام دانے الگ الگ ہوتے ہیں جب کہ ان کی جڑ ایک ہوتی ہے۔ ان میں سے کچھ بیج کے لیے رکھ لیے جاتے ہیں اور کچھ ذخیرہ کر لیے جاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿وَمِنَ النَّخْلِ﴾ ''اور کھجور کے درختوں سے'' اللہ تعالیٰ نے کھجور سے گابھے اور ان سے کھجور کے خوشے نکالے۔

(7)﴿مِنْ طَلْعِهَا﴾ ''اس کے گابھوں سے'' جو کہ خوشہ نکلنے سے پہلے کا غلاف ہوتا ہے۔

(8)﴿قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ﴾ ''جھکے ہوئے خوشے ہیں'' اللہ تعالیٰ پھلوں کے جھکے ہوئے گچھے نکالتے ہیں جن کو کھجوروں سے حاصل کرنا مشکل نہیں ہوتا۔

(9)﴿وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ﴾ ''اور انگور اور زیتون اور انار کے باغات ہیں'' اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر انگور، زیتون اور انار کے باغات کا ذکر اس لیے کیا ہے کیونکہ ان میں نفع زیادہ ہے اور ان کی بڑی اہمیت ہے۔

(10)﴿مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ﴾ ''آپس میں ملتے جلتے اور نہ ملنے جلنے والے'' اس سے مراد انار اور زیتون ہو سکتے ہیں کیونکہ ان کے درخت اور پتے ملتے جلتے ہوتے ہیں اور پھل غیر مشابہ ہوتے ہیں۔ اس سے وہ تمام درخت اور پھل بھی مراد ہو سکتے ہیں جو کسی اعتبار سے ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں لیکن دوسرے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔

(11)﴿اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ﴾ ''اس کے پھل کو دیکھو جب وہ پھل لائے اور جب وہ پکتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے پھل کھانے کی نہیں غور وفکر کی دعوت دی ہے کہ پکنے کی خوبصورتی دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی کاریگری پر غور کرو اور ان سے لطف حاصل کرو۔ (12) اللہ تعالیٰ نے عام طور پر تمام پھلوں کی طرف لیکن خاص طور پر کھجور کی طرف توجہ کرنے کی دعوت دی ہے۔

(13) غور وفکر کی دعوت اس وقت کے لیے ہے ﴿اِذَآ اَثْمَرَ﴾ 'جب وہ پھل لائے'' ﴿وَيَنْعِهٖ﴾ ''اور جب وہ پکتا ہے'' یعنی اس کے شگوفے نکلنے اور پک کر پھل کے سرخ ہونے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور احسان کو دیکھو۔

(14)﴿كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ﴾ ''جب وہ ثمر آور ہوں ان کے پھل کھاؤ اور ان کی کٹائی کے دن اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو۔'' (الانعام:141)

(15)﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''بلاشبہ ان چیزوں میں یقینا نشانیاں ہیں اُن کے لیے جو ایمان لاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے آیات الٰہی سے فائدہ اٹھانے کو مومنوں کے ساتھ خاص کیا ہے کیونکہ نشانیاں ان لوگوں کے لئے ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ ایمان لانے سے قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور انسان کا دل کھل جاتا ہے پھر انسان اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور وفکر کر سکتا ہے۔

(16) مومنوں کو ان کا ایمان اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ ایمان کے تقاضوں کو پورا کریں اور ان میں ہی اللہ تعالیٰ کی آیات پر غور وفکر اور ان سے نتائج نکالنا بھی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: ایمان کی دعوت انسان کے ذہن کا جزو کب بنتی ہے؟

جواب: ایمان کے راستے میں جب انسان آدھا سفر طے کر لیتا ہے پھر یہ دعوت اثر انداز ہوتی ہے اور یہ آدھا سفر سماعت کا ہے۔ جیسے قرآن حکیم میں فرمایا: ﴿إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ﴾ ''یقیناً قبول وہ لوگ کرتے ہیں جو سنتے ہیں۔'' (الانعام: 36)

﴿وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ

''اور ان لوگوں نے جنوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیا ہے حالانکہ اس نے اُن کو پیدا کیا اور انہوں نے کچھ جانے بغیر اُس کے بیٹے

سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَصِفُونَ﴾ ع 12 6 18

اور بیٹیاں تراش رکھی ہیں، وہ پاک ہے اور بے حد بلند ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں'' (100)

سوال 1: مشرکین کی جو مذمت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَجَعَلُوا لِلَّهِ ... يَصِفُونَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں ان مشرکوں کی مذمت کی گئی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کی بھی پوجا کی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں دوسروں کو اس کا شریک بنا دیا۔ رب العزت نے ان کے بارے میں فرمایا: ﴿وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''اور ان لوگوں نے جنوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیا ہے حالانکہ اس نے ان کو پیدا کیا اور انہوں نے کچھ جانے بغیر اس کے بیٹے اور بیٹیاں تراش رکھی ہیں'' اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ بندوں پر اس کے اتنے احسانات ہیں اس کے باوجود وہ جنوں اور فرشتوں کو اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں۔

(2) انسان کی یہ کمزوری رہی ہے کہ جس چیز میں بھی وہ پُراسراریت دیکھتا ہے اُسے بڑا سمجھ کر اُسے خُدا بنا بیٹھتا ہے پھر اس سے نفع حاصل کرنے کے لئے مدد مانگتا ہے اور اس کی آفتوں سے بچنے کے لئے اس کو پوجتا ہے، اسی ذہنیت کے تحت جنوں اور فرشتوں کی پرستش شروع ہوئی حالانکہ ان کے الٰہ نہ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کے اندر تخلیق کرنے کی صفت موجود نہیں ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے خلق اور امر میں شریک ٹھہراتے ہیں۔

(4) انہوں نے جعلی طور پر یہ عقیدہ گھڑ لیا ہے، یہودیوں نے عزیر کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا، عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا، اہل عرب نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا۔ یہ سارے دعوے بغیر علم کے ہیں۔ انہوں نے نہ اپنے آپ کو پیدا کیا نہ دوسروں کو پیدا کرنے پر قادر ہیں۔ خالق ہی الٰہ ہو سکتا ہے۔ مخلوق الٰہ نہیں ہو سکتی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ''وہ پاک ہے اور بے حد بلند ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے پاک اور بلند ہے اور شرکاء سے بھی پاک اور بری ہے۔(مختصر ابن کثیر:525/1)

(6)اللہ تعالیٰ ہر صفت کمال سے متصف اور ہر نقص، آفت اور عیب سے منزہ ہے۔(تفسیر سعدی:805/1)

﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ

''آسمانوں اور زمین کا وہی موجد ہے، اس کی کوئی اولاد کیسے ہو سکتی ہے جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں! اور اس نے ہر

شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

چیز کو پیدا کیا ہے اور وہی ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے''(101)

سوال 1: اللہ تعالیٰ نے سابقہ نمونے کے بغیر آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اس کی وضاحت ﴿بَدِيْعُ ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمانوں اور زمین کا وہی موجد ہے'' اللہ تعالیٰ کسی سابقہ نمونے کے بغیر آسمانوں اور زمین کو تخلیق کرنے والا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بہترین شکل، مہارت اور بہترین نظام کے ساتھ تخلیق کیا ہے۔ اس کی تخلیق میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔

(3)﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی زمین اور آسمان کا موجد ہے'' کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعارف کروا کر یہ ثابت کرنا مطلوب ہے کہ اللہ تعالیٰ نئے سرے سے کائنات کو وجود میں لے کر آیا ہے اسے کیا ضرورت کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔

(4)اولاد تو اس کی ضرورت ہے جو کمزور ہو، فانی ہو، اسے مدد کی ضرورت ہو۔ وہ تو نئے سرے سے ہر چیز کو پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے، اس میں کمزوری نہیں، وہ باقی ہے، اسے مددگاروں کی ضرورت نہیں پھر اس کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے؟

(5)﴿اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ﴾ ''اس کی کوئی اولاد کیسے ہو سکتی ہے جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں'' اللہ تعالیٰ کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں۔ دنیا میں اولاد کا ضابطہ یہی ہوتا ہے کہ ایک ہی جنس سے جوڑا ہو پھر اولاد ممکن ہے۔ جب کہ جوڑا ہی نہیں تو اولاد کیسے ممکن ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا (۸۸) لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا (۸۹) تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (۹۰) اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا (۹۱) وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا (۹۲) اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا (۹۳) لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا (۹۴) وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا﴾ ''اورانہوں نے کہا کہ رحمان نے کسی کو بیٹا بنایا ہے بلاشبہ تم یقیناً بڑی بھاری بات کو آئے ہو۔قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گر پڑیں۔کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔آسمان اور زمین میں جو کوئی بھی ہے رحمان کے پاس غلام بن کر ہی آنے والا ہے۔بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اس نے ان سب کو خوب اچھی طرح شمار کر کے گن رکھا ہے۔اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔''(مریم:95-88)

(7)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''(اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ) ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ اس کے لئے یہ مناسب نہ تھا۔اس نے مجھے گالی دی حالانکہ یہ اس کا حق نہیں تھا۔مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ میں اسے دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا جیسا کہ میں نے اسے پہلی دفعہ پیدا کیا تھا۔اس کا گالی دینا یہ ہے کہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنالیا ہے حالانکہ میں بے پرواہ ہوں،میرے ہاں نہ کوئی اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد اور نہ کوئی میرے برابر کا ہے۔''

(بخاری:4975)

(8)﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ﴾''اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے''اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے،اس کی تخلیق میں سے کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں۔

(9)﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾''اور وہی ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے''اللہ تعالیٰ کا علم تمام اشیاء کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

(10)تخلیق کے بعد علم کے ذکر میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اسے اپنی مخلوق کا علم ہے اور اس کی مخلوق ایک نظام کے مطابق چل رہی ہے اس سے اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔اس نے فرمایا:﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾''کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا اور وہ نہایت باریک بیں،خوب باخبر ہے۔''(الملک:14)

﴿اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۭ بَلٰي ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں! اور وہ سب کچھ پیدا کرنے والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔''(یٰسین:81)

سوال 2:معبود ہونے کے لئے''خلق''اور''علم''کی صفات کا ہونا ضروری ہے،کیسے،وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1) خالق الٰہ ہوسکتا ہے۔جس کے اندر خلق کی صفت نہیں وہ خدا کیسے ہوسکتا ہے جو نہ خود اپنے آپ کو بنا سکا ہو نہ کسی اور چیز کی تخلیق پر قدرت رکھتا ہو۔

(2) علم والا ہی الٰہ ہوسکتا ہے۔ جو علیم ہے وہ ہر جزو اور کل سے باخبر ہوتا ہے اور اپنی خبر کے مطابق وہ کام بناتا ہے۔

(3) جو الٰہ کامل صفات کا مالک ہے کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنی خدائی میں کسی اور کو شریک کر لے۔

﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ 16

''یہ اللہ ہے جو تمہارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہر چیز کا خالق ہے، چنانچہ تم اسی ایک کی عبادت کرو،

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾

اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے'' (102)

سوال 1: اللہ تعالیٰ ہی تمہارا پروردگار ہے، اس کی وضاحت ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ ... وَّكِيْلٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ﴾ ''یہ اللہ ہے جو تمہارا رب ہے'' اللہ تعالیٰ جو تمہارا خالق ہے، جسے تمہارا ابھی علم ہے، تمہاری ضروریات کا بھی، تمہارے حالات کا بھی، وہی تمہارا رب ہے، وہی تمہاری عبادت اور تمہاری محبت کا حق رکھتا ہے۔

(2) جب اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اپنی ہر قسم کی عبادت کا رخ اس کی طرف پھیر دو، اسی کے لیے عبادت کو خالص کرو، اسی کی رضا کو اپنا مقصد بناؤ، اس نے فرمایا: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں۔'' (الذاریات:56)

(3) ﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی تمہارا رب ہے جو خالق کائنات ہے اور وہ اس لیے عبادت کے لائق ہے کہ اس کی نہ کوئی بیوی ہے نہ کوئی اولاد۔ اسی کی عبادت کرو، وہ بے مثال خالق ہے۔ وہی رزق دیتا ہے اور وہی حفاظت کرتا ہے۔

(4) ﴿خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ﴾ ''وہ ہر چیز کا خالق ہے چنانچہ تم اسی ایک کی عبادت کرو'' خالق ہونے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ بادشاہ بھی اور مالک بھی ہے اور مالک ہے تو رازق بھی ہے اور رزق وہ اپنی ملکیت سے دیتا ہے جس میں کوئی شریک نہیں ہے۔ تخلیق، ملکیت اور رزق اللہ تعالیٰ کا ہے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہی رب ہے۔ انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔

(5) انسان کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کی ذات سب سے بڑا سہارا ہے اس لئے انسان کو اللہ تعالیٰ کی غلامی کرنی چاہیے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾ ''اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے'' اللہ تعالیٰ اپنی ہر تخلیق کا نگہبان اور حفاظت کرنے والا ہے، ان سب کو رزق دیتا ہے، ان کی خوراک مہیا کرتا ہے، ان کے لیے تدبیر اور انتظام کرتا ہے اور اپنی قدرت سے ہر طرح کا اختیار استعمال کرتا ہے، وہ ہر چیز پر ''وکیل'' نگہبان ہے۔

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾

''نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ سب نگاہوں کو پالیتا ہے اور وہ نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے'' (103)

سوال 1: دیدار الٰہی آخرت میں ہوگا، اس کی وضاحت ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ... وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ﴾ ''نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں'' انسان کی نگاہیں رب کو نہیں پا سکتیں۔ ایک فانی وجود کے لیے ممکن بھی نہیں کہ وہ ازلی وابدی ذات کا ادراک کر سکے۔ اسے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

(2) انسان نگاہوں سے رب کی نشانیاں پا سکتا ہے اس لئے اسے جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ محسوس صورت میں نظر نہیں آ سکتا۔ (3) اس کی عظمت اور اس کے جلال وکمال کی بنا پر نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں یعنی نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اگرچہ آخرت میں اس کو دیکھ سکیں گی اور اس کے چہرہ مکرم کے نظارے سے خوش ہوں گی پس ادراک کی نفی سے رویت کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ مفہوم مخالف کی بنا پر رویت کا اثبات ہوتا ہے کیونکہ ادراک، جو کہ رویت کا ایک خاص وصف ہے، کی نفی رویت کے اثبات پر دلالت کرتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 806/1)

(4) وہ تمام چیزوں کو دیکھ رہا ہے، کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے اور مقصود بندوں کو خوف دلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اگرچہ ظاہری نگاہیں نہیں دیکھ رہی ہیں، لیکن وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ اس لئے اس کی گرفت سے بچ کر رہنا چاہیے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اہل دنیا کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی دنیاوی وجود رکھنے والے شخص کو اس کا بیٹا قرار دیا جائے؟! آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ (تیسیر الرحمن: 423/1)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: اے ایمان والوں کی ماں! کیا نبی ﷺ نے معراج کی رات میں اپنے رب کو دیکھا تھا؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تم نے ایسی بات کہی کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے، کیا تم ان تین باتوں سے بھی ناواقف ہو؟ جو شخص بھی تم میں سے یہ تین باتیں بیان کرے وہ جھوٹا ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہو کہ نبی ﷺ نے شب معراج

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں اپنے رب کو دیکھا تھا وہ جھوٹا ہے۔ پھر انہوں نے آیت ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ ''نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ سب نگاہوں کو پالیتا ہے اور وہ نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔'' (الانعام:103) اور ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ﴾ ''اور کسی انسان کی یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے، یا یہ کہ وہ کوئی رسول بھیجے، پھر وہ اپنے حکم سے جو چاہے وحی کرے، یقیناً وہ بے حد بلند، کمال حکمت والا ہے۔'' (شوریٰ:51) تک کی تلاوت کی اور جو شخص تم سے کہے کہ نبی ﷺ آنے والے کل کی بات جانتے تھے وہ بھی جھوٹا ہے۔ اس کے لیے انہوں نے آیت ﴿وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ یعنی ''اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا۔'' (لقمان:34) کی تلاوت فرمائی۔ اور جو شخص تم میں سے کہے کہ نبی ﷺ نے تبلیغ دین میں کوئی بات چھپائی تھی وہ بھی جھوٹا ہے۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾ یعنی ''اے رسول! پہنچا دیجئے وہ سب کچھ جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر اتارا گیا ہے۔'' (المائدۃ:67) ہاں نبی ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دو مرتبہ دیکھا تھا۔ (صحیح بخاری:4855)

(6) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم میں کھڑے ہو کر پانچ باتیں فرمائیں: ''اللہ تعالیٰ سوتا نہیں اور نہ ہی سونا اس کی شان ہے۔ میزان اعمال کو جھکاتا ہے اور بلند کرتا ہے۔ اس کی طرف رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے بلند کیا جاتا ہے اور اس کا حجاب آگ ہے۔ اگر وہ اسے کھول دے تو اس کے چہرے کی شعائیں جہاں تک اس کی نگاہیں پہنچتی ہیں مخلوق کو جلا دیں۔'' (صحیح مسلم:445)

(7) سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ تو نور ہے میں اس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں۔'' (زیادتی نور کی وجہ سے) (صحیح مسلم:443)

(8) ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ (٢٢) إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (٢٣)﴾ ''بعض چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔'' (القیامۃ:23,22)

(9) سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب اہل جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے تو حق تعالیٰ ان سے فرمائیں گے کہ جو نعمتیں جنت میں مل چکی ہیں ان سے زائد اور کچھ چاہیے تو بتلاؤ کہ ہم وہ بھی دے دیں، یہ لوگ عرض کریں گے، یا اللہ آپ نے ہمیں دوزخ سے نجات دی، جنت میں داخل فرمایا، اس سے زیادہ ہم اور کیا چاہیں؟ اس وقت حجاب درمیان سے اٹھا دیا جائے گا اور سب کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگی اور جنت کی ساری نعمتوں سے بڑھ کر یہ نعمت ہوگی۔'' (مسلم)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(10) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(روز قیامت) تم اپنے رب کو بھی (ظاہراً) اسی طرح دیکھو گے جس طرح بغیر کسی تکلیف کے تم چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو۔'' (مسلم:451)

(11) ﴿وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ﴾ ''اور وہ سب نگاہوں کو پالیتا ہے'' اللہ تعالیٰ انسان کو دیکھتا ہے کہ وہ بصیرت کی آنکھ سے دیکھ کر رب کو ماننے پر راضی ہے یا نہیں؟ وہ باریک بین ہے، جس کے بارے میں اس کی نگاہیں پالیتی ہیں کہ وہ بن دیکھے اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتا ہے اسی کو وہ جنتوں جیسی نعمتیں عطا کرتا ہے۔

(12) اللہ تعالیٰ وہی ہے جو ہر ظاہر اور باطن کا علم رکھتا ہے، جہری اور خفیہ آوازوں کو سنتا ہے، اس کی بصارت سے کچھ بھی اوجھل نہیں ہے۔

(13) ﴿وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ ''اور وہ نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اللطیف ہے۔ وہ باریک بین ہے اس کا لطف و کرم ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنی طرف آنے کا راستہ دکھاتا ہے اور ہمیشہ کی جنت میں پہنچاتا ہے۔ بسا اوقات وہ اپنے بندوں پر ایسے حالات مقدر کر دیتا ہے جنہیں وہ ناپسند کرتے ہیں اور ان کو دور کرنے کے لیے دعائیں کرتے ہیں مگر وہ رب کریم جانتا ہے کہ ان کے کمال کے لیے کیسے حالات اور معاملات ان کے لیے درست ہیں ﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ ''کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا اور وہ نہایت باریک بین، خوب باخبر ہے۔'' (الملک:14) وہ لطیف و کریم مومنوں کے ساتھ بے حد رحیم ہے۔

(14) ﴿يٰبُنَيَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ﴾ ''اے میرے چھوٹے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے وزن کی ہو، پس وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں تو اللہ تعالیٰ اس کو لے آئے گا یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔'' (لقمان:16)

(15) اللہ تعالیٰ خبیر ہے اس نے اپنے بندوں کو خبردار کیا ہے کہ ان کی ہدایت اور گمراہی ان کی اپنی ذات کے لیے ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کے لیے کیسی نگاہوں کی ضرورت ہے؟

جواب: بصیرت کی آنکھ ہی اللہ تعالیٰ کو پا سکتی ہے، جو بصارت سے دیکھنا چاہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے سے محروم رہتا ہے۔

﴿قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ

''یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت افروز دلیلیں آ گئی ہیں، چنانچہ جو بینائی سے کام لے گا تو وہ اس کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ﴾

اپنے نفس کے لیے ہے اور جو اندھا رہا تو وہ بھی اُسی پر ہے اور میں تم پر کوئی محافظ نہیں ہوں'' (104)

سوال 1: بصائر سے کیا مراد ہے، اس کی تفسیر ﴿قَدْ جَآءَكُمْ ... بِحَفِيْظٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت افروز دلیلیں آ گئی ہیں'' بصائر سے مراد کتاب وسنت کے دلائل ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 527/1)

(2) یہاں بصیرت سے مراد وہ دلائل اور نشانیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور رسول ﷺ نے اپنی سنت مبارکہ میں بیان فرمایا ہے۔ (تیسیر الرحمن: 424,423/1)

(3) بصیرت یعنی اللہ تعالیٰ کا علم (قرآن) انسان کو ہدایت دیتا ہے، راہ نمائی کرتا ہے۔

(4) جو علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آ رہا ہے وہی بصیرت کی روشنی ہے۔

(5) یعنی تمہارے پاس حق واضح کرنے والی آیات آ گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان آیات کے ذریعے اپنے بندوں کی تربیت فرماتے ہیں۔

(6) ﴿فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ﴾ ''چنانچہ جو بینائی سے کام لے گا تو وہ اس کے اپنے نفس کے لیے ہے'' جو شخص اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روشنی، وحی کی روشنی کو کھلی آنکھوں سے دیکھے گا، اس کا علم حاصل کرے گا اپنے ہی لیے کرے گا۔

(7) ﴿مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ ''جو ہدایت پاتا ہے وہ اپنی ذات کے لیے ہدایت پاتا ہے اور جو گمراہ ہوا وہ اپنے آپ پر گمراہ ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں۔'' (بنی اسرائیل: 15)

(8) ﴿وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا﴾ ''اور جو اندھا رہا تو وہ بھی اُسی پر ہے'' جو وحی کی روشنی سے آنکھیں بند کر لے اور اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی دیکھنا ہی نہ چاہے وہی محروم ہے۔

(9) جو غور وفکر نہ کرے وہ نہ اس کی اطاعت کرتا ہے نہ اس کے سامنے جھکتا ہے۔

(10) اندھے پن کا نقصان اسی کے لیے ہے جو اندھا بنا رہا اور اس نے غور وفکر نہ کیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾ ''تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے وہ سمجھتے ہوں؟ یا ایسے کان ہوں جن سے وہ سنتے ہوں، پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔'' (الحج:46)

(11) ﴿وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ﴾ ''اور میں تم پر کوئی محافظ نہیں ہوں'' رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا آپ ﷺ انہیں بتادیں کہ میں تمہارے اعمال پر نگران نہیں ہوں۔

(12) میں تم پر نگران نہیں ہوں سے مراد یہ ہے کہ نظریں عطا کر کے، بصیرت کی روشنی، قرآن کا علم دے کر اگر اب بھی کوئی آنکھیں بند کرتا ہے تو تمہاری بصیرت کی مزید نگرانی اب جبر کے دائرے میں آتی ہے، اختیار کے دائرے میں نہیں اس لئے میں تم پر نگران نہیں ہوں۔

(13) میرا فرض وحی کو پہنچانا تھا سو میں نے پہنچا دیا، اس کے بعد جو کچھ ہے اس پر میں نگران نہیں ہوں۔

﴿وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ

''اور اسی طرح ہم اپنی آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں اور تا کہ وہ کہیں کہ تم نے پڑھ رکھا ہے اور تا کہ ہم اسے ان لوگوں

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾

کے لیے واضح کر دیں جو علم رکھتے ہیں'' (105)

سوال 1: ﴿وَكَذٰلِكَ ... يَّعْلَمُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ﴾ ''اور اسی طرح ہم اپنی آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں اور تا کہ وہ کہیں کہ تم نے پڑھ رکھا ہے'' یعنی جس طرح توحید کے بیان کے سلسلے میں اور اس بارے میں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم نے اس سورت میں دلائل کو بیان کیا ہے، اسی طرح جاہلوں کی جہالت کی وجہ سے ہم ہر جگہ دلائل و براہین کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تا کہ مشرک، کافر اور تکذیب کرنے والے یہ نہ کہیں کہ آپ یہ باتیں اہل کتاب سے سیکھے ہوئے ہیں اور ان سے پڑھے ہوئے ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا یہی قول ہے۔ (تفسیر طبری:398/7)

(2) اہل مکہ گمان کرتے تھے کہ نبی ﷺ کو جبر اور یسار دو نصرانی غلام سکھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس کی وضاحت فرمائی ہے: ﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور ہم جانتے ہیں کہ یقیناً وہ کہتے ہیں کہ بے شک اسے تو ایک آدمی سکھاتا ہے جس آدمی کی طرف وہ غلط منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ واضح عربی زبان ہے۔'' (النحل:103)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا (۴) وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (۵) قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ یہ من گھڑت چیز کے سوا کچھ نہیں جسے اس نے گھڑلیا ہے اور اس پر دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے سو یقیناوہ ظلم اور سخت جھوٹ پر اتر آئے ہیں۔انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھوار کھا ہے پس وہی اس کو صبح شام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔آپ کہہ دیں اس کو نازل کیا ہے اس نے جو آسمانوں اور زمین کے راز جانتا ہے یقیناوہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الفرقان:4-6)

(4)﴿وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''اور تاکہ ہم اسے ان لوگوں کے لیے واضح کردیں جو علم رکھتے ہیں'' یعنی ہم ان لوگوں پر حق واضح کردیں جو اس کا علم رکھتے ہیں کیونکہ جاہل قرآن حکیم کی آیات کو نہ سمجھتے ہیں نہ اس سے نفع اٹھاتے ہیں۔(تفسیر منیر)

(5)اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کارفرما ہے کہ اس نے کچھ لوگوں کو گمراہ رکھا اور کچھ کے سامنے حق کو اس طرح واضح فرمادیا کہ وہ ہدایت یاب ہوگئے۔﴿يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا﴾ ''اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے ذریعے بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے۔'' (البقرۃ:26)(المصباح المنیر:507/2)

﴿اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ

''آپ اسی کا پیچھا کریں جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر وحی کی جارہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں

عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

اور آپ مشرکوں سے کنارہ کشی اختیار کریں'' (106)

سوال 1:وحی کی اتباع کے حکم کی وضاحت﴿اِتَّبِعْ ... الْمُشْرِكِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''آپ اسی کا پیچھا کریں جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر وحی کی جارہی ہے'' آپ ﷺ اور ایمان والوں سے کہا گیا کہ آپ وحی کی پیروی کریں اور اس کے مطابق عمل کریں۔یہ حکم اس لیے دیا گیا کہ وحی حق ہے اور اس میں شبہ کی گنجائش نہیں۔

(2)(i)وحی کی پیروی سے مراد وحی کی ہدایات کی پیروی ہے۔(ii)اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے والا ہی ہر ہدایت پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔اس اعتبار سے وحی کی پیروی سے مراد سپردگی ہے کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کردو۔(iii)وحی کی پیروی سے مراد یہ ہے کہ اپنی زندگی وحی کے مطابق ڈھالنے کے ساتھ ساتھ اپنے ساتھیوں کی زندگی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے مطابق درست کریں۔

(3)﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود ہونے کا حق نہیں رکھتا اس لیے آپ پر لازم ہے کہ اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کریں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے اور رات کو سکون بنانے والا اور سورج اور چاند کو اپنے حساب سے چلانے والا ہے۔ (جامع البیان:323/7)

(4)﴿وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''اور آپ مشرکوں سے کنارہ کشی اختیار کریں'' مشرک دعوت حق کا انکار کرتے ہیں اور اپنے انکار کو ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کی باتیں نکالتے ہیں۔ ایسے موقع پر دعوت دینے والے کے دل میں خیال آتا ہے کہ وہ دعوت کا انداز بدل دے تا کہ وہ دعوت ان لوگوں کے لئے قابل قبول بن جائے، اس طرح اصل دعوت بدل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دعوت کا انداز بدلنے کی بجائے حکم یہ دیا ہے کہ ان سے تعلقات ہی بدل ڈالو۔ ان سے منہ موڑ لو۔

(5) مشرکوں کو بس معاف کردو اور ان کی ایذا برداشت کرلو۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ بعد میں یہ حکم اس آیت سے منسوخ کردیا گیا ﴿اقتلوا المشركين حيث وجدتموهم﴾ (جامع البیان:323/7)

﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۭ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ﴾

''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ لوگ شرک نہ کرتے اور ہم نے آپ کو ان پر نگہبان نہیں بنایا اور نہ ہی آپ اُن پر کوئی نگہبان ہیں'' (107)

سوال 1: شرک بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ ... بِوَكِيْلٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ لوگ شرک نہ کرتے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ہدایت کے لیے جمع کردیتا۔ (جامع البیان:323/7)

(2) شرک بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا مشرک شرک نہ کرتے لیکن اس کے ہر کام میں حکمت کار فرما ہے، اس کے کاموں میں کوئی دم نہیں مار سکتا اور وہ مخلوق کے ایک ایک کام سے باز پرس کرنے والا ہے۔ (مختصر ابن کثیر:528/1)

(3)﴿وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾ ''اور ہم نے آپ کو ان پر نگہبان نہیں بنایا'' یعنی آپ کو ان کے اعمال کے لیے نگران نہیں بنایا گیا کہ آپ انہیں ان کے جرائم پر پکڑیں۔ (الاساس:1738/3)

(4) ہم نے آپ کو لوگوں کے اقوال و افعال، ان کی روزیوں اور دیگر کاموں پر نگران نہیں بنایا۔ آپ کے ذمے تبلیغ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَذَكِّرْ ۘ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ (۲۱) لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾ ''پس آپ نصیحت کریں، یقیناً آپ نصیحت کرنے ہی والے ہیں۔ آپ ان پر ہرگز کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔'' (الغاشیہ:22,21) ﴿وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾ ''اور جس کی ہم انہیں دھمکی دے رہے ہیں اگر اس کا کچھ حصہ ہم آپ کو دکھا دیں یا واقعتاً ہم آپ کو اٹھا لیں تو بلاشبہ آپ کے ذمے تو صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔'' (الرعد:40)

(5) ﴿وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ﴾ ''اور نہ ہی آپ اُن پر کوئی نگہبان ہیں'' یعنی آپ ان کے رزق پر نگران نہیں ہو اور نہ ایسے امور کے جن کی حفاظت کے لیے آپ کو مامور نہیں کیا گیا۔ (جامع البیان:323/7)

(6) لوگوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، آپ ان کے امور کا پیچھا کرنے کے لیے نگران نہیں ہو۔

(7) اللہ تعالیٰ سے اس کے افعال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا البتہ بندوں سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور نبی کریم ﷺ کی ذمہ داری نہیں تھی کہ وہ انسانوں کے اعمال واقوال کا ریکارڈ رکھتے، اور نہ ہی وہ ان کی روزی اور دیگر امور کے ذمہ دار تھے ان کا کام تو اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا دینا تھا، سو انہوں نے بدرجہ اتم انجام دیا۔ (تیسیر الرحمن:425,424/1)

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ كَذٰلِكَ

''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں برا بھلا نہ کہو کہ وہ بھی بغیر علم کے حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہیں گے اسی طرح ہم نے

زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۠ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

ہر گروہ کے لئے اس کا عمل خوش نما بنا دیا ہے، پھر انہیں اپنے رب کی طرف ہی پلٹنا ہے تو وہ انہیں بتا دے گا جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' (108)

سوال 1: مشرکوں کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے روکنے میں کیا حکمت ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا تَسُبُّوا ... يَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پکارتے ہیں اُنہیں برا بھلا نہ کہو کہ وہ بھی بغیر علم کے حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کو بُرا بھلا کہیں گے'' دعوت کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑا جائے۔ جس وقت ایک داعی بدکلامی کرتا ہے تو اُس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگ مشتعل ہوکر اللہ تعالیٰ ہی کو برا بھلا کہتے ہیں اور دعوت اور قبولیت کا معاملہ بیچ میں ہی رہ جاتا ہے اس لئے مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔

(2) اس آیت کریمہ میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ غایت تادب کی تعلیم دی گئی ہے۔ (تیسیر الرحمن:425/1)

(3) وہ ظلم وزیادتی سے بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہیں گے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے جلال وکمال کو جانتے تو گالی نہ دیتے۔ (ایسر التفاسیر:414)

(4) مسلمان کافروں کے بتوں کو برا کہا کرتے تھے تو جواب میں کفار بے ادبی اور بے سمجھی سے اللہ تعالیٰ کو برا کہنے لگ جاتے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (تفسیر عبدالرزاق:61/2)

(5) ﴿كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ﴾ "اسی طرح ہم نے ہر گروہ کے لئے اس کا عمل خوش نما بنادیا ہے" اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ ہر شخص جو عمل کرتا ہے اسے اچھا سمجھ کر کرتا ہے۔ اگر وہ اچھا عمل کرتا ہے تو اسے بھی اچھا سمجھتا ہے اور برا عمل کرتا ہے تو اسے بھی اچھا سمجھتا ہے کیونکہ وہ سارے اعمال کو دنیا تک ہی محدود سمجھ لیتا ہے اس لئے یہ رائے قائم کرنی آسان ہو جاتی ہے۔ (6) اللہ تعالیٰ ہر امت کے خیر وشر کو ان کے لیے مزین کر دیتے ہیں۔

(7) ﴿ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ "پھر انہیں اپنے رب کی طرف ہی پلٹنا ہے تو وہ اُنہیں بتا دے گا جو وہ عمل کیا کرتے تھے" اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اُن کے اعمال کے بارے میں متنبہ کیا ہے کہ ان اعمال کو دنیا کا معاملہ نہ سمجھو، لوٹ کر رب کے پاس جانا ہے پھر وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیسے عمل کرتے تھے؟ اس لئے کل آنے سے پہلے آج ہی فکر کر لو کیسا عمل کر رہے ہو۔

﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا

"اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئے گی تو وہ ضرور بہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے

الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

آپ کہہ دیں یقیناً نشانیاں تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور تمہیں کیا خبر کہ جب نشانیاں آجائیں گی تب بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے" (109)

سوال 1: مشرک معجزات کا مطالبہ کرتے تھے اور قسمیں کھاتے تھے کہ ان کے ظاہر ہونے پر ایمان لے آئیں گے، اس کی وضاحت ﴿وَاَقْسَمُوْا ... يُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا﴾"اورانہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں کہ اگران کے پاس کوئی نشانی آئے گی تو وہ ضرور بہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے"محمد رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والے مشرک قسمیں کھا کر دعویٰ کرتے تھے کہ اگر محمد ﷺ کی نبوت کی صداقت پر دلالت کرنے والی نشانی آگئی تو وہ ضرور ایمان لے آئیں گے۔

(2)وہ ایمان لانے کے لیے یہ بات نہیں کہتے تھے۔ان کا مقصد تو آیات کو، ہدایت کو ٹھکرانا تھا۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے معجزات اور دلائل سے آپ ﷺ کی تائید فرمائی لیکن معجزات آنے کے بعد لوگ ایمان نہیں لایا کرتے۔

(3)دلیل سے نہ ماننے والے کے پاس اپنے دین پر برقرار رہنے کے لئے آخری ہتھیار یہی ہوتا ہے کہ کوئی معجزہ لے آؤ تو مان لیں گے۔یہ بات ماننے کے لئے نہیں، انکار کے جواز کے لئے کی جاتی ہے کہ نہ معجزات آئیں نہ ہمیں دعوت دی جائے۔

(4)﴿قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾"آپ کہہ دیں یقینا نشانیاں تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں"یعنی اے محمد (ﷺ)! ان لوگوں سے کہہ دیجیے جو ہٹ دھرمی سے معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ معجزات بھیجنا یا نہ بھیجنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔

(5)"معجزات بھیجنے کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے"یہ کہہ کر توجہ دلائی گئی ہے کہ داعی کا کام معجزات کے ذریعے سے حق کی دعوت دینا نہیں ہے بلکہ دلیل کے ذریعے مدعو کو قائل کرنا ہے اس لئے داعی کو اپنے کام کی فکر کرنی چاہیے۔

(6)﴿وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾"اور تمہیں کیا خبر کہ جب نشانیاں آجائیں گی تب بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے"اے مومنو! جو مشرکوں کے لیے نشانیوں کے آجانے کو پسند کرتے ہو تمہیں کیا معلوم ہے کہ ان کے پاس نشانیاں آجائیں تو وہ ایمان لے آئیں گے۔(المصباح المنیر :511/2)

(7)وہ دل جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے، کائنات کے نشانات سے حق کو تسلیم نہیں کرتا اور اپنے رب کی طرف دوڑ کر نہیں آتا وہ لاعلاج ہے۔ایسے دلوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ یوں ہی اپنی سرکشی میں غرق رہیں، یہ ان کے جھٹلانے کا بدلہ ہے۔اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ لوگ معجزات آنے کے بعد ایمان لانے والے نہ بنیں۔

سوال 2:انسان دلیل سے کب نہیں مانتے؟

جواب:(1)انسان دلیل کی بات اس وقت نہیں مانتے جب وہ بات کو صحیح رُخ سے دیکھنے کی بجائے اسے الٹے رخ سے دیکھتے ہیں۔(2)انسان اس وقت دلیل کی بات نہیں مانتا جب وہ دلیل کو رد کرنے کے لئے کچھ الفاظ پالیتا ہے۔

﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے

﴿فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾

وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے'' (110)

سوال 1: وحی کے انکار کے بعد کسی معجزہ پر ایمان لانا ممکن نہیں، اس کی وضاحت ﴿وَنُقَلِّبُ...يَعْمَهُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ''اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے'' جب مشرکوں نے وحی کا انکار کر دیا تو اب ان کے دل کسی معجزے پر بھی قائم نہیں رہ سکتے اور وہ ہر معجزہ ٹھکرا سکتے ہیں کیونکہ ہم ان کے دلوں کے اور ان کے ایمان کے درمیان حائل ہو جائیں گے اگر چہ ان کے پاس پورے پورے معجزے آجائیں مگر وہ ایمان لانے والے نہیں جیسے ہم ان کے اور ایمان کے درمیان پہلی بار حائل ہو گئے تھے۔ (مختصر ابن کثیر: 530/1)

(2) یعنی جب ان پر حجت قائم ہو گئی اور وہ ایمان نہیں لائے تو ہم انہیں عذاب دیں گے اور ان کے دلوں کو حق سے پھیر کر خود ان کے اور ایمان کے درمیان حائل ہو جائیں گے اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق نہیں دیں گے۔

(3) ﴿وَنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں سرکشی سے مراد کفر ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 1369/4)

(4) جو لوگ سرکشی کی نفسیات رکھتے ہیں وہ ہر حال میں اپنے آپ کو اونچا کر کے رکھنا چاہتے ہیں جب کہ دعوت دینے والا ابتدا میں جب حق کا پیغام دیتا ہے تو اپنے ماحول میں اجنبی ہوتا ہے۔ اس کا ساتھ دینا دراصل اپنے آپ کو اس مقام اور مرتبے سے گرانا ہے اس لئے سرکشی کی نفسیات رکھنے والے لوگ اس کو قبول نہیں کر پاتے۔ اللہ تعالیٰ اس کیفیت کی وضاحت کرتے ہیں کہ یہ ان کا انکار نہیں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنی سرکشی کے سپرد کر دیے جائیں اور کبھی حق قبول نہ کر پائیں۔

(5) جب انسان ہر بات کو صحیح رخ سے دیکھنے کی بجائے غلط رخ سے دیکھتا ہے تو انکار کے لیے راستہ نکال لیتا ہے۔ یہ راستہ دلوں کے پھرنے اور نگاہوں کے پھر جانے کا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ابتدا انسان کی طرف سے ہوتی ہے، وہ دل سے پھرنا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے دل کو حق سے پھیر دیتے ہیں۔ وہ نگاہیں ہٹا دینا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی نگاہوں کو پھیر دیتے ہیں پھر لوگ اسی طرح ایمان نہیں لاتے جیسے پہلی بار ایمان نہیں لائے تھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ALNOOR-PUBLICATIONS

النور پبلیکیشنز